ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری

DR. ZAKIR HUSAIN LIBRARY

JAMIA MILLIA ISLAMIA
JAMIA NAGAR

NEW DELHI

Please examine the book before taking it out. You will be responsible for damages to the book discovered while returning it.

JAMIA NAGAR

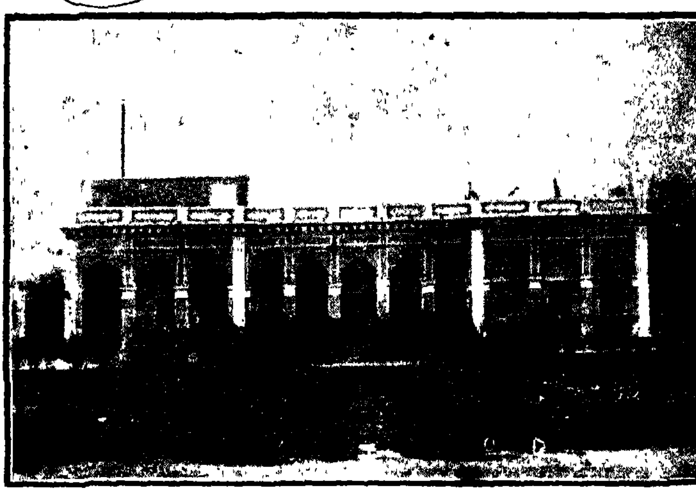
DUE DATE

Cl. No. ______ Acc. No. ______

Late Fine Ordinary books **25 Paise** per day. Text Book **Re. 1/-** per day. Over Night book **Re. 1/-** per day.

تکمیل الطب

392



ڈسکشن بلاک (دارالتشریح) تکمیل الطب کالج لکھنؤ

سالانہ بدل اشتراک ؎ ر   قیمت فی رسالہ ۵ ر

دارالاشاعت، تکمیل الطب کالج۔ لکھنؤ



جلد ۲ | ستمبر ۱۹۴۸ء | نمبر ۲

فہرست

ناظم و ناشر حکیم محمد عبدالحسیب ایم-ایس-سی-ڈی-آئی-ایم-ایس مدیر، حکیم شکیل احمد شمسی ایچ-اے-ڈی-آئی-ایم-ایس
حکیم عبدالحسیب نے نامی پریس لکھنؤ میں چھپوایا

مجلس ادارۃ

شفاءالملک حکیم محمد عبدالمعید صاحب مدظلہ — صدر
شفاءالملک حکیم خواجہ شمس الدین احمد صاحب — رکن
حکیم مولوی سید احمد حسین صاحب - پٹنہ — رکن
حکیم سید سلطان احمد صاحب اکبرآبادی - آگرہ — رکن
حکیم محمد مسیح الزماں صاحب ڈی - آئی - ایم - ایس — رکن
حکیم محمد عبدالحسیب صاحب ایم - ایس سی - ڈی - آئی - ایم - ایس — ناظم
حکیم شکیل احمد صاحب شمسی ایچ - اے - ڈی - آئی - ایم - ایس — مدیر

اصول وضوابط

(۱) انتظامی امور، رسالہ کی خریداری، اشتہارات، ترسیلِ زر اور تمام مالی معاملات کے بارے میں جملہ خط وکتابت ناظم مجلس ادارۃ رسالہ تکمیل الطب سے ہونا چاہیئے۔

(۲) مضامین، سوالات اور تنقید وتبصرہ کے لئے مدیر رسالہ تکمیل الطب لکھنؤ سے مراسلت کی جائے۔

(۳) مضامین جو بغرض اشاعت بھیجے جائیں کاغذ کے صرف ایک رُخ پر تحریر کئے جائیں اور بین السطور کی جگہ چھوڑ دی جائے۔

(۴) تمام مضامین طبی رسالے کے مطابق ہونا چاہئیں۔ تنقید وتبصرہ علمی رنگ میں اور ذاتیات سے ماورا ہونا ضروری ہے۔

(۵) ادارے کو مضامین میں ترمیم کا حق ہے اور ناقابل اشاعت مضامین محصول ڈاک آنے پر واپس کر دیئے جائیں گے۔

(۶) اشاعت کے لئے ضروری ہے کہ مضامین پندرہ تاریخ تک دفتر میں پہنچ جائیں۔

(۷) رسالہ ہر ماہ کے دوسرے ہفتے میں شائع ہوتا ہے۔ بیس تاریخ تک اگر رسالہ نہ پہنچے تو ناظم صاحب کو مطلع کیا جائے۔

(۸) سالانہ قیمت تین روپیہ، فی پرچہ پانچ آنے ہے۔ نمونہ بلا قیمت نہیں بھیجا جا سکتا ہے۔

(۹) صرف مہذب اشتہارات شائع کئے جا سکتے ہیں۔

(۱۰) مراسلت میں خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

اداریہ

مدیر

حقوق یورپ سے آنے والی بہت سی وباؤں میں سب سے زیادہ خطرناک بیماری حقوق طلبی کی آئی اور واقعات شاہد ہیں کہ اس مُہلک اور تباہ کُن مرض نے ہماری معاشرت کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا ۔ مشرق کی روایاتی فراخدلی، رواداری ایثار و انصاف اور مروّت کی جتنی بھی خصوصیات تھیں حقوق طلبی کی کشمکش میں رفتہ رفتہ داستان پارینہ بنتی چلی گئیں۔ اگلے زمانے کی باقیماندہ چند ہستیوں پر جب نظر پڑتی ہے تو بلا اختلاف ہندو و مسلمان اخلاص، پاک طینتی اور محبت کے جو صفات نظر آتے ہیں افسوس کہ آج کی دنیا کے لوگوں میں اس کا شائبہ تک بھی نہیں اور یہ نئی نسل جو ابھی پروان چڑھ رہی ہے اور مستقبل جس کے ہاتھ میں آنے والا ہے تو نہ معلوم خود غرضی، مطلب پرستی اور ذاتی انتفاع کے کن درجوں تک جا پہنچے گی۔ وہ زمانہ جب دنیا پر خلا کا راج تھا ترقی پسندوں کی نگاہوں میں کتنا ہی تاریک کیوں نہ ہو واقعہ یہ ہے کہ بڑی پاک باطنی اور انصاف پسندی کا زمانہ تھا اور تمدن و تہذیب کی روشنی میں جو کیرکٹر تعمیر ہو رہا ہے اُس میں معقولیت سے زیادہ وکیلانہ منطق کو دخل ہے ۔ ہم آج حق بات کے آگے اپنے جذبات کی قربانی دینے کو تیار نہیں بلکہ ذاتی خواہشوں اور جذبات کے لئے زبردستی کی تاویلوں اور بحثوں سے کام لیتے ہیں جس سے نہ اپنا ہی ضمیر مطمئن ہوتا ہے نہ دوسرا ہی انصاف پسندی کے احسان کا منت کش ہو پاتا ہے لیکن کیا کیا جائے سرزمین مغرب سے نکل کر پھیلنے والی تہذیب کا اصول ہی یہ ہے کہ پہلے جو کچھ مل سکے لیلو پھر اُس کے لئے جواز کی وجوہات تلاش کرو اور منطق کے ہر مغالطہ عاشا اور ووسے کام لے کر اُسے صحیح ثابت کئے جاؤ۔ طب یونانی کی بدقسمتی دیکھئے کہ اس مسموم ذہنیت کی فضا میں ملک کے اندر کچھ سیاسی اور فرقہ وارانہ کشمکشیں بھی ایسی پیدا ہوئیں جنھوں نے ماحول کو اور بھی ناسازگار بنا دیا - دانایان مغرب نے جب دیکھا کہ ہندوستانی قومیت کا سیلاب قابو سے باہر ہو چکا ہے اور ممکن ہے کہ وہ مغربی تجارت کی ہر منڈی کو تباہ کر دے تو نہایت ہوشیاری اور خوبصورتی سے انھوں نے اُس کا رُخ اندرون ملک ہی کی طرف پھیر دیا - یہ طوفان جو ہر بیرونی خس و خاشاک کو اُڑائے جانے کے لئے اُٹھا تھا خود اپنے برسوں کے سینچے ہوئے درختوں کو بھی ہلا گیا اور جب حقوق طلبی کی خود غرضانہ جد و جہد شرافت اور عالی ظرفی کی تمام بلندیوں سے اُتر کر ایک ایک پیسے پر لڑنے اور جھگڑنے کی پست ترین سطح تک آگئی تو بلا اختلاف مذہب و ملت، ہر طبقہ، ہر فرقہ اور ہر قوم نے ایسے تنگدلی کے مظاہرے کئے جس سے ہمارے شاندار ماضی اور اُس کے شاندار سلف کی عزت کو خود ہمارے ہی ہاتھوں بٹہ لگنے لگا۔ یادش بخیر وہ ایّام جب نہ مسلمان ہندو سے حقوق مانگتا تھا اور نہ ہندو مسلمان سے ایسا زمانہ تھا جب کوئی بھی حقوق سے محروم نہ تھا جبکہ ایثار اور محبت کی مسابقت میں قربانی کے مظاہرے تاریخ کے زرّیں ابواب بن کر ثبت ہوا کرتے تھے ۔ اس صدم ضدا میں گیہوں کے ساتھ گھُن بھی پستے چلے گئے اور بدقسمتی سے آج یو، پی میں طب یونانی کو صرف چودہ فیصدی نیابت حقوق اور ملازمتیں حاصل ہیں گویا طبیب نام ہے مسلمان کا یا بالفاظ دیگر طب یونانی اور اسلام کے مذہبی نظریات ایک ہیں -

خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھئے
ناطقہ سربگریباں کہ اسے کیا کہئے

سیاسیات ہماری بحث سے خارج ہیں اور نہ اس بارے میں ہمیں رائے دینے کا کوئی حق، ہاں دل ضرور چاہتا ہے کہ کاش اعتماد و ہم آہنگی کا ایک ایسا ماحول تعمیر ہوتا جہاں کسی قسم کا بھی "فیصدی" کا مرض نہ ہوتا، مادرِ وطن کی آغوش سب کیلئے بہت کافی وسیع ہے اور اُس کی ماتا کو فیصدی بانٹنے کے بجائے سب کے لئے یونہی رہنے دیا جاتا۔ جو زیادہ سعادتمند ہوتا زیادہ محبت خود ہی حاصل کر لیتا اور مشترک خاندان کی طرح باہمی اشتراک کے ساتھ پریم اور شانتی کی ایک جنت بنتی جس میں تمام بچے اپنی شکل و صورت اور عادات و اطوار میں مختلف ہوتے ہوئے بھی شفقت مادری کے یکساں حقدار ہوتے لیکن اس وقت جبکہ یہ آزادی ایک حسین خواب ہی کا درجہ رکھتی ہے اور سیاسی رہنماؤں نے حکومت کا خاکہ فیصدی حقوق پر بنایا ہے ہمیں یہ دیکھ کر اذیت ہوتی ہے کہ طب یونانی اپنے حقوق سے محروم ہے۔ فنِ طب ایک علم ہے ایک آرٹ ہے جس سے نہ کسی سیاسی فرقہ کی بنیاد پڑتی ہے نہ کوئی قوم وجود میں آتی ہے اسے ہندو بھی پڑھتے ہیں مسلمان بھی پڑھتے ہیں اور مغربی یو، پی - دہلی اور مشرقی پنجاب میں دو چار نہیں ہزاروں کی تعداد میں ہندو طبیب ہیں پھر آخر اس کا تناسب وہ کیوں ہے جو مسلمانوں کا تناسب ہے۔ تعداد آبادی کے لحاظ سے مسلمانوں کے لئے چودہ فیصدی حقوق منصفانہ سہی لیکن طبیبوں کو آخر مسلمان کیوں فرض کر لیا گیا ہے۔ ایلوپیتھک، آیورویدک اور دیگر طریقہائے علاج کی طرح یہ بھی ایک فن ہے۔ مختلف فرقے اسکا پیشہ کرتے ہیں اور بلا اختلاف مذہب و ملت تمام لوگ اس طریقہ علاج سے مستفید ہوتے ہیں۔ انصاف کا تقاضہ ہے کہ اسے بھی دیگر علوم و فنون کی طرح برابر کا درجہ اور مساوی حقوق ملنے چاہئیں۔ اگر مسلمانوں کے لئے چودہ فیصدی کا تعین ہے تو مسلمان طبیبوں کو اسی قدر ملازمتیں اور حقوق دیئے جا سکتے ہیں۔ بقیہ کے غیر مسلم اطباء حقدار ہوں گے لیکن خدا اس فن کو اقلیت کے خانہ میں رکھ دینا دانائی کے خلاف ہے، انصاف کے خلاف ہے اور علوم پرستی کے خلاف ہے۔ انتہائی خلوص اور صفائی قلب کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے نکلنے والی یہ آواز اگر ارباب حل و عقد کے جذبہ حق پرستی اور صداقت پسندی کو متاثر کر سکی اور اُنکے ضمیر کو بیدار کر پائی تو ہم سمجھیں گے کہ عدل و انصاف کی طاقتیں اب بھی دنیا کی سب سے بڑی طاقتیں ہیں اور معقولیت طاقت و قوت سے زیادہ وزن رکھتی ہے۔

فاش میگویم واز گفتۂ خود دلشادم
بندۂ عشقم و از ہر دو جہاں آزادم

نقد و تبصرہ

الحسنات رام پور

مدیر:- مولوی محمد عبدالحی صاحب بی، ایس، سی

رسالہ مذکور ماہنامہ کی صورت میں ریاست رام پور سے شائع ہوتا ہے۔ فاضل مدیر اُن لوگوں میں ہیں جنھوں نے مذہب کو روایاتی طور پر پاکر کچھ نہ سمجھا اور اجتہادی انداز سے واقف ہوکر یہ سمجھا کہ مذہب نہیں تو کچھ بھی نہیں، تلاش حق کے جذبہ نے ایک مغربی انداز فکر کی ہستی میں ذہنی اور عملی ہر قسم کا انقلاب پیدا کر دیا۔ مشہور مفکر اسلام مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی جماعت اسلامی کے آپ ایک ممتاز رکن ہیں اور رسالہ کی غرض و غایت اسلام کی صحیح تعلیمات اور مذہب کی حقیقی روح سے لوگوں کو شناسا کرنا ہے۔ یہ ادارہ اپنی حق گوئی میں مشہور ہے۔ رسالہ "الحسنات" کا مشن بھی یہی ہے کہ الحاد اور دہریت کی بڑھتی ہوئی وبا کو روکے اور اسلام کے نام پر جو غیر اسلامی حرکات کی جاتی ہیں اُن کی نقاب کشائی کرے۔ اپنی جماعت کے اصول کے مطابق یہ رسالہ کیرکٹر کی تعمیر پر زور دیتا ہے ایک طرف بغیر مذہب کی حقیقی روح پیدا کئے ظاہری رسوم کو بیکار سمجھتا ہے تو دوسری طرف اسلام کو قومیت کے دائرے میں جکڑ کر اقتدار کیلئے جنگ کرنے کا بھی مخالف ہے۔ رسالہ بہت صاف زبان میں ہوتا ہے جو عورتوں اور بچوں کی دسترس سے بھی باہر نہیں۔ انداز بیان سلجھا ہوا اور معقولیت پسندی کا ہوتا ہے۔ رسالہ اس قابل ہے کہ ہر نقطۂ خیال کے اصحاب اس کا مطالعہ کریں۔

ہماری سائنٹیفک طب یونانی

حکیم محمد عبد اللطیف صاحب فلسفی سابق پروفیسر تکمیل الطب کالج لکھنؤ

گزشتہ سے پیوستہ (۳)

ایلوپیتھی طب یونانی سے اخذ کی گئی

ایلوپیتھی اس فن کی ورق گردانی اور اُس کے مسائل کے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ طریقۂ علاج طب یونانی کی ایک متغیر صورت ہے جو قیاسی شان نیز بعض دقیق مسائل کے اخراج اور بیکٹریالوجی (علم الجراثیم) کے اضافہ سے پیدا ہو گئی ہے جس کا ثبوت ہمیں علاوہ تاریخ کے اشتراک الفاظ و معانی سے بھی ملتا ہے۔

بحث اشتراک الفاظ

اشتراک الفاظ کی بحث اس قدر وسیع ہے کہ اس مختصر مضمون کے احاطے سے باہر ہے لیکن مثال کے طور پر چند الفاظ ذکر کئے جاتے ہیں:۔

الفاظ طب یونانی	تفسیر الفاظ	الفاظ ڈاکٹری
انورسما	ایک قسم کا ورم ہے	انیورزم Aneurism
قیفال	ایک ورید ہے جس میں فصد کی جاتی ہے	کیفیلک Cephalic
باسلیق	ایک مشہور ورید ہے جس میں فصد کی جاتی ہے	بیسلک Basilic
فلغمونی	ایک قسم کا ورم ہے	فلیگمونی Phlegmon
مانیا	سخت جنون کو کہتے ہیں	مے نیا menia
قوما	مرض سُبات	کوما Coma
ایلاؤس	قولنج کی ایک خاص قسم ہے	ایلی اس Ilius
قرنیہ	آنکھ کا ایک پردہ ہے	کارنیا Cornea

الفاظ طب یونانی	تفسیر الفاظ	الفاظ ڈاکٹری
صافن	پاؤں کی ایک رگ ہے	سیفن Syphon
کیموس	مشہور اصطلاح ہے	کائم Chyme
کیلوس	مشہور اصطلاح ہے	کائل chyle
دیافرغمہ	حجاب حاجز	ڈایافرام Diaphragm
مالیخولیا	مشہور مرض ہے	میلن کولیا melancholia
قولون	ایک آنت کا نام ہے	کولن Colon
ذیابیطس	مشہور مرض ہے	ڈایابے ٹیز Diabetes
غانغرانا	عضو کا سڑ گل جانا	گینگرین Gangrene

بحث اشتراک معانی

اشتراک معنی اور مسائل کے متعلق مختصر طور پر ہم کافی ثبوت پیش کرتے ہیں ڈاکٹری میں اسباب کی دو قسمیں کی جاتی ہیں (external) اکسٹرنل اور (Internal) انٹرنل ہمارے یہاں بھی اسباب کی یہ دونوں قسمیں خارجی اور داخلی کے نام سے موسوم کی جاتی ہیں۔

ایلوپیتھی میں اسباب کی تقسیم (Exciting) اکسائٹنگ اور (Predisposing) پری ڈسپوزنگ کی طرف کی جاتی ہے اسی طرح طب قدیم میں بھی سبب سابق اور سبب واصل دو قسمیں موجود ہیں بعض امراض کا سبب

ڈاکٹری میں (Heredity) ہیری ڈی ٹی (توارث) قرار دیا جاتا ہے اسی طرح سے ہمارے یہاں بھی بعض امراض میں توارث سبب مانا گیا ہے۔

ڈاکٹری کے (Mechanical causes) میکانیکل کاز، ہمارے اسباب تفرقیہ کے مرادف ہیں انکے (Physical causes) فزیکل کاز، ہمارے اسباب مزاجیہ کے مساوی ہیں اُن کے (Chemical causes) کمیکل کاز، ہمارے اسباب کیمیا و یہ کے مساوی ہیں (Acute) ایکیوٹ اور (Chronic) کرونک ہمارے امراض حادہ اور مزمنہ کے ہم معنے ہیں۔ علامات متقدمہ (Precursory Symptoms) پریکرسری سیمٹم سے علامات ذاتیہ (Idiopathic) انڈوپیتھک سیمٹم سے علامات عرضیہ (Sympathetic) سیمپے تھٹک سے علامات خاصہ (Local Sy) لوکل سیمٹم سے اور علامات عامہ (Constitutional Sy) کنسٹی ٹیوشنل سیمٹم سے علامات شخصیہ (Subjective Sy) سب جکیٹو سیمٹم سے اور علامات طبیعہ (Objective Sy) آبجکٹو سیمٹم سے متحد المعنے ہیں۔

موجودہ ایلوپیتھی نے ان تمام اقسام علامات سے سبکدوشی حاصل کرکے اب صرف آخرالذکر دو قسموں پر اکتفا کی ہے ذرائع تشخیص میں بھی طب یونانی اور ایلوپیتھی میں کوئی نمایاں اور معتد بہ فرق نظر نہیں آتا اگر ہمارے یہاں لمس ہے تو وہ تھرمامیٹر سے کام لیتے ہیں تشخیص مرض میں قارورہ، براز، بلغم، منی، پیپ، تھوک، پسینہ، دونوں فنون کے فیما بین مشترک ہیں۔

ہم مرض کے چاروں زمانے ابتدا، تزاید، انتہا، انحطاط کی الگ الگ علامتوں سے باخبر ہو کر اصلیت مرض کو اچھی طرح سے سمجھ کر مناسب وقت علاج تجویز کرتے ہیں۔ نبض کی کیفیت، ناک، کان، زبان، پیشانی، بدن کی رنگت، دانتوں کی حالت، حلق لوزتین کی کیفیت، بھوک پیاس کی قلت و کثرت تنفس، حرکات بدنی، بالوں کی کیفیت اعضا کی ساخت، بدن کے فضلات، خواب، بیداری اور آنسو وغیرہ سے تشخیص امراض میں مکمل طریقے سے کام لیتے ہیں ان چیزوں میں بھی غالبًا ایلوپیتھی ہماری ہی مقلد ہے۔

علاج کے حسب ذیل طریقے بھی مشترک ہیں:-

(Hygienic treatment) ہائی جینک ٹریٹمنٹ (علاج بالتدبیر) (Dietetic tr) ڈائی ٹے ٹک ٹریٹمنٹ (علاج بالغذا) (Climatic tr) کلائی میٹک ٹریٹمنٹ (علاج بالہوا) (Medical tr) میڈیکل ٹریٹمنٹ (علاج بالدوا) (Surgical tr) سرجیکل ٹریٹمنٹ (عمل بالید) (Palliative tr) پلی ایٹو ٹریٹمنٹ (علاج بالتسکین) مثل ہمارے ایلوپیتھی میں بھی علاج بالضد کیا جاتا ہے اسی وجہ سے اس طریقے کا نام (Allopathic) ایلوپیتھک ٹریٹمنٹ (علاج بالضد) رکھا گیا۔

طریقہ استعمال ادویہ میں بھی دونوں فن ہم آہنگ ہیں خورد و نوش، غرغرہ، سعوط، آنکھ، ناک، کان، تنفس، جلد مجری بول، مجری براز، مجری رحم اور بالوں کے ذریعہ سے ادویہ حسب ذیل صورتوں میں استعمال کئے جاتے ہیں: عرق، شربت سفوف، حبوب، جوشاندے، خیساندے، اقراص، معاجین روغن، مرخیات، مکلسات، محرقات، جواہر، روح۔

طب یونانی کے سائنٹیفک ہونے کی دوسری دلیل

باوجود اس اشتراک اور اتحاد کے محض ایک صوری تغیر کی وجہ سے ایک فن کو سائنٹیفک اور دوسرے کو ان سائنٹیفک کہنا کہاں تک تعصب پر مبنی نہ ہوگا۔

ڈاکٹری عطائی طریقہ علاج

حقیقت میں بیکٹیریالوجی کے اضافے سے پیشتر

ایلوپیتھی طب یونانی کی ایک متغیر صورت تھی جس کا تغیر قیاسات اور فلسفۂ حقائق کے شاندار زیوروں سے معری کر دینے پر مبنی تھا، جدید حکما کی ظاہر بین طبیعت اس کی کیسے متحمل ہو سکتی تھی کہ قیاس اور فلسفے کے ایسے عظیم الشان بار کو برداشت کر سکتی اسی وجہ سے اُنھوں نے تمام فلسفیانہ اور سائنٹیفک ترقی کی راہوں کو مسدود کر کے emperical. امپریکل ٹریٹمنٹ (عطائیانہ طریقہ) کو مطمح نظر قرار دیا اور اس وقت تک اسی قسم کی متعدد ترقیوں کا اضافہ ایلوپیتھی کے واسطے مایۂ افتخار ہے۔ محض بیکٹریالوجی (علم الجراثیم) کے اضافے کی وجہ سے ایک ہی فن کو سائنٹیفک اور ان سائنٹیفک کہنا عقل و شعور کے دائرے سے بالکل باہر ہے۔

فن طب کا استغنا علم الجراثیم سے

بعض سطحی النظر اصحاب یہ سوال کر سکتے ہیں کہ بیکٹریالوجی کے ذریعہ سے ہم تشخیص امراض میں ایک خاص تیقن کے درجے کو پہنچ جاتے ہیں اور جراثیم کے ہلاک کرنے میں آسانی سے کامیاب ہو سکتے ہیں اس کے جواب میں اولاً تو ہم یہ عرض کریں گے کہ اگر آپ بیکٹریالوجی کو ازالۂ مرض کے باب میں تمام طرق علاج پر ترجیح دیتے ہیں اور واقعی طور پر اس طریقۂ علاج میں آپ آسانیاں اور مزید کامیابیاں محسوس کرتے ہیں تو آپ تمام طرق علاج کو ترک فرما دیجئے اور اسی طریقۂ علاج کی حمایت میں اپنی آواز بلند فرمائیے لیکن کسی فن کے ساتھ اس کو مختلط کرنا اُس فن کے واسطے نہایت ظالمانہ حرکت ہے۔

علم الجراثیم کا بطلان

دوسرے ہم یہ جواب دیں گے کہ ہر علم و فن کی ترقی کا معیار یہ ہرگز نہیں ہے کہ اس میں آپ کی احتیاجات اور صعوبتیں روز افزوں ہوتی جائیں - ذاتی کمالات اور بے نیازی کا خاتمہ ہو جائے بلکہ ہر عقلمند کے نزدیک علم و فن کی ترقی کا یہی معیار ہو سکتا ہے کہ اس میں [illegible] کے انکشاف کے واسطے آسان طریقے پیدا کئے جائیں اور سخت راستوں کو آسان اور تنگ راہوں کو وسیع کر کے سہولت اور بے نیازی کی شان حاصل کی جائے دنیا کے تمام علوم کے اغراض و مقاصد پر جب آپ ٹھنڈے دل اور انصاف کی نظر سے غور فرمائیں گے تو اس مقصد کے سوا اور کوئی چیز آپ کو نظر نہیں آ سکتی -

متقدمین اطبا نے اسی اصول کے مطابق اپنی ترقیوں کو روز افزوں کیا اور ہر آئندہ زمانے نے گذشتہ کی دشواریوں کو آسان کر دکھایا یہی وجہ ہے کہ طب قدیم کا ایک ماہر اپنی قوت قیاسیہ کے ذریعہ سے نہایت آسانی اور بے نیازی کے ساتھ اُسی نتیجے پر پہنچ سکتا ہے جس نتیجے پر ایک بیکٹریالوجی کا ماہر بغیر کثیر تعداد آلات کے اور بغیر دو ڈھائی لاکھ روپے کے سرمایہ کے ہرگز نہیں پہنچ سکتا اگر آپ ایک گاؤں میں موجود ہیں اگر آپ ایک ایسی جگہ کے رہنے والے ہیں جہاں میڈیکل کالج ایسی عظیم الشان عمارت موجود نہیں اور کسی مرض نے آپ کو آدبایا ہے تو فرمائیے کہ بیکٹریالوجی کس حد تک آپ کی جان بچانے میں مدد کر سکتی ہے؟

تیسرے ہم یہ عرض کریں گے کہ فزکس کا یہ ایک اہم مسئلہ ہے کہ جو قوتیں زیادہ کام میں لائی جاتی ہیں اُن کے اثرات اور طاقتیں زیادہ مضبوط اور نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہیں اور جن قوتوں کو معطل کر دیا جائے وہ اپنے وظائف ادا کرنے میں نہایت درجہ ضعیف اور کاہل ثابت ہوتی ہیں اگر ہاتھ کو آپ ایک عرصہ تک معطل رکھیں تو یقیناً بیکار ہو جائے گا اگر آنکھوں سے آپ کام نہ لیں تو بلاشبہ کمزور ہو جائیں گی۔ اگر کسی شخص کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں گے تو مزید کاروبار کی وجہ سے پیروں میں دُگنی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر ایک آنکھ ضائع ہو جائے تو دوسری آنکھ کی طاقت بڑھ جاتی ہے۔ مسمریزم کی برقی طاقت ایک مسمریزم کے ماہر میں بھی موجود ہے اور آپ بھی اس قوت سے خالی نہیں لیکن وہ ماہر تو اپنی طاقت کے ذریعہ سے ایک جاندار چیز کو بیہوش اور اس کی طاقتوں کو

سلب کرنے پر قادر ہوتا ہے لیکن آپ کو سیکڑوں آلات کی ضرورت پڑتی ہے اور پھر بھی معاملہ آپ کے اختیار سے باہر رہتا ہے ایک فلسفی کے قوی دماغی میں اور آپ کے قوی دماغی میں مطلقاً فرق نہیں وہ اپنے دماغی قوی کو غور و فکر میں مشغول رکھنے کے باعث حقائق و دقائق پر پہنچتا ہے اور آپ عالم کے سطح ظاہری سے ایک انچ بھی تجاوز نہیں کرتے۔ اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے بیکٹریالوجی کی حقیقت سوا اسکے اور کچھ نظر نہیں آتی کہ ہمارے ذاتی کمالات کو وہ فنا اور ہماری دماغی پرواز کا خاتمہ کردے اور مریض کے عامۃ الوقت فوائد کو ایک خاص زمانے یا مکان کے واسطے مخصوص اور محدود کردے۔

چوتھے ہم یہ عرض کریں گے کہ مسئلہ اخلاط کو ترک کرنے کے بعد مسئلہ جراثیم اختیار کرنے کی صورت میں ہم کو علاجی حیثیت سے کوئی خاص فائدہ نظر نہیں آتا وہی ادویہ مثلاً افتیمون، عشبہ، جراثیمہ امراض سوداوی میں علی الاتفاق مفید ہیں ہم اثناء مرض کا یہ سبب بیان کرتے ہیں کہ یہ ادویہ خون کو مادہ سوداوی سے صاف کرتے ہیں اور آپ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ ادویہ جراثیم کو ہلاک کرتے ہیں آپ خون کو دیکھ کر اُس کے غیر طبعی ذرات کو جراثیم مرض قرار دیتے ہیں اور ہم اُس کو رسوب سوداوی سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب نتیجہ واحد ہے تو آپ ہی انصاف فرمائیے کہ ان مفید اور کامیاب نتائج کی طرف سہولت کے ساتھ کون سا فن آپ کی رہبری کر سکتا ہے۔

پانچویں ایسے بھی واقعات دیکھے گئے ہیں کہ مرض قطعاً علی الاتفاق موجود ہے لیکن مختلف مادوں اور متعدد وقتوں میں امتحان کرنے کے بعد بھی جراثیم کا پتہ نہیں چلتا۔

چھٹے علم الجراثیم میں تسلیم کیا گیا ہے کہ نفس جراثیم کسی مرض کا سبب نہیں بنتے بلکہ ان جراثیم سے جو فاسد اور سمی مواد پیدا ہوتے ہیں وہ حقیقت میں مولد امراض ہیں اور یہی ہمارا خیال ہے کہ امراض فاسد مواد کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

ساتویں بیکٹریالوجی میں یہ نظریہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ عفونت اور جراثیم لازم ملزوم ہیں جس کا انفکاک ایک دوسرے سے محال ہے ہم لوگ بھی عفونت کو اسباب امراض میں شمار کرتے ہیں۔

آٹھویں اکثر امراض کے جراثیم میں باہمی اس درجہ اشتباہ ہے کہ اُن کے شناخت کی اس وقت کوئی صورت نہیں مثلاً جراثیم دق اور جراثیم مادہ تحت القلفہ جراثیم جذام اور جراثیم دق، جراثیم سرسام اور جراثیم سوزاک میں امتیاز غیر ممکن ہے۔

اس بیان سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچنے سے کم نہیں رہتی ہے کہ ہماری طب قدیم کسی طرح سے بھی بیکٹریالوجی کے اخلاط کی محتاج نہیں ہو سکتی البتہ طب جدید کی وہ تمام ترقیاں جو ہمارے کلیات کے تحت میں مندرج ہو سکتی ہیں اور فن طب کی حقیقت کے واسطے ضرر رساں نہیں وہ سب جذب کی جا سکتی ہیں مثلاً صفراوی قارورہ کا بعض دواؤں کے ذریعہ سے امتحان بلغم اور پیپ کے جدید اصول فارقہ وغیرہ یہ سب چیزیں شریک کی جا سکتی ہیں ہماری طب قدیم کے واسطے جدید کیمیا کا اضافہ بھی باعث ترقی نہیں ہو سکتا بلکہ قدیم کیمیا کو مع مشاہدات و آلات اس کے ساتھ شریک کیا جائے۔ حکمائے یورپ کو خود اس کا اعتراف ہے کہ تمام اصول و اساسی بجز اُن چند اصولوں کے جو جدید کیمسٹری سے متغیر کر دیئے گئے ہیں سب کی ایجاد کا امتیاز عربوں کو حاصل ہے۔ ابونیوس کی علم النباتات میں وہ تصنیف جس کا انگریزی میں ترجمہ ہو چکا ہے ہماری قوت شوقیہ کو برانگیختہ کرتی ہے کہ جدید علم النباتات کے اضافہ کو ہم اُس کے مطالعہ پر موقوف رکھیں۔

ڈاکٹری بھی اَن سائنٹیفک ہے

سابق الذکر بیانات سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا ہے کہ طب قدیم نہایت مکمل اور با اصول طریقۂ علاج ہے اس پر ان سائنٹیفک کا الزام نہ صرف باطل بلکہ حقیقت میں ایلوپیتھی پر عائد ہوتا ہے اور کسی جدید علم کے اضافہ کی اس میں مطلقاً

ضرورت نہیں اور نہ علوم جدیدہ کا اضافہ اس میں کسی قسم کی ترقی کا باعث ہو سکتا ہے بلکہ اس کی حقیقت کو ہمیشہ کے واسطے نیست و نابود کرنے والا ثابت ہوگا۔

اب ہم اس رُخ پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں اور اپنے اس سچے دعوے کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ دنیا کے طریق علاج میں اگر کوئی طریقہ صحیح معنوں میں سائنٹیفک کہا جا سکتا ہے تو وہ صرف طب یونانی ہے۔

صرف طب یونانی سائنٹیفک ہے

ہمارے طب قدیم کی بنیاد قیاسات اور مشاہدات پر ہے اور ایلوپیتھی کی بُنیاد صرف تجربات پر ہے حقیقت میں ایلوپیتھی پھر اُسی مرکزی نقطے کی جانب تنزل پذیر ہو رہی ہے جس سے اُس کا ارتقا قیاس کے عظیم الشان محیط تک ہوا تھا طب کا وہ ابتدائی زمانہ جس کی بنیاد صرف تجربات پر تھی امپریکل (عطائی) طریقۂ علاج کہا جاتا ہے پھر آج ایلوپیتھی جو روز بروز صرف تجربات پر محدود ہوتی جاتی ہے کیوں نہ امپریکل (عطائی) طریقۂ علاج کہا جائے۔

فن طب پر ڈاکٹروں کا اعتراض اور اُس کا جواب

ایک نکتہ چین طبیعت میں یہ وسوسہ پیدا ہونا ممکن ہے کہ طب قدیم کی بُنیاد فلسفۂ ارسطو پر ہے جس کی حقیقت ایک حقیر تخیل سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی اور ایلوپیتھی کی بنیاد لارڈ بیکن کے فلسفۂ تفحص پر ہے جس کا یقینی ہونا اور غلطیوں سے بری ہونا لازمی امر ہے۔

غور و فکر کی حرکت کو سطح ظاہری سے اگر ذرا بھی آگے بڑھایا جائے تو یہ اعتراض نسیج عنکبوت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا جس طرح سے قیاسات میں غلطی ہونا ممکن ہے اُس سے کہیں زیادہ مشاہدات میں اس کا امکان ہے اور ان مشاہدات کی غلطی پر متنبہ کرنے والی اور مہلک نتیجوں سے بچانے والی اگر کوئی چیز ثابت ہو سکتی ہے تو وہ منطقی قیاس ہے جس کا نام سُنتے ہی کانوں پر ہاتھ رکھا جاتا ہے اس موقع پر ہم چند مشاہدے ایسے پیش کرتے ہیں جن میں دائمی یا اکثری طور پر غلطی واقع ہوا کرتی ہے۔

مشاہدات کی غلطیاں

خوردبین[1] سے جو اشیاء دیکھی جاتی ہیں وہ قد و قامت کے لحاظ سے اتنی بڑی نظر آتی ہیں جس کو اُن کے اصلی اور واقعی قد و قامت سے کوئی نسبت نہیں ہے۔

حکمت[2] جدیدہ میں ثابت ہے کہ آفتاب طلوع سے آٹھ منٹ پیشتر اور غروب کے آٹھ منٹ تک نظر آتا ہے حالانکہ جہاں آفتاب نظر آ رہا ہے وہاں موجود نہیں ہے۔

اگر روپیہ[3] کٹورے میں موم سے جما دیں اور کٹورے کو بعید کرتے جائیں یہاں تک کہ روپیہ نظروں سے غائب ہو جائے اور پھر اس میں پانی ڈالیں تو وہ نظر آنے لگے گا اور ایسا معلوم ہوگا کہ وہ اپنے مقام سے اونچا ہو گیا ہے حالانکہ وہ مقام سابق میں جما ہوا ہے۔

انگشتری[4] کو اگر آنکھ کے پاس لے جائیں تو بہت بڑی نظر آتی ہے حالانکہ واقع میں چھوٹی ہے۔

دور[5] کی چیز اپنی اصلی مقدار سے کم نظر آتی ہے حالانکہ واقع میں بڑی ہے۔

چکی[6] پر مختلف رنگوں کے خطوط اگر مرکز سے محیط تک کھینچیں اور اس کو سریع حرکت دیں تو وہ سب مختلف رنگ ایک نظر آئیں گے۔

سراب[7] پانی محسوس ہوتا ہے حالانکہ درحقیقت پانی نہیں۔

بارش[8] کا قطرہ ایک خط طولانی محسوس ہوتا ہے حالانکہ خارج میں اس کا وجود نہیں۔

شعلے[9] کو اگر نقطہ سے گردش دیجئے تو ایک حلقہ محسوس ہوتا ہے حالانکہ خارج میں موجود نہیں۔

کشتی[10] اور ریل کا سوار اپنے کو ساکن اور کنارے کی چیزوں کو متحرک دیکھتا ہے حالانکہ وہ خود متحرک ہے اور کنارے کی چیزیں ساکن ہیں۔

ہم لوگ ہر سال ثوابت سے اُنیس کروڑ میل نزدیک اور دُور ہوتے رہتے ہیں حالانکہ اُن کی جسامت ہمیشہ یکساں نظر آتی ہے ۔

غرضکہ موجود کو معدوم اور معدوم کو موجود واحد کو متعدد اور متعدد کو واحد چھوٹے کو بڑا اور بڑے کو چھوٹا ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن دیکھنا یقیناً مشاہدے کی غلطی ہے اگرچہ واقعہ میں ان غلطیوں کے اسباب ہیں مگر نفس حس کی غلطی میں کچھ شک نہیں کیونکہ اس موقع پر دو امر ہیں ایک خلاف واقعہ محسوس ہونا دوسرے خلاف واقعہ محسوس ہونے کا سبب ۔

امر اوّل کا تعلق نفس حس سے ہے اور امر ثانی کا تعلق عقل سے پہلا امر مشاہدے پر مبنی ہے اور دوسرے کا ادراک عقل و قیاس پر موقوف ہے اس سے ہمارا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ حس اور مشاہدہ قابل اعتبار نہیں اور یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ خلاقِ عالم نے جس چیز کو جس کام کے لئے پیدا کیا ہو اُس کو معطل کر دیا جائے بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ نہ حواس ظاہرہ کو بیکار چھوڑیئے اور نہ عقل کو معطل فرمائیے بلکہ دونوں کی امداد سے مقصد تک پہنچنے کی کوشش کیجئے ۔

ہماری طب یونانی قیاس اور تجربے دونوں کی دشوارگذار راہوں کو طے کر کے منزل مقصود اور اوج تکمیل پر پہنچی ہے اور قریب قریب دنیا کے ہر حصے سے سائنٹیفک ہونے کی وجہ سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے ۔

ڈاکٹری سائنٹیفک نہیں

اس میں شک نہیں کہ ایلوپیتھی کی بنیاد لارڈ بیکن کے فلسفے پر ہے اور بایں معنی اُس کو سائنٹیفک کہنا ایک حد تک صحیح ہوسکتا ہے لیکن ہمارے نزدیک لفظ فلسفہ کی نہایت توہین ہے اگر لارڈ بیکن کے اختراعی اصول کو اس عظیم الشان لفظ سے تعبیر کیا جائے ۔

فلسفہ لارڈ بیکن اور اس کا ابطال

لارڈ بیکن کا فلسفہ قیاسات سے بالکل خالی عقل اور دماغی قوتوں کو معطل کرنے والا اور ہمارے نزدیک اسپرنگل حیثیت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا یہی وجہ ہے کہ جو چیزیں مشاہدے کے حدود اور حس کے احاطہ سے باہر ہیں اُن کے متعلق حامیان حکمت جدیدہ نے ایک انچ بھی قدم ترقی آگے نہیں بڑھایا اور اس قسم کے جن مسائل میں بھی اُنھوں نے دخل دیا ایسے خراب اور غلط نتیجے پر پہنچے کہ ایک طفل نوآموز بھی جس نے آغوش قیاس میں پرورش پائی ہے سننا پسند نہیں کرتا ۔

نیوٹن اور کشش زمین

ملاحظہ ہو مسئلہ کشش زمین :-

نیوٹن کو درخت سے زمین پر سیب کا گرنا ایک حیرت انگیز شئے معلوم ہوئی اور اس سے وہ ایک ایسے غیر معقول مسئلے کے قائل ہوگئے کہ زمین میں کشش ہے ۔ جس کی تردید خود مشاہدات کر رہے ہیں مشاہدہ اگر ہوا ہے اور حس سے اگر تعلق رکھتا ہے تو صرف سیب کا زمین پر گرنا جس کو عوام سے لے کر خواص تک اور بچے سے لے کر بوڑھے تک سبھی جانتے ہیں لیکن کشش ارضی یا بقول متقدمین میل طبعی حواس کے احساس سے بالاتر اور مشاہدے کے حدود سے بالکل خارج ہے ۔ اس مسئلے کی طرف رہبری صرف قیاس سے ہوسکتی ہے ۔

حکماء متقدمین اور میل طبعی

متقدمین نے بھی ثقیل چیزوں کے زمین پر گرنے کا مشاہدہ کیا تھا مگر صرف مشاہدے پر اعتماد کر کے کوئی حکم نہ لگایا بلکہ ساتھ ہی ساتھ قوت قیاسی کو بھی جنبش دی اور یہ بھی غور کیا کہ ثقیل اشیاء ہبوطی اور صعودی حرکات میں حسب اختلاف جسامت مختلف ہوتے ہیں ۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس ہبوط کا سبب نفس اجسام ہابطہ میں مضمر ہے اور وہ صورت نوعیہ ہے جو ایک مخصوص مکان ولہ چیز میں قیام کی مقتضی ہے اور یہ اقتضاء اور میل باعتبار اختلاف

جسامت مختلف ہوتا رہتا ہے اگر اس ہبوط کا سبب خود کرۂ ارض ہوتا تو اجسام کے ہبوط اور صعود میں کوئی فرق نظر نہ آتا۔

نیوٹن نے اس مسئلے کی تکذیب کی ہے اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ ہر وزنی چیز زمین کی کشش کی وجہ سے ہابط ہوتی ہے۔

کششِ زمین کا ابطال

اس سطحی النظر کی جولانگاہِ عقل اس قدر محدود تھی کہ یہ بھی نہ سوچا کہ قوت کشش کا خاصہ ہے کہ اپنے سے مغلوب چیز کو جذب کر لیتی ہے اس بنا پر لازم آتا ہے کہ سیب درخت کی نازک جھاڑیوں میں ایک لمحہ کے واسطے بھی معلق نہ رہے پرندوں کی چھوٹی ہستیاں فضا میں ایک لمحہ بھی نہ اُڑ سکیں حالانکہ یہ دونوں چیزیں خلاف واقعہ ہیں۔

قوت کشش کا یہ بھی خاصہ ہے کہ جس چیز کو وہ جذب کرتی ہے تاوقتیکہ کوئی ایسا قاسر جو جاذب کی قوت پر غالب ہو افتراق کی کوشش نہ کرے جاذب اور مجذوب کی جدائی غیر ممکن ہے اس بنا پر لازم آتا ہے کہ ساکنانِ کرۂ ارض اسی سکون اور اتصال کی زندگی میں اپنی عمروں کو ختم کر دیں اور کسی قسم کی حرکت کا اُن میں ظہور نہ ہو کیونکہ کرۂ ارض پر کوئی وجود ایسا نظر نہیں آتا جس کی طاقت زمین کے وسیع کرہ پر غالب آسکے۔

علاوہ بریں اگر زمین میں کشش تسلیم کی جائے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو ہر قسم کے اجزا کو جذب کرنے کی قوت موجود ہے یا اُس کی قوت کشش صرف اجزا ارضیہ کے جذب کرنے کے واسطے مخصوص ہے۔ پہلی صورت میں لازم آتا ہے کہ بخارات وغیرہ ہرگز زمین سے مرتفع نہ ہو سکیں۔

دوسری صورت میں لازم آتا ہے کہ زمین اپنے اطراف وجوانب سے بھی جب پتھر وغیرہ قریب یا متصل کیا جائے تو جذب کرلے حالانکہ جذب نہیں کرتی۔

ہاتھ کو سیدھا پھیلا کر اگر زمین سے قریب اور بعید کیا جائے تو دونوں صورتوں میں ہاتھ کے اُٹھانے میں کچھ فرق ظاہر ہونا چاہیئے کیونکہ بحالت قرب کشش کا اثر قوی اور بعد کی حالت میں کشش کا اثر ضعیف محسوس ہوگا۔

غرضکہ اس قسم کی غلطیاں لاتعد ولاتحصیٰ ہیں اور یہ سب غلط نتیجے اور تلخ ثمرے اسی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ جو چیزیں احاطۂ مشاہدہ اور حواس سے باہر ہیں اُن میں حواس اور مشاہدے کے ذریعے سے عملدرآمد کیا جاتا ہے آواز کا تعلق قوت سامعہ سے ہے اگر کوئی شخص اس کا قوت باصرہ سے ادراک کرنا چاہے تو ہمیشہ غلطی میں مبتلا ہوگا۔ طعم کا تعلق قوت ذائقہ سے ہے اگر باصرہ سے کام لیا جائے تو مہلک نتیجہ برآمد ہوگا۔ اسی طرح سے جن چیزوں کا تعلق عقل وقیاس سے ہے اُن میں، حواس ظاہرہ کو دخل دینا سخت غلطی ہے۔

طب قدیم کے سائنٹیفک ہونے کی تیسری دلیل

ہماری طب قدیم میں ہر مسئلہ قریب قریب تجربہ اور مشاہدے کے ساتھ ساتھ میزانِ عقل پہ ہی تولا گیا ہے ہماری فن طب میں آپ کو شاذ ونادر مشکل سے کوئی ایسا مسئلہ نظر آئے گا جو صرف امپریکل حیثیت رکھتا ہو ہر مسئلہ میں آپ کو ریشنل طریقے کی شان نظر آئے گی ایلوپیتھی میں اس وقت تک اکثر مسائل ایسے موجود ہیں جو امپریکل حیثیت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ ہمارا فن طب جالینوس ہی کے زمانے میں اس قدر مکمل ہو گیا تھا کہ اُس کو سائنٹیفک کے خطاب سے ملقب کیا جائے کیونکہ جالینوس نے طب کے تمام مسائل کو فلسفہ ارسطو کے محک پہ پرکھا اور ہر مسئلے کو امپریکل طریقے کے علاوہ ریشنل طریقے سے بھی آراستہ کیا لیکن حکماء عرب کی کیمسٹری کی ترقی اور منطق وفلسفہ کی مہارت نے اس زرّین طب پہ سہاگہ کا کام کیا جس کے بعد دنیا کا کوئی طریقۂ علاج ہماری طب کے مقابلے میں سائنٹیفک کے لقب کا مستحق نظر نہیں آتا۔

طب یونانی کے دس خصوصیات

اب ہم اپنے قدیم طب کے چند ایسے خصوصیات کے ذکر پر اپنے مضمون کو ختم کرتے ہیں جس کے سُننے کے بعد ہر منصف مزاج شخص سوا طب یونانی کے کسی طریقۂ علاج کو سائنٹیفک نہیں کہہ سکتا -

پہلی خصوصیت مسئلہ نبض ہے جس کی رازی نے بارہ ہزار قسمیں بیان کی ہیں - اگر کوئی طبیب فن طب کے اس وسیع باب میں کافی مہارت پیدا کرلے تو تشخیص مرض میں اکثر استفسارات اور علامات سے مستغنی ہوسکتا ہے - تھرمامیٹر اس وسیع بحث کی ہرگز تلافی نہیں کرسکتا ہے، تھرمامیٹر بجز مدارج حرارت کے اور کوئی چیز نہیں بتا سکتا اور نبض کی لینت، صلابت، ملمس، طول، عرض، عمق، خلا، امتلاء وغیرہ کے ذریعہ سے مختلف احوال سے واقفیت حاصل کی جاسکتی ہے موسمی گرمی، ہوائی تغیر، تبخیر معدی اور دخانیت نفس کا تھرمامیٹر پر خاص اثر پڑتا ہے جس کی وجہ سے جسمانی حرارت کے امتیاز میں بہت کچھ اشتباہ واقع ہوتا ہے - سرد بخار میں جن کو ہماری اصطلاح میں لیفوریا کہتے ہیں، تھرمامیٹر کا استعمال بالکل بیکار چیز ہے لسقہ اور دق کی شناخت میں صلابت نبض کی علامت فارقہ کو تھرمامیٹر کیسے بتا سکتا ہے نبض کی منشاریت سے ذات الجنب پر استدلال لانا تھرمامیٹر کی طاقت سے باہر ہے -

دوسری خصوصیت مسئلہ بحران ہے مرض کی کمی و زیادتی کے متعلق پیشین گوئی کرنا اور پیش علمی کے باعث اُس کی مدافعت کی بیشتر ہی سے تدبیر کرنا مریض کی حیات اور ممات پر ایک گونہ واقفیت حاصل کرنا اس مسئلے کے مخصوص نتائج ہیں -

تیسری خصوصیت مسئلہ استفراغ ہے یہ بھی ہماری طب کی مخصوص چیز ہے اگرچہ بعض طریقے مثلاً قے و اسہال وغیرہ مشترک چیزیں ہیں لیکن جو خاص طریقے فن طب میں مستعمل ہیں وہ یقیناً مخصات کے ذیل میں درج کئے جائیں گے ان میں سے فصد خاص اہمیت رکھتی ہے، فصد کے سریع التاثیر اور صحت بخش اثر کے مقابلے میں کوئی دوا کسی طریقۂ علاج میں نظر نہیں آتی کیونکہ یہ امر مسلم ہے کہ ہر دوا کا ہر وقت میں فائدہ کرنا یقینی نہیں، اختلاف احوال جسم کے لحاظ سے دواؤں کے اثرات مختلف ہوجاتے ہیں جس وقت کوئی ایسا مرض لاحق ہو جس میں دوا کا پینا غیر ممکن، احتقان پر خطر، دوا سونگھنا بے سود، انجکشن کا فائدہ مشکوک اور مریض کے زندگی کے لمحے معدود نظر آتے ہوں مثلاً سرسام دموی، خناق ضغطۃ القلب ایسی صورت میں سوا فصد کے اور کون سی تدبیر ہماری جانبری کرنے والی اور ہماری زندگی کو واپس لانے والی ثابت ہوسکتی ہے

چوتھی خصوصیت علاج بالکی ہے (یعنی کسی حصۂ جسم کو داغنا) جو اس زمانے میں بالکل متروک ہوگیا ہے یہ بھی نہایت اہم فوائد پر مشتمل ہے سمی مواد کو فنا کرنا متعدی اور خبیث زخموں کو غیر متعدی بنانا، نزول الماء کا قلع قمع کرنا اسکا ادنیٰ کرشمہ ہے -

پانچویں خصوصیت بقاء نوع ہے انسانی نسل کے فنا و بقا کے اہم مسئلہ کا بار بھی یہی اکیلی طب قدیم اس وقت تک اٹھائے ہوئے ہے اور اعضاء النسل کے متعلق تمام امراض کا کامیاب علاج بھی اسی فن کے بوسیدہ اوراق میں منحصر اور بقاء نوع کا اہم مسئلہ اسی کے دامن میں مخفی ہے -

چھٹی خصوصیت، ہماری طب یونانی کے مسائل کا تقریباً دنیا کے ہر حصے میں تجربہ ہوچکا ہے اور ہر جگہ سے تمغۂ تکمیل اور خراج تحسین حاصل کرچکے ہیں -

ساتویں خصوصیت، ہماری طب میں زیادہ تر ایسے ادویہ مستعمل ہیں جو ایشیائی حدود کے اندر پائے جاتے ہیں اور بقول بقراط (عالجوا المرضیٰ بعقاقیر بلدھا) طب قدیم ایشیا کے ساتھ خاص خصوصیت رکھتی ہے بقراط کے اس قول کی تائید علم الفطرایت کے مطالعہ کرنے سے اس طرح

ہوتی ہے کہ جس ملک میں سردی زیادہ ہوتی ہے اُس مقام کے جانوروں کے بال بڑے اور گنجان ہوتے ہیں۔ پہاڑی علاقے کے بکروں اور کُتوں کو اگر آپ دیکھیں تو سب کے سب ریچھ کی طرح نظر آئیں گے اور گرم ممالک میں آپ اس کے خلاف پائیں گے۔ پہاڑوں پر جا بجا اکثر ایسی بوٹیاں پائی جاتی ہیں جن کا چھو جانا نیشِ عقرب کا کام کرتا ہے لیکن قریب ہی اُس کے قدرت نے ایک ایسی بوٹی بھی پیدا کر دی ہے جس کا چھونا درد و تکلیف کے واسطے اکسیر اثر ثابت ہوتا ہے صناع ازل کی اس حکمت سے ہم سبق حاصل کرتے ہیں کہ ہر ملک کے باشندوں اور وہاں کے پیدا ہونے والی ادویہ میں ایک خاص مناسبت ہوتی ہے جو دوسری جگہ اسی دوا میں بالکل مفقود ہوتی ہے۔

آٹھویں خصوصیت، ہمارے فن طب میں بحث مزاج بھی ایک خاص امتیاز رکھتا ہے یہی ایک ایسی مہتم بالشان بحث ہے جس کے وجود اور عدم پر ایک بڑی صنعت سائنٹیفک ہونے کا مدار ہے، ہمارے یہاں جسم انسان کے نوعی، ملکی، سنی، موسمی امزجہ قائم کئے گئے ہیں اور حسب اختلاف امزجہ مختلف دوائیں ایک ہی مرض میں استعمال کی جاتی ہیں ایک عطائی اور غیر عطائی کے فیمابین یہی مابہ الامتیاز ہے کہ ایک عطائی کو اگر ایک نسخہ معلوم ہے تو ہر شخص ہر ملک اور اور ہر موسم میں وہ اپنے اُسی نسخے کو استعمال کرنے کی جرأت کرتا ہے لیکن ایک غیر عطائی اُس نسخہ کو کسی مناسب مزاج سن اور موسم کے ساتھ مخصوص رکھتا ہے اس بہترین نعمت سے بھی ایلوپیتھی محروم ہے ایک ہی مجہول الحقیقت دوا ہے جو یورپ سے سر ابھر آتی ہے اور ہر حالت میں وہی دوا مثل عطائیوں کے استعمال کی جاتی ہے۔

نویں خصوصیت، سب سے زیادہ جلیل القدر امتیاز جو ہم کو حاصل ہے وہ ہمارا فن کُلیات ہے جس کے ذریعہ سے کسی وقت اور کسی حالت میں بھی ہم کسی مرض کی تشخیص یا کسی علاج کی تکمیل سے عاجز نہیں رہ سکتے۔ جدید سے جدید بھی مرض کیوں نہ ہو لیکن ہمارے کلیات کے اقتدار سے باہر ہونا غیر ممکن امر ہے۔ طاعون، انفلوئنزا وغیرہ کی مثالیں آپ کے پیش نظر ہیں اور اطباء کے کامیاب علاجوں اور وقتی اجتہادوں سے بھی آپ غافل نہ ہوں گے ڈاکٹر تو شاید چند سال کے مشاہدوں اور تجربوں کے بعد ان دونوں کے علاجوں پر قادر ہوں گے لیکن ایک طبیب پہلی ہی نظر میں ان پر اتنا حاوی ہو سکتا ہے کہ اُن کے قلع قمع کرنے کے واسطے نہایت کافی اور وافی ہے۔

دسویں خصوصیت، ہمارے سلسلۂ قواعد کا آخری حلقہ نیچرل لاز (قوانین قدرت) سے وابستہ ہے جن کے یقینی ہونے میں شک کی گنجائش نہیں۔

عالم کا ہر ایک جز اور دنیا کا ہر ایک ذرہ انھیں آئینِ قدرت کے سانگ در پر جبہ سا اور انھیں قوانینِ فطرت کے آستانے پر سجدہ ریز نظر آتا ہے۔

دیاقوزہ ۴۵

پھیپھڑوں کی چھوٹی اور بڑی نالیوں کی سوزش اور بلغمی کھانسی، ضیق النفس و دمہ کیلئے ایک کثیر الاستعمال مرکب ہے جو کہ سیکڑوں مریض روزانہ استعمال کرتے ہیں، پھیپھڑوں کی کمزوری، تکلس اور ابتدائی تقرح کی حالت میں بھی نہایت مفید ہے۔ موجودہ بلغم آسانی سے خارج ہو جاتا ہے اور آیندہ کے لئے بلغم کی تولید بند ہو کر نئی اور پرانی ہر قسم کی کھانسی رفع ہو جاتی ہے۔

قیمت فی تولہ تین آنے (۳ر)

انچارج شفاخانہ تکمیل الطب لکھنؤ

یو، پی میڈیکل کانفرنس

اور

ڈاکٹر اٹل کا فنّی تعصّب

حکیم محمد بشیر صاحب مخمور لکھنوی، پروفیسر تکمیل الطب کالج

۲۹ر اگست کو کانپور میں تیرھویں یو، پی میڈیکل کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس کا افتتاح ہمارے صوبے کی گورنر صاحبہ نے فرمایا۔ کانفرنس میں منجملہ اور تقریروں کے اٹل صاحب نے بھی ایک تقریر فرمائی جس کے اس حصّے کا خلاصہ درج ذیل ہے جس کے متعلق ہم کو کچھ کہنا ہے —— اخبار پانیر میں یہ تقریر جس سرخی کے ساتھ شایع ہوئی یہ ہے :-

"دیسی طریقۂ علاج کو رائج کرنے سے گذشتہ دَورِ جہالت کی طرح کی خوفناک آفتیں پھر پیدا ہو جائیں گی"۔

اب اٹل صاحب کی تقریر کا وہ حصہ سُنئے جس نے ہم کو اس مضمون کے لکھنے پر مجبور کیا :—

"دیسی طریقۂ علاج رائج کرنے سے وبائیں اور خوفناک بیماریاں پھیل جائیں گی اور آپ خود ان نتائج کا اندازہ کر سکتے ہیں جو موجودہ ترقی یافتہ سائنس جیسے علم الحیوانات، تشریح، منافع الاعضا، ماہیت الامراض، علم الجراثیم، مناعت وغیرہ کے بجائے ایسے طریقۂ علاج کو رائج کئے جانے سے پیدا ہو سکتے ہیں جس میں صحیح تشریح کا پتہ نہ ہو منافع الاعضا، و ماہیت الامراض خیالی طور سے بیان کئے گئے ہوں علم الجراثیم و مناعت کا ذکر تک نہ ہو —— تعجب ہے کہ موجودہ ترقی یافتہ مغربی طب نے ہندوستانیوں کو یورپ، امریکہ، آسٹریلیا کی طرح کیوں متاثر نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہی سمجھ میں آتی ہے کہ یہاں کے لوگوں کو سائنٹیفک طبی خدمات سے حاصل ہونے والے فوائد کا علم نہیں ہے اور وہ نہیں سمجھ سکتے کہ اس سے انسانیت کو کیا فائدہ پہنچتا ہے"۔

یہ ہیں وہ زہر کے بجھے ہوئے الفاظ جو ڈاکٹر اٹل صاحب نے دیسی طریقۂ علاج کے لئے ارشاد فرمائے ہیں قبل اسکے کہ ڈاکٹر صاحب کو ہم ان کی لاعلمی سے مطلع کریں۔ اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ایک پڑھے لکھے آدمی کو اس درجہ فنی تعصب برتنا ہرگز مناسب نہیں ہے اس لئے کہ دو ہی صورتیں ہیں یا تو ڈاکٹر صاحب علوم مشرقیہ اور اس کی تاریخ سے قطعاً ناواقف ہیں اگر ایسا ہے تو کس درجہ یہ غیر ذمہ دارانہ اور عامیانہ حرکت ہے کہ بغیر جانے بغیر سوچے سمجھے ہم دوسرے علوم کے متعلق اپنے جذبات کی رو میں جو چاہیں کہنا شروع کر دیں اور اگر اس کے برعکس انھوں نے واقفیت کے باوجود حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے تو اس سے زیادہ علمی اور اخلاقی بے بضاعتی اور بے انصافی کیا ہو سکتی ہے۔ اسکے علاوہ دَورانِ تقریر میں ڈاکٹر صاحب نے غیر سنجیدہ الفاظ استعمال کئے ہیں وہ بھی ہمیں یہی سمجھنے پر مجبور کرتے ہیں کہ انھوں نے محض مغرب پرستی کے جذبے سے متاثر ہو کر یہ تقریر فرمائی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی طرف سے دیسی طبیوں پر پہلا الزام وبا کے متعلق لگایا گیا ہے ہم ان کو بتانا چاہتے ہیں کہ دیسی طبیں

انسانی خدمتیں اس وقت سے بجا لا رہی ہیں جب یورپ میں علوم وفنون تو درکنار تہذیب وتمدن تک کا نام ونشان نہ تھا اور مشرق خصوصاً ہندوستان علوم حفظان صحت سے مالا مال تھا چنانچہ اطبائے متقدمین میں ابو محمد بن ذکریا رازی کی کتاب "کتاب الحصبۃ والجدری" (چیچک کھسرا) اگر ڈاکٹر صاحب کی نظر سے گزری ہوتی یا کتاب "اریبین مڈیسین" ہی پڑھی ہوتی تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ امراض وبائیہ کے متعلق دیسی طریقۂ علاج کو دوسری طبوں سے کس قدر پہلے اور کتنے مکمل معلومات حاصل ہو چکے تھے۔ رازی کی یہ کتاب سب سے پہلے لاطینی ترجمہ کے ساتھ لندن میں بزبان عربی ۱۷۶۶ء میں "چیننگ" نے شائع کی پھر اس کا انگریزی میں ترجمہ ۱۸۴۸ء میں "گرین ہل" نے شائع کیا۔ اس کتاب کی وقعت و اہمیت کا اندازہ ارنسٹ ہلے فیر ٹرانسلیشن" کی جلد اوّل صفحہ ۳۶۲ پر "نیوبرجراس" کے خیالات سے ہو سکتا ہے۔

" یہ ایک صداقت ہے کہ یہ کتاب (کتاب الحصبۃ والجدری) آج ہر ایک ہاتھ میں عربوں کے لٹریچر کے زیور کی حیثیت رکھتی ہے اور اپنی اہمیت کے اعتبار سے بھی بہت بڑا درجہ رکھتی ہے۔ **وبائی امراض کی تاریخ میں یہ کتاب سب سے پہلی کتاب ہے۔** یہ کتاب ہم کو بتاتی ہے کہ رازی ایک بڑا روشن ضمیر اور ذی ہوش طبیب تھا وہ بقراط کے نقوش قدم پر چلتا تھا اور خود رائی اور ہٹ دھرمی کے احساسات وتاثرات سے پاک تھا"

غالباً ڈاکٹر صاحب کو یہ بھی علم نہ ہوگا کہ چیچک یا دوسرے امراض وبائیہ سے محفوظ رہنے کے لئے جو ٹیکہ استعمال کیا جاتا ہے یہ زمانۂ قدیم سے رائج ہے اور اس کے ایجاد کا سہرا ہندوستان کے سر ہے۔ ایک ہزار سال قبل مسیح ہندوستان میں اس کا رواج تھا۔ گائے کے تھنوں یا بھیڑ کے تھنوں سے چیچک کا مادّہ حاصل کیا جاتا تھا یا بعض وقت چیچک کے دانوں کے کھرنڈ جمع کر لئے جاتے تھے پھر اس کو کسی نکیلے مُطہّر آلے سے جسم میں پہنچا دیا جاتا تھا یہ طریقۂ حفاظت ہندوستان سے چین پہنچا۔ چنانچہ چودھویں صدی عیسوی سے چین میں بھی ٹیکہ کا رواج ہو گیا۔ پھر ہندوستان وایشیا سے یہ طریقہ یونان و قسطنطنیہ پہنچا وہاں سے عربوں نے اس کو سیکھا اور آزمایا اسکے بعد ۱۷۲۱ء میں عربوں سے یورپ نے ٹیکہ کا نام اور فوائد سُنے ورنہ اس سے پہلے یورپ چیچک سے محفوظ رہنے کا کوئی طریقہ نہ جانتا تھا علاج تو درکنار۔

ان حالات وواقعات کی روشنی میں ذرا ڈاکٹر صاحب موصوف کی ہمت وجُرأت دیکھئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ دیسی طریقۂ علاج رائج ہونے سے وبائیں پیدا ہوں گی۔ ان تاریخی حقائق کے علاوہ آخر میں ہم ایسے منصف مزاج ڈاکٹروں کے اقوال بھی پیش کریں گے جنھوں نے بالاعلان دیسی طب کی عموماً اور طب یونانی کی خصوصاً عظمت کا اعتراف کیا ہے اور اس طرح سائنٹیفک تسلیم کیا ہے کہ کھلے الفاظ میں ایلوپیتھک پر اس کو ترجیح دی ہے۔

وباؤں کے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف نے دیسی طریقۂ علاج میں صحیح **تشریح** کے لاپتہ ہونے کا الزام لگایا ہے۔ ڈاکٹر صاحب سُنیں اور غور سے سُنیں کہ علم تشریح اور سرجری میں سب سے پہلی کتاب ہمارے ہندوستان کے ایک وید ہی کی ہے۔ جن کا نام **سشرت** ہے ان کا زمانہ ایک ہزار سال قبل مسیح ہے۔ اس کتاب میں امراض جرّاحیہ۔ آلات جراحیہ نہایت بسط وتفصیل کے ساتھ با اصول طور پر بیان کئے گئے ہیں اس کے علاوہ اسی کتاب میں" علم القابلہ" کے متعلق وہ مضبوط اور اٹل اصول بتائے گئے ہیں کہ موجودہ دَور کا" علم القابلہ" اس سے ایک انچ بھی آگے نہ بڑھ سکا اس کتاب میں ایسے ایسے جراحی اعمال کا ذکر کیا گیا ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے مثلاً اعضاء کو کاٹ کر علیحدہ کر دینا۔ ہرنیا کا آپریشن، پیٹ چیر کر آنتیں نکالنا اور پھر پیٹ میں رکھ دینا، مصنوعی اعضا بنا دینا، جیسے ناک، ہونٹ وغیرہ۔ پیٹ چیر کر بچہ نکالنا۔ آلیے ایک نظر

طب یونانی پر ڈالیں کہ وہ اپنے اندر تشریح و منافع الاعضار کا کتنا ذخیرہ رکھتی ہے۔ سب سے پہلے ہم "انسائیکلو پیڈیا" کا وہ اقتباس درج کرتے ہیں جو ارسطو کے ذکر سے متعلق ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "ارسطو کے بعد ہیروفلوس اور ایراسسٹراطوس دو طبیب ایسے گذرے ہیں جنھوں نے تقریباً سات سو انسانی لاشیں چاک کیں اور بہت سے تشریحی اسرار اور باریکیاں معلوم کیں۔ اعصاب کا منبت دماغ دریافت کیا۔ دماغ کی تیسری جھلی "عشائے عنکبوتی" اور آنتوں کے عروقِ کیلوسیہ کے بھی کاشف یہی دونوں طبیب ہیں"۔ پھر جالینوس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "جیسا جامع کمالات حکیم جالینوس گذرا ہے ویسا نہ تو بقراط تھا نہ بوعلی سینا جالینوس ہی ایک ایسا شخص تھا جو تمام تشریحی اور فلسفیانہ امور میں کامل مہارت رکھتا تھا۔ وہ فزیالوجی (منافع الاعضار) میں طاق اور اناٹمی (تشریح) میں یگانۂ آفاق تھا۔ اس کی تشریحی عظمت کو آج تک یورپ نے نہیں بھلایا۔ اسے تمام تشخیصوں اور آپریشنوں میں تیقّن کا درجہ حاصل تھا۔ جسم انسانی کے جن منافع کا اس نے ذکر کیا ہے ان کی تعداد تقریباً ساڑھے چھ ہزار شمار کی جاتی ہے۔ اسی چیز کو دوسرے الفاظ میں بیروت کے مشہور تشریح داں فاضل ڈاکٹر یوحنا ورتبات (جان ورٹے بٹ) نے اپنی کتاب "التوضیح فی اصولِ التشریح" کے دیباچے میں یوں لکھا ہے۔

"زمانۂ قدیم میں علم تشریح معدوم تھا البتہ سنہ عیسوی سے تین سو سال پہلے بطلیموسِ اوّل نے جو سکندرِ اعظم کے بعد مصر کا حاکم تھا اسکندریہ میں ایک مدرسہ قائم کیا یہ مدرسہ تمام دنیا کے مدارس میں پہلا مدرسہ تھا جو عرصۂ دراز تک شان و شوکت سے قائم رہا۔ اس مدرسے میں بہت بڑی لائبریری بھی تھی اور علم ہندسہ ہیئت، طب کی تعلیم کے لئے آلات جمع کئے گئے تھے اور حکومت کی طرف سے حکم دیا گیا تھا کہ مجرم مقتولین کی لاشیں ڈیسکشن کے لئے مدرسے میں جایا کریں۔ اس فن کے اساتذہ میں ایراسطراطوس اور ہیروفیلوس اس وقت بہت مشہور تھے چنانچہ انھوں نے بہت سے تشریحی اسرار واضح کئے اور اس فن کے بہت سے اصول وضع کئے چنانچہ انھوں نے اعصاب کا مرکز و منبت معلوم کیا۔ ہیروفیلوس نے دماغ کی ایسی تشریح بیان کی کہ وہ سب پر سبقت لے گیا۔ اس نے غشائے عنکبوتی (اَراکنائڈ ممبرین) اور بطونِ دماغ (وینٹریکلز) کو ظاہر کیا۔ نیز اس مقام کو جس میں دماغی وریدیں ایک جگہ جمع ہوتی ہیں جس کو مجتمع ہیروفیلوس (ٹارکیولر ہیروفیلائی) کے نام سے یاد کرتے ہیں اور عروقِ لبنیہ (لیکٹیلز) کو اسی نے معلوم کیا۔ اسی نے یہ بھی ثابت کیا کہ پہلی آنت ۱۲ انگشت ہے اسی لئے اس کا نام اثنا عشری (ڈیوڈینم) رکھا گیا۔ معلوم ہوا ہے کہ ہیروفیلوس نے سات سو انسانی لاشیں چاک کیں اور بہت سی کتابیں لکھیں جو کچھ ضائع ہو گئیں اور کچھ رہ گئیں"

ان تاریخی شہادتوں سے روز روشن کی طرح یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اطبائے متقدمین نے علم تشریح کے سلسلے میں مشاہدہ اور ڈیسکشن کو بنیاد قرار دیا تھا وہ یہاں قیاس کو بالکل دخل نہ دیتے تھے اور دو چار دس لاشوں کے چیرنے پر اکتفا نہ کرتے تھے بلکہ سات سات سو تک کی نوبت پہنچتی تھی۔

مشہور و معروف عربی سرجن ابوالقاسم زہراوی کی کتاب "الزہراوی" جو یورپ میں صدیوں داخل نصاب رہی۔ اور جس نے وہاں علم الجراحت کے معیار کو بلند کیا اور آلات جراحیہ کو تصویروں کے ذریعہ واضح کیا اور وہاں کے اکثر و بیشتر مشہور سرجنوں کو اپنی کتاب سے مستفید کیا۔ اور مختلف اعمالِ جراحیہ مثلاً قطع ورم لہات، کئِّ الاجفان، تشمیر العین، قلع الاسنان، بزل استسقا، اخراجِ جنینِ میت، خیاطت امعاء وغیرہ کو معمولات اور تجربے کی بنیاد پر پیش کیا۔

ان تاریخی حوالوں سے قطع نظر کیا عقل سلیم اس کو قبول کر سکتی ہے کہ تشریح اور منافع الاعضاء کا اتنا مکمل نقشہ ایسا مفصل بیان اعمال جراحیہ کے روز برتے جانے والے قاعدے یہ سب محض قیاساً بیان کر دیئے گئے ہوں؟ پھر لطف یہ کہ

جدید علم تشریح سے وہ پوری پوری مطابقت بھی رکھتے ہوں اور آج بھی ڈیسیکشن کے وقت حرف بحرف صحیح ثابت ہوتے ہوں۔ ڈاکٹر اٹل صاحب کے علاوہ شاید ہی کوئی دوسرا ہو جو ان تمام مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر یہ کہنے کی جرأت کرے کہ "دیسی طبوں میں تشریح ومنافع کا پتہ نہیں" علاوہ ازیں قدماء کے خود اقوال ایسے موجود ہیں جو ان چیزوں میں مشاہدہ اور ڈیسیکشن کی تعلیم دیتے ہیں۔ علامہ گیلانی اپنی کتاب "شرح قانون بحث عظام قحف" میں ایک جگہ تحریر کرتے ہیں کہ وھذا الدّرز قد یمتدُّ حتّٰی ینصّفُ الجداز المقدم وینتھی اِلٰی ما بین الحاجبین وقد شوھد مرارًا۔ ترجمہ۔ یہ درز کبھی آگے بڑھ کر سر کی اگلی ہڈی کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے اور ہر دو بھنوؤں کے درمیان پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے ایسا کئی مرتبہ مشاہدہ کیا گیا ہے۔

ملا نفیس دماغی تشریح کے متعلق ایک تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ وَلیس للقیاسِ ولا للتخمین دخلٌ فی امثالِ ھٰذہٖ المسائل بل التعویلُ فیھا علی الرُّصدِ والتشریح۔ ترجمہ۔ اس قسم کے مسائل میں قیاس و اندازہ کو دخل نہیں ہے۔ بلکہ ان تشریحی مسائل میں مشاہدہ اور ڈیسیکشن پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ شیخ بوعلی سینا اپنی کتاب "القانون" میں ڈیسیکشن کے لئے یوں حکم دیتے ہیں:۔ وامّا الاعضاءُ ومنافعھا فیجبُ ان یصادفھا بالحسِّ والتشریح۔ ترجمہ:۔ طبیب کے لئے ضروری ہے کہ وہ اعضاء اور ان کے منافع کو حس اور ڈیسیکشن سے معلوم کرے۔

اب ڈاکٹر صاحب کے تیسرے اعتراض پر ذرا غور کیا جائے اس سلسلے میں پہلے یہ ذہن نشین کر لینا ہوگا کہ طب یونانی کے بنیادی اصول جس کی وجہ سے وہ دوسرے طریقہائے علاج کے سائنسوں سے مختلف سائنس تسلیم کی جاتی ہے پہلے ان پر ایک نظر ڈالنا ہوگی مثلاً اخلاط کا نظریہ یا علاج کے سلسلے میں اُس کا یہ اصول کہ مرض کا علاج ضد سے کیا جاتا ہے۔ اس اصول کے ماننے کی وجہ سے کیفیات اربعہ (حرارت، برودت، رطوبت، یبوست) کا وجود اور ان کا بالقوی اور بالفعل ہونا۔ پھر یہ اصول کہ بعض دواؤں کا اثر محض اپنی مخصوص صورت نوعیہ کی وجہ سے ہوتا ہے جن کو مؤثر بالخاصہ کہا جاتا ہے یہ اور اسی قسم کے طب یونانی کے دوسرے بنیادی اصول اپنے اندر اتنی لچک، اتنی وسعت، اتنی ہمہ گیری رکھتے ہیں کہ فروعی اور جزئیاتی اختلافات سے ان پر کوئی ضرب نہیں پڑتی بلکہ وہ بدستور اپنی جگہ اٹل اور ناقابل ترمیم و تنسیخ رہتے ہیں۔ ہم کو اس کا اقرار ہے اور ہم معترف ہیں کہ علم الجراثیم پر جتنی تحقیق (ریسرچ) اور جتنی ترقی موجودہ دور میں ہوئی ہے قدیم طبوں میں نہیں ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ قدیم طب میں کسی دوسرے عنوان سے سہی مگر جراثیم کا تخیل ضرور پایا جاتا ہے چنانچہ وہ امراض کے تعدیہ کے بڑے زور و شور کے ساتھ قائل ہے امراض متعدیہ کی طویل فہرست ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہے نیز یہ بھی قابل غور مسئلہ ہے کہ جن امراض کے اسباب کو قدماء عفونت اخلاط سے تعبیر کرتے ہیں وہاں لفظ عفونت خود نتائج عفونت یعنی کیڑوں کی پیدائش کی طرف کھلم کھلا صاف اشارہ کر رہا ہے جدید اصول علاج میں ان جراثیم کو مارنے والی دوائیں استعمال کی جاتی ہیں اور قدیم طبیں اس مادہ کا تنقیہ کرتی ہیں جس سے وہ جراثیم پیدا ہوئے ہیں۔ اس مادے کے تنقیہ کے ساتھ ساتھ جراثیم سے بھی جسم کا تنقیہ ہو جاتا ہے۔ بتائیے اس اختلاف سے طب کے بنیادی اصولوں پر کیا آنچ آئی اور ان سے کلی قوانین میں کون سی تبدیلی ہوئی۔ بلکہ ہر ترقی پسند اور روشن خیال طبیب ان ترقیوں کا ساتھ دیتا ہے اور جدید انکشافات سے بھی فائدہ حاصل کرتا ہے اور کرنا چاہیئے۔ علوم و فنون کسی خطہ ملک یا کسی قوم کی میراث نہیں ہوتے بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لئے وہ مساویانہ حیثیت رکھتے ہیں۔ جدید ترقیاں

اور انکشافات طب یونانی کے لئے قطعاً ہلاک نہیں اور نہ ان سے طبی قوانین کی تکذیب ہوتی ہے چونکہ وہ نیچرل اور فطری قوانین ہیں اور فطرت کے اصول ہمیشہ اٹل ہوتے ہیں اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ہم تشخیص مرض میں جدید چیزوں سے فائدہ نہ اٹھائیں بلکہ ایلوپیتھک ڈاکٹروں کی بہ نسبت جدید اختراعات سے ہم زیادہ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ قیاس سے بالکل کنارہ کش ہو کر مشاہدے کے فریب میں آبھی سکتے ہیں بلکہ آتے ہیں مگر ہم اپنے قیاسات کے ساتھ ساتھ مشاہدے کی مطابقت کرتے ہوئے ان مغالطات سے بچتے رہتے ہیں جو صرف مشاہدے سے پیدا ہوتے ہیں۔ تھرمامیٹر اسٹیتسکوپ وغیرہ کے استعمال کا حق جس طرح ڈاکٹروں کو ہے اسی طرح طبیب کو بھی حاصل ہے۔ یہ خیال کہ یہ ڈاکٹری کی نقالی ہے اور اس سے مرعوبیت و تاثر کا نتیجہ ہے بالکل غلط اور مہمل ہے۔

اب رہا مناعت کا سوال اس سلسلے میں طب یونانی ایک ایسا جامع بنیادی اصول رکھتی ہے کہ اس سے ہٹنا تقریباً محال ہے۔ طب یونانی بھی اور دیدک بھی طبیعت انسانی کو دافع مرض اور مصلح بدن قرار دیتی ہے دوائیں یا دوسری تدبیریں صرف طبیعت کی امداد کرتی ہیں یہی وجہ ہے کہ اگر طبیعت قوی ہے تو مضر سے مضر چیز اپنا فعل عمدہ نہیں کر سکتی اور اگر طبیعت ضعیف ہے تو معمولی سی چیز بھی خطرناک صورتیں پیدا کر سکتی ہے۔ اس بنیادی اصول کے ماتحت جراثیم میں بھی مناعت کی کارفرمائیاں جاری ہیں۔ دیسی طبوں نے "توجثہ، قد، شکل و شباہت اور دوسری علامتوں کے ذریعہ یہاں تک بتا دیا ہے کہ کن امراض کی استعداد و صلاحیت کن بدنوں اور جسموں میں زیادہ پائی جاتی ہے اس کو بالفاظ دیگر یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ کن کن لوگوں میں کس مرض کے جراثیم جا کر خطرناک صورتیں پیدا کر سکتے ہیں اور کن جسموں میں وہ مغلوب و مقہور ہو جاتے ہیں اسی جامع اصول کے ماتحت ہم کل مناعتی قواعد کو دیکھتے ہیں۔ مضمون بہت طویل ہو رہا ہے لہٰذا چند منصف مزاج ڈاکٹروں کے اقوال پیش کر کے ڈاکٹر اٹل صاحب سے عرض کروں گا کہ وہ ٹھنڈے دل سے ان دلائل اور تاریخی شواہد پر غور فرمائیں اور دیسی طریقۂ علاج کے لئے جو نازیبا الفاظ انھوں نے استعمال کئے ہیں اُسے واپس لیں غلطی کا اعتراف بہت بڑی انسانی شرافت کی دلیل ہے۔

سر پارڈے لیوکس سابق پرنسپل کلکتہ میڈیکل کالج کا بیان ہے کہ " یہ خیال غلط ہے کہ طب میں جو بہتر چیزیں ہیں وہ ایلوپیتھی کے محدود دائرے میں شامل ہیں مجھے اس امر کا یقین ہوتا جاتا ہے کہ حکیموں اور ویدوں کے بہت سے طریقۂ علاج نہایت بیش قیمت ہیں "۔

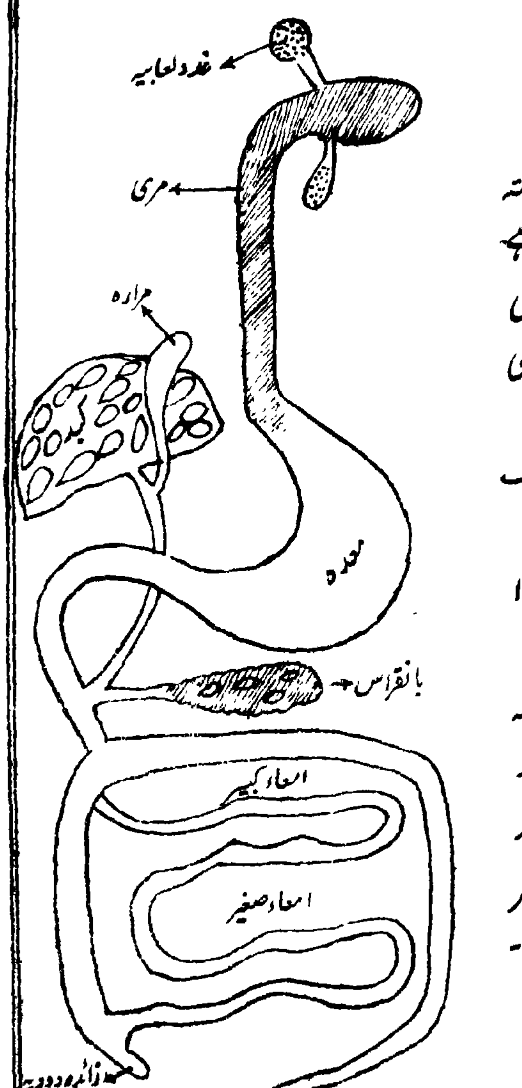
ڈاکٹر ہیرلڈ براؤن فرماتے ہیں " کہ بہت سی دیسی دوائیں نہایت کارآمد ہیں لیکن مغربی طب کے حاملین کو ان کا علم تک نہیں "۔

کرنل میکلرن الہ آباد کے حکیموں اور ویدوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں " کہ مجھے اس کا خیال بھی نہیں تھا کہ آپ کا طریقۂ علاج اس قدر ترقی یافتہ ہے آپ ہر ایک مریض کی تشخیص و علاج کر سکتے ہیں اور آپ کا امراض مزمنہ کا علاج قابل ستائش ہے۔ دمہ، استسقاء، جنون، دماغی و نخاعی و تناسلی امراض میں ملکی آب و ہوا اور پبلک کی عادتوں کے مطابق آپ کا علاج نہایت کامیاب ہے "۔

مدراس گورنمنٹ کی تحقیقاتی کمیٹی نے اس رائے کا اظہار کیا ہے " دیسی طبوں کی کامیابی کے متعلق ہم کسی بحث کی ضرورت محسوس نہیں کرتے اس کی تائید میں خاص و عام بکثرت شہادتیں ملتی ہیں اور ہر طبقہ کے لوگوں کی تصدیقات ہمارے پاس پہنچی ہیں اور دیسی معالجین کے علاجوں کا اعتراف کیا گیا ہے جنھیں مغربی تعلیم یافتہ ڈاکٹروں نے لاعلاج سمجھ کر جواب دیدیا تھا۔ کمیٹی نے اس کی بھی تشریح کی ہے کہ مغربی طب کو دیسی طریقۂ علاج سے خوراک، علاج اور دواؤں کے متعلق بہت کچھ سیکھنا ہے "۔

سر جمیس میکنزی طب جدید پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں کہ طب جدید امراض کے ابتدائی اور مخفی درجات کی تشخیص میں ناکام اور شخصی حالات کے انجام کے متعلق پیشینی سے قاصر ہے اور اسی لئے ایک مناسب عملی دستور علاج بنانا دشوار ہے - یہ لیبریٹری (معمل) کے طرق تشخیص کو بڑی اہمیت دیتی ہے جس سے نظری تشخیص کے شعبے کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے - اس کا نتیجہ یہ ہے کہ طب جدید میں علم التشخیص خصوصی طبیبوں اور معمل ماہروں کے یاس آمیز بلکہ ناممکن الحصول روزافزوں پیچیدہ نتائج کا مجموعہ بن رہا ہے - شعر

کیا لطف کہ غیر راز کھولے
جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے



عرق ہاضم جدید ۵۴

انھیں تمام اعضاء کی خرابی سے جسم کے خلیات آہستہ آہستہ سست ہو کر اپنا فعل بند کر دیتے ہیں اور زندگی دوبھر ہو جاتی ہے ہر وقت طبیعت غمگین، افسردہ اور پریشان رہتی ہے کبھی بدہضمی کی شکایت، کبھی درد، کبھی چبھن، کبھی اختلاج قلب اور غشی تک کی نوبت آجاتی ہے، کسی کام میں طبیعت نہیں لگتی -

ان تمام اعضاء کی اصلاح کے لئے عالیجناب شفاء الملک حکیم محمد عبدالحمید صاحب نے عرق ہاضم جدید ۵۴ ایجاد کیا تھا جو ان اعضاء کی تقویت کے لئے بہترین دوا ثابت ہوئی -

اس دوا کی قوت انجذاب کو بڑھانے کے لئے تاکہ ایک ہی ہفتہ کے بعد نمایاں فائدہ محسوس ہو اس میں چند مخصوص اجزاء کا اضافہ کر دیا گیا ہے، عرق بدمزہ تو ضرور ہے لیکن کبد معدہ - بانقراس - مرارہ - امعائے صغیر و کبیر کے لئے بہترین دوا ہے - ایک مرتبہ استعمال کر کے تجربہ کیجئے -

پانچ تولہ عرق شکر ملا کر پئیں -

قیمت بارہ خوراک تین روپئے (سے ؏)

ملنے کا پتہ

شفاخانہ تکمیل الطب، لکھنؤ

ہمارے مطبوں کے تجربے

حکیم محمد احمد صاحب صدیقی ڈی، آئی، ایم، ایس لکھنؤ

نام مریض - رام راج - عمر تخمیناً ۴۰ سال، محلہ ٹکیٹ گنج لکھنؤ - ۲ر فروری ۱۹۴۸ء کو مریض مطب میں آئے۔ اور قارورہ بھی ساتھ لائے - آپ نے بیان کیا کہ صبح کو خون کا پیشاب قریب دو ماہ سے برابر آرہا ہے - گردہ کے مقام اور موضع کبد میں درد ہوتا ہے - قبض کی شکایت بہت زائد رہتی ہے - علی العموم دو دو تین تین دن پاخانہ نہیں آتا - بخار کبھی نہیں آیا - سوزاک اور آتشک کی شکایت کبھی نہیں پیدا ہوئی دو ماہ سے ڈاکٹروں کے زیرِ علاج ہوں ہنوز کوئی فائدہ نہیں ہوا -

مریض کا قارورہ احمر اقتم د سرخ سیاہی مائل تھا - ضعف اور نقاہت بہت زائد ہوگیا تھا - معائنہ کے بعد میں نے رائے قائم کی کہ کلیہ کی کوئی رگ کھل گئی ہے جس کے باعث بول الدم کی شکایت پیدا ہوگئی ہے - میں نے شروع میں کہربائے شمعی ۲ ماشہ - بنسلوچن کبود ۲ ماشہ ۲½ ارقی خبث الحدید مکلس گرفتہ باریک نمودہ اوّل بخورند عقب آں تخم خرفہ سیاہ ۶ ماشہ بیخ انجبار ۴ ماشہ - ریشہ برگد ۴ ماشہ - مغز تخم کدوئے شیریں ۲ ماشہ - درآب تازہ ۱۵ تولہ جوشانیدہ صاف نمودہ شربت انار شیریں حل کردہ بنوشند - تجویز کیا - چار یوم نسخہ صبح اور شام استعمال کرنے کے بعد دوبارہ مریض قارورہ لایا - جسمیں کوئی فرق نہ پیدا ہوا - اُس کے بعد دیگر قابضات اور حابسات دم ادویہ مثل گل ارمنی - دم الاخوین - آب بارتنگ وغیرہ کے اضافے سے بھی کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہوا -

قریب ایک ماہ مریض میرے زیرِ علاج رہے اور میں نے جملہ تدابیر حبس دم کی اختیار کیں - موضع کلیہ پر قابض اور حابس ادویات گل ارمنی ۶ ماشہ - مازو سبز ۶ ماشہ - دم الاخوین ۶ ماشہ - صندل سرخ ۶ ماشہ - درآب برگ بارتنگ سبز سائیدہ کا لیپ استعمال کرایا - تغلیظ دم کی جملہ تدابیر خارجیہ و داخلیہ بیکار ثابت ہوئیں - اب میں نے محترم شفاء الملک حکیم خواجہ شمس الدین احمد صاحب کے مطب میں مذکورہ حال اور نسخہ جات کے ساتھ بھیجا - حکیم صاحب نے تشخیص کیا کہ انفتاح عرق کلیہ کی وجہ سے خون آرہا ہے جس میں کبد کی بھی شرکت ہے۔ آپ نے حسب ذیل نسخہ تجویز کیا - شیرہ تخم خرفہ سیاہ ۶ ماشہ - شیرہ بیخ انجبار ۴ ماشہ - شیرہ بارتنگ ولایتی ۶ ماشہ - در عرق بادیان ۱۵ تولہ گرفتہ نبات سفید حل کردہ بنوشند - دونوں اوقات صبح اور شام نسخہ پینے کے واسطے آپ نے فرمایا - غذا میں صرف آش جو اور شیر بز آپ نے بتلایا -

قریب ایک ہفتہ کے بعد مریض کے چہرے اور اطراف (ہاتھ اور پاؤں) میں تہبج پیدا ہوگیا - اور موضع کبد میں درد زائد ہونے لگا - میں نے دوبارہ حکیم صاحب کی خدمت میں بھیجنے کی سعی کی لیکن مریض نہ گیا - اس شکایت کو قریب ۳ ماہ ہوگئے اور روزانہ خون کافی مقدار میں بالبول خارج ہوتا رہا - مریض اب پیدل آمد و رفت کے بھی لائق نہ رہا - دوبارہ میں نے مریض کو مشورہ دیا کہ میڈیکل کالج میں جاکر قارورہ جانچ کرائیے اور میڈیکل کالج میں بھرتی ہوکر علاج کیجئے لیکن مریض دونوں اشکال پر راضی نہ ہوا اور کہنے لگے کہ دو ماہ ڈاکٹروں کے علاج سے جب کوئی نتیجہ نہ نکلا تو میڈیکل کالج میں کیا ٹھیک ہوں گا - انھوں نے مزید نسخہ لکھنے کے لئے مجھ سے اصرار کیا

میں نے خدا کا نام لے کر مسہلات، منضجات اور مقویات کبد اجزاء پر مشتمل نسخہ تجویز کیا۔ جس کے اجزاء حسب ذیل ہیں:۔

دواءالکرکم گرفتہ اول بخورند عقب آں سنبل الطیب
تولہ — ۴ ماشہ

بیخ بادیان۔ بیخ کرفس۔ بیخ اذخر۔ تخم کشوث درصرہ بستہ
۴ ماشہ — ۴ ماشہ — ۴ ماشہ — ۴ ماشہ

مویز منقیٰ۔ تربد اکبرآبادی مجوف درعرق بادیان جوشانیدہ صاف نمودہ
۱۰ دانہ — ۹ ماشہ — ۱۵ تولہ

شربت جامن حل کردہ بنوشند۔
۲ تولہ

غذا میں صرف شوربا۔ دال مونگ کا پانی اور مویز منقیٰ بتلائے۔ دونوں اوقات نسخہ پینے کی تاکید کی۔ ایک ہفتہ کے بعد مریض نہایت بشاش اور خوش مطب میں آئے اور کہنے لگے کہ نسخہ استعمال کرنے کے بعد روزانہ دو چار اجابتیں آجاتی تھیں، بھوک کھل کر لگنے لگی۔ ہاتھ پیروں اور چہرے کا ورم ٹھیک ہوگیا۔ قارورہ کا رنگ اب قریب اترجی کے تھا موضع کبد پر درد بھی نہیں رہا لیکن پیروں پر خفیف سا ورم باقی رہ گیا تھا۔ چنانچہ اب میں نے نسخہ میں معمولی سی ترمیم کردی شربت جامن خارج کرکے شربت دینار ۲ تولہ اضافہ کردیا اور چند یوم مزید نسخہ استعمال کرنے کی ہدایت کی۔ بعد از چند یوم مریض بالکل ٹھیک ہوگئے۔ قارورہ اب برابر اترجی ہوتا ہے ضعف اور نقاہت کے لئے دواءالمسک معتدل۔ جواہر مہرہ حار وغیرہ کے استعمال سے کمزوری بھی دور ہوگئی۔

حسن اتفاق ایک روز محترم شفاءالملک حکیم خواجہ شمس الدین احمد صاحب مسجد باغ مولوی انوار صاحب میں نماز عشاء پڑھنے تشریف لے آئے۔ میں نے آپ سے تمام واقعہ مریض کا بیان کیا اور نسخہ مذکورہ کے اجزاء پیش کئے۔ حکیم صاحب نے برجستہ فرمایا کہ تم نے نہایت جسارت سے مریض کا علاج کیا۔ اس کو ضعف کبد کی وجہ سے خون پیشاب میں آرہا تھا۔ آپ نے فوراً شرح اسباب کی عبارت واکثر مایعرض ضعف الکبد من البرودا لرطوبتہ۔ لان البرودۃ ممیتہ مخدرۃ مانعۃ عن جمیع الافعال الخ۔

وعلاجہ بالاشیاء الحارۃ القابضۃ مما یطلی بہ ومما یسقی۔ کاالدارچینی وفقاح الاذخر وغیرہ پڑھی۔ اور آپ نے فرمایا کہ نسخہ تم نے بالکل ٹھیک لکھا۔ میں حکیم صاحب کا ازحد مشکور ہوں کہ آپ نے ایک طبی مسئلہ معاً ایسا حل کردیا جو میرے لئے یقیناً باعث تشویش تھا۔ آپ نے مجھ سے مزید کہا کہ اس واقعہ کو رسالہ تکمیل الطب میں پیش کرنا چاہیئے۔ چنانچہ حکیم صاحب قبلہ کے حکم کے مطابق ناظرین تکمیل الطب کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

نوٹ:۔ اگر کوئی نیا مریض بول الدم کا مطب میں آتا ہے تو فوراً خیال ہوتا ہے کہ انفتاح یا انشقاق عروق کلیہ کے باعث خون آرہا ہے اور علی العموم قابضات اور حابسات کا استعمال شروع ہوجاتا ہے۔ حالانکہ شیخ الرئیس نے کلیات قانون میں صاف ارشاد فرمایا ہے:۔

واما العلتہ فی لون البول فی الامراض البارۃ
امراض باردہ میں قارورہ چند وجوہ سے

احمرّ اللون۔ فسببہٗ احدٌ۔ اما شدۃ الوجع۔
سرخ ہوتا ہے۔ یا درد کی شدت کی وجہ سے۔

واما سدۃٌ۔ واما الضعف الکبد وقصور قوتہ
یا کسی سُدّہ کے باعث۔ یا ضعف جگر کی وجہ سے قوت ممیزہ

عن التمیز بین المائیۃ والدم۔
مائیت اور دم میں تمیز کرنے سے قاصر ہوتی ہے۔

لہٰذا اسباب مذکورہ میں سبب تلاش کرکے نسخہ تحریر کرنا چاہیئے اور ہر خونی قارورہ کو یہ نہ خیال کرنا چاہیئے کہ گرم ہی مزاج یا گرم امراض کے نتیجہ میں سرخ آرہا ہے۔ بلکہ بعض اوقات ٹھنڈے امراض میں بھی سرخ قارورہ آتا ہے جیسا کہ شیخ الرئیس دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

وعلم انه قد یکون بول ابیضٌ والمزاج
تم کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ کبھی پیشاب سفید ہوتا ہے
حارٌ صفراویٌ و بول احمرٌ والمزاج
حالانکہ مزاج گرم صفراوی ہوتا ہے اور کا ہے قارورہ سرخ ہوتا ہے
باردٌ بلغمیٌ ۔
درآنحالیکہ مریض کا مزاج سرد اور بلغمی ہوتا ہے ۔
لہذا مذکورہ مسائل طلباء طب کو محفوظ ہونا چاہیئے ۔

ضعف دماغ اور حافظہ کی کمزوری کی خاص دوا

معجون نسیان ۶

تعلیمی، قانونی، دفتری اور طبی مشاغل کے لوگ اکثر نسیان کا شکار ہوتے ہیں جس سے ان کے تمام فرائض ہمیشہ تشنۂ تکمیل رہتے ہیں ۔ شفاخانہ تکمیل الطب کی مذکورۂ بالا معجون دماغ کی اس کمزوری کو بہت جلد رفع کردیتی ہے ۔

قیمت فی خوراک دوٗ آنہ (۲/)

انچارج شفاخانہ تکمیل الطب لکھنؤ

سو فیصدی کامیاب و مجرب دوا

مشتری مقوی رحم ۱۱۳

جس نے ہزارہا خواتین کو سیلان الرحم کے موذی مرض سے نجات دلائی ہے معین حمل بھی ہے ۔ اس لئے کہ اس کے استعمال سے رحم میں طاقت آجاتی ہے اور عضلات کا ڈھیلاپن دور ہوجاتا ہے ۔ حمل کے قیام میں نہ صرف آسانی ہوتی ہے بلکہ بچے تندرست پیدا ہوتے ہیں ۔

قیمت مکمل کورس صرف دوٗ روپئے (عہ/)

مینجر شفاخانہ تکمیل الطب ۔ لکھنؤ

سنون سرخ ۳۸

پائیوریا کا شافی علاج

شفاء الملک حکیم محمد عبدالحمید صاحب مرحوم کا مایۂ ناز نسخہ ہے جو صرف شفاخانہ تکمیل الطب تیار کرتا ہے مسوڑھوں سے خون اور پیپ آنے کیلئے نہایت نافع ہے، ہزاروں مریض اس سے شفایاب ہوچکے ہیں پائیوریا اس قسم کا مرض ہے جس سے نقصانات صرف مقامی ہی نہیں بلکہ دُور رس ہوتے ہیں اس لئے اولین فرصت میں اسکا علاج کیجئے اور علاج یہ نہیں کہ دانت نکلوادیجئے بلکہ سنون سرخ استعمال کیجئے جس سے مرض بھی جاتا رہے گا اور دانت نہ صرف قائم رہیں گے بلکہ مضبوط اور پائدار ہوجائیں گے ۔ قیمت فی تولہ (۸/)

انچارج شفاخانہ تکمیل الطب ۔ لکھنؤ

سفوف سوزاک مزمن ۱۱۳

سوزاک کے ثانوی مہلک امراض سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ مرض سے مکمل طور پر شفا حاصل کی جائے مگر سلفا نیمائڈ اور پنسلین کے اس دور میں بھی پرانا سوزاک ابھی تک بآسانی علاج پذیر نہیں ہوتا سفوف مذکور خاندان عزیزی کا مایۂ ناز مرکب ہے جو برسوں سے شفاخانہ میں مستعمل ہے اور نہایت مفید ثابت ہوا ہے پھر نہ یہ زہریلے اجزاء پر مشتمل ہے اور نہ اس کا کوئی ناگوار ردّ عمل ہے ۔ یونانی ادویہ کی بے ضرری کی تمام خصوصیات کے ساتھ اس بیماری کو رفع کرتا ہے ۔

قیمت فی خوراک آٹھ آنے (۸/)

شفاخانہ تکمیل الطب کی مکمل فہرست طلب کرنے پر بھیجی جاسکتی ہے

انچارج شفاخانہ تکمیل الطب ۔ لکھنؤ

تذکرۂ اطباء لکھنؤ

مولوی حاجی سید نواب علی صاحب ایم۔اے

گذشتہ سے پیوستہ

(۷)

اب ہم تکمیل الطب کے جلسہ سالانہ بابتہ ۱۹۰۵ء سے حکیم صاحب کی ایک مطبوعہ تقریر کا اقتباس درج کرتے ہیں جس سے آپ کے بحر علمی کی ایک جھلک نظر آتی ہے:۔

"حضرات! طب یونانی ایک ایسا علم شریف اور افضل ہے کہ جس کا بیان اس مختصر سی تحریر میں آنا نہایت مشکل ہے۔ لیکن میرا مقصود اس وقت صرف یہ ہے کہ میں نہایت اختصار کے ساتھ ان اجزاء طب یونانی کی حالت کو دکھاؤں جن پر کہ ہر شخص طعنہ زن ہو رہا ہے۔ میری مُراد اُن اجزاء سے اناٹمی (علم تشریح) اور سرجری (عمل بالید) اور کیمسٹری (علم کیمیا) سے ہے۔ آج کل عام و خاص انھیں تینوں حصّوں کی وجہ سے طب یونانی کو مورد اعتراض بتاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ان کے اصول طب یونانی میں کامل طریقے سے موجود نہیں۔ یہ خیال ان کا محض عدم واقفیت کی وجہ سے ہے۔ مختصراً میں اب ان چند حکماء کے نام پیش کرتا ہوں:۔

براکلوس ۔ یہ حکیم علم کیمسٹری کا مجتہد تھا۔ اس نے اس علم کو مدون کیا چند کتابیں تصنیف کیں۔ جتنے اصول و قواعد واضح کئے۔ کتاب راعنائی اور الیماز، اسی کی تصنیف سے ہیں۔ اس نے ایک کتاب علم کیمیا کی تصنیف کی جو میری نظر سے گذری۔ نہایت عمدہ ہے ادویہ کی روح اور ست اور روغن وغیرہ نکالنے کا طریقہ بھی نہایت عمدگی سے لکھتا ہے۔ مجھ کو امید ہے کہ اگر رؤسا نے تھوڑی سی توجہ اس طرف مبذول کی تو اس کتاب کے ذریعہ سے طب یونانی میں بھی ادویہ قلیل المقدار اور قوی الاثر تیار ہو سکیں گی اور پبلک کو فائدہ ہوگا۔

ہرمس طبیب بھی کیمسٹری کا ماہر گذرا ہے۔ ایک کتاب لوح زمردی تصنیف کی ہے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ طب یونانی میں بھی تشریح اور اعمال بالید موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ موفق الدین عبداللطیف بغدادی نے علم تشریح میں کتاب الکفایہ لکھی۔ ابن ہیثم بھی اپنے زمانے کے طبیبوں میں تشریح داں گذرا ہے کتابیں بھی اس فن میں تصنیف کیں ابو ولید بن رشد بھی تشریح کا عالم گذرا ہے یہاں تک اسکا مقولہ تھا (من اشتغل بعلم التشریح ازداد ایمانا باللہ) ترجمہ جو شخص علم تشریح کو حاصل کرے گا اس کا ایمان اللہ کے ساتھ زیادہ ہوگا۔

آپ ہی انصاف فرمائیں کہ جن حکماء کے خیالات اس قدر وسیع ہوں کہ علم تشریح کو معین معرفت الٰہی جانتے ہوں تو ان کو تشریح سے بے بہرہ کہنا کس قدر بیجا اور ظلم ہوگا جالینوس اور بقراط نے متعدد کتابیں تصنیف کیں منجملہ انکے بقراط نے کتاب قاطیطریون مشتمل بر سہ مقالہ اور کتاب الکسر والجبر خاص اعمال بالید میں لکھیں۔ امین الدولہ ابوالحسن وزیر نے بھی ایک کتاب نہج الواضح تصنیف کی جس میں ایک باب خاص اعمال بالید میں لکھا۔ عمار بن علی طبیب نے بھی ایک کتاب المنتخب علاج چشم اور اس کے اعمال بالید میں

لکھی - رشید الدین شیخ مہذب الدین نے بہت سے جدید آلات ایجاد کیے - حکیم قسطا بن لوقا بعلبکی نے ایک کتاب لکھی جسمیں آلات کا نہایت وضاحت سے بیان لکھا سید برہان الدین طبیب بھی کحالی میں مشاق تھا اسی وجہ سے اس کا لقب شریف الکحال رکھا گیا خلف بن عباس زہراوی نے بھی ایک کتاب آلات کے بیان میں لکھی جو میری نظر سے بھی گذری ہے علاوہ اس کے سرجیس طبیب ابو الفضل عبد المنعم - ہارون بن موسیٰ - یحییٰ بن اسحٰق - ابو الحکم عمرو کرمانی بھی اعمال بالید کے مشہور طبیبوں میں گذرے ہیں اس میرے بیان سے معلوم ہوگا اطبائے یونانی اعمال بالید میں عاری نہ تھے بلکہ ہر قسم کے آپریشن کو عمدگی سے عمل میں لاتے تھے -

حضرات - اس وقت یہ امر قابل غور ہے کہ کیا یہ وہی طب یونانی ہے جو آج کل مُرّوج ہے جس کے تمام قواعد کے عمل پر ہم قادر ہوں - کیا کوئی ایسا طبیب ہے جو براکلوس اور ہرمس کی طرح کیمسٹری میں ماہر ہو اور دوائیں قلیل المقدار اور کثیر الاثر تیار کر سکے اور ملک کو فائدہ پہنچائے - کیا کوئی طبیب مثل سرجیس اور عمار بن علی کے کحالی میں مشاق ہے؟ اور ملک کو فائدہ پہنچائے ؟ کوئی طبیب ایسا ہے جو مثل عبد اللطیف بغدادی اور ابن ہیثم طبیب کے تشریح جانتا ہو ہرگز نہیں - اس لئے اس ناچیز نے محض آپ حضرات کے بھروسے پر اس کے اجرا کا قصد تکمیل الطب کے ذریعہ کر لیا ہے - میری غرض اس مدرسہ سے ہے کہ مدرسہ تکمیل الطب کے سند یافتہ علاوہ اس کے کہ نسخہ لکھنے اور شناخت نبض میں مشاق ہوں علم کیمسٹری اور سرجری میں بھی ایک عمدہ نمونہ براکلوس اور سرجن کے ہوں -

انھیں ایام میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس دسمبر ۱۹۰۰ء میں لکھنؤ میں ہوا - نواب محسن الملک صاحب اور مشاہیر ملت تشریف لائے حکیم صاحب نے ایک رزولیوشن جسے مولانا عبد الحلیم صاحب شررؔ نے پیش کیا ایک خاص جلسے میں جس میں عمائدین شہر اور نمائندگان ملت ایک ہزار کی تعداد میں جمع ہوئے منظور کرا کے کھلے اجلاس میں پیش کرا یا - جس کے صدر مسٹر تھیوڈور مارسین صاحب پرنسپل ایم ، اے او - کالج علیگڈھ تھے - نواب وقار الملک بہادر نے اس رزولیوشن کی زور و شور سے تائید کی جو بالاتفاق منظور ہوا وہ رزولیوشن یہ ہے :-

" درس گاہ تکمیل الطب کی جانب سے خاصۃً اور مسلمانان لکھنؤ کی طرف سے عموماً کانفرنس کے آئندہ اجلاس میں ایک رزولیوشن اس مضمون کا پیش کیا جائے کہ اسے تکمیل الطب کے اغراض سے پورا اتفاق ہے اور تکمیل الطب طب یونانی کی ترقی کا اچھا ذریعہ ہے اور ایجوکیشنل کانفرنس بحیثیت ایک عام قومی جلسہ ہونے کے طب یونانی کو منجملہ ان علوم و فنون کے تصور کرتی ہے جن کی تعلیم مسلمانوں کے واسطے مناسب ہے اور جو بلحاظ فلاح دنیوی و تمدن ان کے حق میں مفید اور سودمند قرار دی گئی ہے "

اس طور سے مسلمانان ہندوستان اور ان کا تعلیم یافتہ با اثر طبقہ بھی تکمیل الطب کا ہمدرد اور معین ہوگیا -

تکمیل الطب کے اور حالات اور ترقیاں ہم حکیم صاحب کے بیٹوں اور بھتیجوں کے تذکرہ میں آئندہ اوراق میں درج کریں گے -

حکیم صاحب کو اپنے مطب اور درس و تدریس میں اس قدر انہماک تھا کہ علاج کی غرض سے باہر بہت کم تشریف لے جاتے تھے مریض دور دور سے خود ہی آجاتے تھے اور تعلقداران اودھ میں جو آپ کے معتقد تھے وہ بھی لکھنؤ آکر علاج کراتے تھے اسی زمانے میں مہاراجہ صاحب گائیکواڑ بڑودہ نے حکیم صاحب کو طلب فرمایا اور آپ چند روز کے لئے بڑودہ تشریف لے گئے - میں اس زمانے میں بڑودہ کالج کا پروفیسر فارسی تھا چشم دید واقعات ذرا تفصیل کے ساتھ ذیل میں درج کرتا ہوں :-

قصبہ موہان کے مشہور حکیم سید ہاشم علی خاں جن کو ریاست بڑودہ سے بارہ ہزار ماہوار تنخواہ ملتی تھی ان کے انتقال کے بعد

مہاراجہ سیاجی راؤ گائکواڑ نے ان کے دونوں بیٹوں کو ایک ہزار ماہوار پنشن مقرر کر دی تھی بڑے صاحب حکیم باسط علی خاں ناز و نعمت میں پلے ہوئے کسب علوم میں کمال حاصل نہ کر سکے اور عیش و نشاط کی زندگی بسر کرتے تھے چھوٹے صاحب حکیم محمد رسول خاں البتہ علوم و فنون میں فائق تھے اور فنِ طب میں علمی اور عملی دونوں حیثیت سے مشہور تھے مگر اب ڈاکٹروں کا زمانہ تھا اور مہاراجہ صاحب یورپ کے کئی سفر کر چکے تھے۔ اطبا کی طرف توجہ کم تھی حکیم محمد رسول خاں چونکہ بڑے بذلہ سنج اور ظریف تھے اور درباداری خوب کرتے تھے۔ مہاراجہ صاحب نے ان کو اپنے مانکریوں (مصاحبین) میں داخل کر لیا۔ حکیم صاحب کے جد امجد کو سابق گائکواڑ بڑودہ نے جاگیر میں ایک گاؤں بھی دیا تھا لیکن اسراف کا بُرا ہو قرض کا بار اس قدر بڑھ گیا کہ آمدنی بھی مہاجنوں کے سود درسود کے چکر میں پھنسی رہتی تھی مگر امیرانہ شان وہی تھی ایسے ماحول میں دونوں صاحبوں کی اولاد میں سے کوئی مشہور طبیب نہ نکل سکا۔ یہ میں اس لئے لکھتا ہوں کہ جب میں نے حکیم عبدالمعید صاحب سے ان کے جد امجد حکیم محمد یعقوب صاحب کے جاگیر قبول نہ کرنے کا واقعہ سُنا تو مجھے بڑودہ کے ان اطبا کے عبرت انگیز واقعات یاد آ گئے۔ مہاراجہ صاحب کی پہلی مہارانی کی ایک ہی اولاد نرینہ (فتح سنگھ راؤ ولیعہد) چھوڑ کر قضا کر گئیں۔

دوسری مہارانی سے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ ولیعہد فتح سنگھ کو مہاراجہ صاحب نہایت عزیز نظر میں رکھتے تھے مگر ملیٹری افسروں کی صحبت میں ولیعہد بہادر نشۂ جوانی میں بنت العنب کے ایسے شیدائی ہو گئے کہ صحت پر بُرا اثر پڑا تب مولانا محمد علی مرحوم جو اس وقت مسٹر محمد علی آکسن کہلاتے تھے اتالیق مقرر ہوئے۔ مولانا کی زبردست شخصیت کا ولیعہد پر جو فی نفسہ ایک ہونہار نوجوان تھے مگر صحبت بد نے اس حالت پر پہنچا دیا تھا۔ اچھا اثر ہونے لگا مولانا محمد علی اس وقت فیشن ایبل جنٹلمین تھے مگر دل میں دردِ ملت بھرا تھا رمضان المبارک کا زمانہ آیا۔ مولانا روزے سے تھے شام کو ولیعہد کے یہاں افطار صوم کیا اور کہنے لگے کہ ہمارے رامپور میں افطار کے وقت توپ چھُٹا کرتی ہے ولیعہد پر مولانا کی پابندی ارکان دین اور صاف گوئی کا ایسا اثر پڑا کہ دوسرے ہی دن ملیٹری میں حکم بھیج دیا کہ ہماری مسلمان رعایا کی خاطر افطار کے وقت توپ چھوٹا کرے۔ ریاست بڑودہ میں یہ دستور تھا کہ عیدین کے موقع پر مہاراجہ بنفس نفیس فوج کے ساتھ عیدگاہ جاتے تھے۔ سواری کھڑی رہتی تھی جب خطبہ ختم ہوتا تھا اور خطیب کو خلوت مل جاتی تھی تب سواری واپس جاتی تھی مہاراجہ صاحب کی عدم موجودگی میں دیوان ریاست یا ان کے خاندان کا کوئی فرد یہ رسم ادا کیا کرتا تھا اس مرتبہ عید میں ولیعہد بہادر خود تشریف لے گئے اور خوش خوش واپس آئے۔ شیشہ و جام سے بھی آپ کو پرہیز ہو چلا تھا۔ اسی زمانے میں علیگڈھ کالج سے لڑکوں کا ایک ڈپوٹیشن فراہمی چندہ کی غرض سے آیا۔ مولانا محمد علی نے ولیعہد سے تعارف کرایا انھوں نے امداد بھی کی اور فرمایا کہ چند قابل علیگ میرے اسٹاف میں رکھنے کا انتظام کرنا۔ اب حاسدوں نے اشد ساز باز کر کے مولانا کو اتالیق کے عہدے سے ہٹوا کر ریاست کے محکمہ میں بھجوا دیا جہاں وہ چار سال کام کر کے خدمت ملت کے لئے مستعفی ہو گئے اور ولیعہد کی حالت پھر ویسی بگڑ گئی کہ اسی زمانے میں انتقال ہو گیا۔

مہارانی صاحبہ کے بڑے بیٹے کی ادھر یہ حالت تھی کہ وہ بھی مخمور رہتے تھے اور صحت خراب تھی عقد ہو چکا تھا۔ مگر کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ مہارانی صاحبہ سخت پریشان تھیں اسی زمانے میں انھوں نے مہاراجہ صاحب سے عرض کر کے حکیم عبدالعزیز صاحب کو ایک ہزار روزانہ فیس پر بُلوایا تھا ایسی بڑی ریاست میں جس کی آمدنی اس وقت

تین کروڑ روپیہ تھی اور برٹش درباروں میں حضور نظام کے بعد مہاراجہ صاحب کی کرسی ہوتی تھی اور خود مہاراجہ صاحب کی قابلیت اور اعلیٰ انتظام کی شہرت نہ صرف ہندوستان میں بلکہ باہر بھی تھی۔ حکیم صاحب چند ملازمین، کچھ دوائیں اور کتابیں ساتھ لے کر نہایت سادگی سے بڑودہ پہنچے۔

راج محل کے ایک پُرفضا گوشہ میں حکیم صاحب مہمان ٹھہرائے گئے۔ صبح کو مہارانی صاحبہ کی نبض دیکھی نسخہ لکھا۔ کچھ نسوانی شکایات تھیں دو ہی دن میں فائدہ محسوس ہوا تب انھوں نے صاحبزادے کو دکھایا اور واقعات بیان کر دیئے علاج شروع ہوا ایک ہفتے کے بعد حکیم صاحب نے فرمایا امید ہے کہ حسب دلخواہ مریض کو فائدہ ہو جائے گا پورے تدارک کا میں یہاں انتظام کئے جاتا ہوں اپنا ایک شاگرد لکھنؤ سے بھیج دوں گا اور خود اب رخصت چاہتا ہوں مہارانی صاحبہ نے فرمایا حکیم صاحب اتنی عجلت کیوں آپ ایک ماہ تو ٹھہریں اور ابھی تو مہاراجہ صاحب کی بھی نبض دیکھئے۔ دوسرے دن مہاراجہ صاحب کے حضور میں حکیم صاحب پیش ہوئے یہاں یہ سُن لینا چاہیئے کہ بڑودہ کے سابق مہاراجہ کھانڈے راؤ کے کوئی اولاد نہ تھی بعد وفات ان کی مہارانی کو گورنمنٹ برطانیہ نے کسی کو گود لینے کی اجازت دی۔ دکن کے ایک کوردیہہ میں خاندان گائیکواڑ کے کچھ لوگ آباد ہیں ایک گھر میں تین لڑکے تھے منجھلے کو جس کی عمر قریب گیارہ سال کی تھی مہارانی نے گود لے لیا جو ہز ہائینس سر سیاجی راؤ مشہور ہوئے۔ اب وہ حکیم صاحب کو اپنی نبض دکھا رہے تھے۔ حکیم صاحب نے غور کرکے فرمایا۔ مہاراجہ صاحب آپ کو ابتدا میں یہ امراض تھے جن کا خفیف اثر ہے کوئی خاص مرض نہیں ہے جس کا میں اس وقت علاج کردوں ہاں اگر حکم ہو تو کچھ مفرحات لکھ دوں۔ مہاراجہ صاحب بڑے مُدبّر مردم شناس اور سنجیدہ تھے اس وقت خاموش ہوگئے شب کو مہارانی صاحبہ سے دریافت کیا۔ کیا تم نے میرا حال حکیم صاحب سے کہا ہے۔ انھوں نے انکار کیا۔ صبح کو مہاراجہ صاحب حکیم صاحب سے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ ملے اور فرمایا کہ حکیم صاحب آپ واپسیٔ وطن کے لئے اس قدر عجلت کیوں کر رہے ہیں کیا یہاں آپ کی مرضی کے مطابق کچھ عمل نہیں ہو رہا ہے۔ حکیم صاحب نے شکریہ ادا کرتے ہوئے عرض کیا میرے مریض جن کی تعداد اب زائد ہے میرے مطب میں روز آتے اور مایوس ہو کر واپس جاتے ہوں گے پھر جو مدرسہ تکمیل الطب میں نے کھولا ہے اور اس میں روزانہ درس دیتا ہوں اسمیں غیر حاضری کے باعث مجھے تکلیف رہتی ہے یہ سُن کر مہاراجہ صاحب نے فرمایا۔ حکیم صاحب اچھا جو آپ کی خوشی ہو مجھے منظور ہے۔ پھر مہارانی صاحبہ نے جاکر فرمایا کہ حکیم صاحب بندۂ زر نہیں ہیں ہم ان کو روک نہیں سکتے جو ان کی خوشی ہو ویسا کرو۔ اس طور سے حکیم صاحب کو اجازت ملی۔

بڑودہ کے قیام میں حکیم صاحب نہ وہاں کے عمائدین سے ملے اور نہ سیر و تفریح کے لئے اِدھر اُدھر نکلے۔ راج محل کے پُرفضا چمن میں بس شغل کتب بینی رہتا تھا۔ حافظ صاحب نے خوب کہا ہے

فراغتے و کتابے و گوشۂ چمنے

لکھنؤ واپس آکر حکیم صاحب نے ایک شاگرد حکیم محمد حسین خاں کو جو بابو پور ضلع سیتا پور کے باشندے تھے بڑودہ بھیج دیا جہاں وہ حسب ہدایت معالج رہے اور مہارانی صاحب کی مراد بر آئی۔ پھر حکیم محمد حسین کو دو سو روپیہ ماہوار پر مقرر کر لیا عرصہ تک وہ وہاں رہے اور مہارانی صاحبہ نے آخر میں ان کی پنشن مقرر کر دی وہ اپنے وطن چلے آئے اور مرتے دم تک پنشن پاتے رہے۔ حکیم عبدالعزیز صاحب کو اگرچہ کتب بینی کا بہت شوق تھا ایک رسالہ تحفۂ عزیزیہ اوزان میں بزبان فارسی لکھا۔ ایک چھوٹا سا کتب خانہ بھی جمع کر لیا تھا احباب میں زندہ دل تھے میرے ماموں صاحب قبلہ سید محمد جعفر صاحب دکمال قندھاری بازار میں رہتے تھے

حکیم صاحب کے قدیم دوستوں میں سے تھے ہر ہفتہ یا تو حکیم صاحب خود تشریف لاتے تھے یا ماموں صاحب جھوائی ٹولہ جاتے تھے اور بے تکلفی کی صحبتیں گرم رہتی تھیں ۔

مدرسۂ تکمیل الطب کو قائم ہوئے آٹھ سال ہو چکے تھے اس کی بیش بہا خدمات کا ملک میں اعتراف ہونے لگا تھا اور عرب و عجم، ترکستان و افغانستان سے بھی طلبہ طلب فن طب میں آ رہے تھے اور فارغ التحصیل ہو کر واپس جا رہے تھے۔ اب حکیم صاحب کو حج و زیارت کا شوق ہوا اور اس شوق نے بیتاب کر دیا۔ طبیب بیمار محبت بن گیا اور والہانہ انداز سے لبیک لبیک کہتا ہوا ظلمت کدۂ ہند سے اُس آستانۂ پُر نور پر پہنچا جس کی صفت یہ ہے :-

آیۃ :- وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ط

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علت ہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما
اے تو افلاطون و جالینوس ما

فریضۂ حج ادا کر کے مدینۂ منورہ میں روضۂ مطہرہ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھتے ہوئے حاضر ہوئے اور زیارت سے فراغت کر کے بیت المقدس پہنچے وہاں مقامات مقدسہ کی زیارت کر کے مصر میں مشہور درس گاہ جامع ازہر کو دیکھتے ہوئے وطن واپس آئے۔ ارکان خمسہ اسلام کی تعمیل کر چکے تھے اور حسنۂ دنیا وہ حاصل ہو چکا تھا اور حسنۂ آخرت کے لئے سرائے فانی سے عالم جاودانی کا سفر سنہ ۱۹۱۱ء میں اختیار کیا اور اپنے آبائی قبرستان جھوائی ٹولہ میں سپرد خاک ہوئے

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ط

آپ کی اولاد میں تین طبیب ہوئے۔ ایک شفاء الملک حکیم عبد الرشید صاحب مرحوم دوسرے شفاء الملک حکیم عبد الحمید صاحب جن کا ابھی حال میں انتقال ہوا ہے اور تیسرے حکیم عبد الحلیم صاحب جو جھوائی ٹولہ میں کامیابی کے ساتھ مطب کر رہے ہیں۔ شاگردوں میں جن کی ہندوستان اور بلاد اسلامیہ میں کثرت ہے چند مشاہیر کے نام درج ذیل ہیں :-

مولانا سید اکبر خاں صوبہ سرحد۔ مولانا حفیظ اللہ علاقہ باجوڑ۔ مولانا محمد یوسف کابلی۔ مولانا سید احمد گل بخاری۔ مولانا حبیب اللہ خاں کابلی۔ مولانا مزمل خاں ہراتی۔ مولانا حکیم عبد الباری پٹنہ کے مشہور و معروف طبیب۔ حکیم عبد الوہاب پرتاب گڈھ۔ حکیم خلیل الرحمن پیلی بھیت۔ مولانا حکیم عبد الحی ضلع مرشد آباد۔ پروفیسر سید محمد رضا سلطان المدارس لکھنؤ۔ حکیم منے آغا صاحب آفتاب لکھنوی۔ حکیم سید قاسم یار صاحب کٹرہ مانک پور۔ حکیم خواجہ کمال الدین لکھنوی۔ حکیم چودھری بشیر احمد نگرامی[1]۔ حکیم محمد علی صاحب اڈیٹر مرقع عالم ہردوئی۔ مولانا حکیم سید وجیہ الدین اشرف سجادہ نشین درگاہ کچھوچھہ۔ مولانا حکیم صادق الیقین کرسوی۔ نواب حکمت یار جنگ بہادر حیدر آباد دکن۔

حکیم عبد العزیز صاحب نے دو شادیاں کیں پہلی بی بی (جن سے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی) کے انتقال کے بعد مرحومہ کی چھوٹی بہن سے چند سال بعد عقد کیا جن سے چار بیٹے اور ایک بیٹی تھی ان میں دو بیٹے طبیب ہوئے۔ بڑے حکیم عبد الحکیم صاحب کا عین جوانی میں انتقال ہو گیا دوسرے حکیم عبد العلیم صاحب جن کا ذکر آئندہ اوراق میں ہوگا۔

(باقی آئندہ)

فٹ نوٹ

[1] حکیم چودھری بشیر احمد صاحب شاگرد حکیم عبد العزیز صاحب نے جو قندھاری بازار لکھنؤ میں مطب کرتے ہیں مجھ سے فرمایا کہ ہمارے استاد نے ایک دن شاہان سلف کے دوسرے مشاہیر اطبا کے ذوق علمی اور سادہ زندگی بسر کرنے کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم سمجھتے ہو گے کہ میں امیرانہ ساز و سامان میں رہتا ہوں گا۔ میرے کمرے میں ایک تخت بچھا رہتا ہے اور چاروں طرف کتابیں پھیلی ہوئی ہیں بس یہی میرا ساز و سامان ہے اور اسی سے میں خوش ہوں۔

مکتوب

مکرمی ! السلام علیکم و رحمۃ اللہ ! مزاج گرامی؟

پبلک کے بے انتہا اصرار سے مجبوری کی بات تو دوسری ہے ورنہ "مجربات" طبی رسالہ کا ضروری عنوان نہیں ہے۔ یہ اناڑی کے ہاتھ میں بندوق دے دینا ہے اور عطائی کے لئے خطرہ جان بننے کا سامان پیدا کرنا ہے۔ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مجربات کیلئے سب سے زیادہ گوش بر آواز اور چشم براہ طبقہ عطائیوں و رجاہلوں کا ہوتا ہے طلسم مجربات کی دل کشی اور جاذبیت اسکے "خاندانی" اور "صدری" ہونے میں پوشیدہ ہے ورنہ قرابادینیات اور مفردات کا پورا لٹریچر مجربات کا ایسا خزانہ ہے جو ہزار ہا سال سے دنیا کے بیشتر حصوں میں لاتعداد حکیموں اور مریضوں کی مہر ہائے تصدیق سے سرخرو ہوتا رہا ہے۔ بایں ہمہ زمانے کی یہ ستم ظریفی کس قدر افسوسناک ہے کہ "جوارش کمونی" پر "معجون مقوی معدہ رجسٹرڈ" "جوارش ہاضم" اور "ہاضومی" کی عزت و وقعت حاوی خیال کی جاتی ہے میری صاف گوئی اگر معاف فرمائی جائے تو میں عرض کروں کہ "مجربات" دوکان کو فروغ دینے کا ایک حسین بورڈ ہے۔ آج اکابر اطباء کے مجربات دنیا سے ناپید نہیں ہوگئے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ ابناء زمانہ ایسی بیش قیمت چیزیں چھوڑکر کم قیمت چیزوں پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔ افسوس کے قابل ہے یہ کوتاہی قدر اور ماتم کے لائق ہے یہ فریب نظر۔

اس سلسلہ میں یہ نکتہ بہت زیادہ توجہ طلب ہے کہ مجربات کا خیر مقدم کرنے کے لئے جتنے ہاتھ بڑھتے اور جھپٹتے نظر آتے ہیں اسکا ہزارواں حصہ بھی طب کے اصول اور بنیادی مباحث کی طرف جھکتے ہوئے کیوں معلوم نہیں ہوتے؟ حد یہ ہے کہ درسگاہوں میں بھی طلباء کی جد وجہد کا رُخ پورا پورا ٹھوس تعلیم کی طرف ہونے کے بجائے ان کے متعلقہ شفاخانوں اور دواخانوں کے مجربات کی طرف مبذول ہوتا ہے۔

طب کے رسائل نے مجربات کی دل کھول کر اشاعت کرنے میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں کی اور اس موضوع پر زمانہ موجودہ کے مُصنفین کی خصوصی توجہ سے بڑا بھاری لٹریچر بھی پیدا ہوگیا ہے مگر ظاہر ہے کہ یہ چیز طب کو تنزل سے کبھی نہ روک سکی بلکہ اس کے برعکس عطائیوں کے ہاتھوں کو مضبوط بنا کر مزید پستی ہی کا سبب بنی ہے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ طب کا "علم" محقق و منقّد صورت میں پھیلانے کی کوشش کی جاتی اور وابستگانِ طب میں پھر ایک مرتبہ وہی شغف علمی پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی جس کی ہر جنبش قلم سے مجربات پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ آپ اس سے ضرور باخبر ہوں گے کہ مجرباتی اطباء کے مقابلے میں علمی اطباء کا ایک قحط ہے اور یہی طب کے تنزل کا اصلی سبب ہے۔

ہمارے اطباء کے پیش نظر طب کی ترقی کا اس وقت جو پروگرام ہے وہ طب جدید کے مسائل کے حصول تک محدود ہے۔ مجھے اس سے اختلاف نہیں۔ مگر میں حیرت سے دیکھتا ہوں کہ طب قدیم کا لٹریچر درسگاہوں اور رسالوں سے روز بروز نہایت تیزی کے ساتھ خارج ہوتا چلا جاتا ہے۔ طلباء اور اطباء کی عام ذہنیت طب قدیم کے متعلق برابر گرتی چلی جاتی ہے۔ اور ملک سے اس کا وقار اُٹھتا چلا جاتا ہے۔

اشاعت مجربات کے سلسلے میں "ہمارے مطبوں کے تجربے" کی حد تک میں حامیان مجربات کا ہمنوا ہوں۔ اسکے علاوہ مجربات کی دوسری مروج صورت، اس کی عامیانہ شکل ہے۔ قرابادینیات کا پورا لٹریچر اپنی گراں مائیگی اور گرانباری کے باوجود ہمارے لئے اتنا کار آمد نہیں ہوتا جتنا زمانہ تعلیم میں اساتذہ کرام سے حاصل کیا ہوا "مطب"۔۔۔۔

شکیل صاحب آپ کہتے ہوں گے عجب آدمی ہے۔ ایک دم سے بکنا شروع کردیا اور سانس لینے کا نام نہیں! خیر و عافیت اور دوستانہ پوچھ گچھ کا تو ذکر ہی کیا۔۔۔۔ بات یہ ہے کہ "تکمیل الطب" کی اشاعت مجربات پر آمادگی کے متعلق اپنی ناچیز رائے پیش کرنی تھی۔ یہ ضرور ہے کہ ماحول سے ساز گئے بغیر ملتی نہیں۔ خیر جیسی آپ کی رائے ہو۔۔۔۔ اب فرمائیے مزاج کیسا ہے؟ اور کیا حال ہے؟ آپ ہیں تو بفضلہ خوش و خرم؟

آپ کا

دور افتادہ ۔ افتخار علی

بیسل پور غیاث پور (پیلی بھیت)

انجمن اطباء صوبۂ بہار کا اہم اجلاس

نئے عہدہ داروں کا انتخاب اور پٹنہ میں بہار صوبائی طبی کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ

" اگر ہم اسی طرح منظم اور متحد ہو کر بے غرضی اور بے لوثی کے ساتھ خدمت فن میں مصروف جد و جہد رہے تو میں آپ حضرات کو یقین دلاتا ہوں کہ فن طب اور اس کے ساتھ ہم طبیبوں کا مستقبل نہایت شاندار اور تابندہ ہوگا "۔

یہ الفاظ انجمن اطباء صوبۂ بہار کے اجلاس کا افتتاح کرتے ہوئے شفاء الملک حکیم سید مظاہر احمد صاحب نے فرمائے۔ جناب مولانا حکیم عبد الخبیر صاحب پٹنہ نے جلسے کی صدارت فرمائی۔

حسب اعلان مورخہ ۷ ار ستمبر ۴۸ء کو تین بجے دن کے وقت بمقام دریاپور پٹنہ انجمن اطباء صوبۂ بہار کے اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی۔ مقامی ممتاز اطباء کے علاوہ صوبے کے تقریباً ہر گوشہ مونگیر، گیا، رانچی، بھاگلپور، آرہ، دربھنگہ، بہار شریف اور داناپور وغیرہ کے ممتاز اطباء موجود تھے۔

تلاوت کلام پاک اور تحریک صدارت کے بعد جناب پروفیسر حکیم عبد الاحد صاحب نے تمام اطباء کا خیر مقدم کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنی مصروفیتوں، موجودہ سیلاب کی تباہ کاریوں اور سفر کی صعوبتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے محض خدمت فن کے بے پناہ جذبات کے ساتھ آپ حضرات نے ہماری آواز پر لبیک کہتے ہوئے زحمت سفر گوارا کی اس سے اگر ایک طرف ہماری ہمتیں بلند اور عزائم مستحکم ہو گئے ہیں تو دوسری طرف یہ ہمارے صوبے کے اطباء کی بیداری اور اتحاد عمل و یگانگت فکر کا پختہ ثبوت ہے۔ اس موقع پہ آپ حضرات کا خیر مقدم کرتے ہوئے میں بجا طور پہ یہ توقع رکھتا ہوں کہ ہم لوگ انفرادی و اجتماعی حیثیت سے ایک عزم صمیم کے ساتھ اپنے مطمح نظر اور منزل مقصود کی طرف گامزن رہیں گے۔

شفاء الملک حکیم سید مظاہر احمد صاحب نے نزدیک اور دور دراز سے آئے ہوئے اطباء کو خوش آمدید کہتے ہوئے اپنی فاضلانہ تقریر ایک نہایت ہی مؤثر و دل نشین انداز میں شروع کی، مسودہ قانون کے متعلق کارروائیوں کا جائزہ لیتے ہوئے فرمایا، ہماری صوبائی قومی حکومت نے دیسی طریقۂ علاج کو ترقی دینے کے لئے ایک نہایت ہی مستحسن اقدام کیا ہے ہمیں شکرگزار ہونا چاہیئے آنریبل بنودا نند جھا صاحب وزیر لوکل سلف گورنمنٹ کا کہ وہ اس مسئلے میں ذاتی طور پر بڑی توجہ اور دلچسپی سے کام لے رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ حکومت بہار کے سامنے طب اور ویدک کی ترقی کی جو اسکیمیں ہیں وہ دوسرے تمام صوبوں سے بہتر ہیں اگر ہم اسی طرح منظم اور متحد ہو کر بے غرضی اور بے لوثی کے ساتھ خدمت فن میں مصروف جد و جہد رہے تو میں آپ حضرات کو یقین دلاتا ہوں کہ فن طب اور اس کے ساتھ ہم طبیبوں کا مستقبل نہایت شاندار اور تابندہ ہوگا۔ یہ فن مذہب و ملت کی تخصیص سے بالا ہے اس سے بلا امتیاز ہر ایک قوم یکساں فائدہ اٹھاتی ہے اطباء ہندو بھی ہیں اور مسلمان بھی یہ اس کی عمومیت اور ہر دلعزیزی کا ناقابل انکار ثبوت ہے۔ شفاء الملک موصوف کے بعد حکیم فخر الدین صاحب رازی (آرہ)، حکیم سید باقر حسین صاحب رضوی (مونگیر)، حکیم مولوی خلیل احمد صاحب (صدر انجمن اطباء مونگیر) اور حکیم محمد ادریس صاحب پرنسپل گورنمنٹ طبیہ کالج (پٹنہ) نے اپنی ولولہ انگیز و بصیرت افروز تقاریر کے ذریعہ مجمع کو مخاطب کیا

جس میں مکمل اتحاد وتنظیم کے علاوہ طبی تعلیم کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنے، فن طب کو ہر جہت سے ترقی دینے اور طبیبوں کو اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے اپنے وقار کو بلند رکھنے اور بلا تفریق مذہب وملت خدمتِ خلق کرنے اور فن کی ترقی کے لئے ہر ممکن ذرائع سے کام لینے کی تلقین کی ۔ اور اسی سلسلے میں ادارہ انجمن اطباء اور گورنمنٹ طبیہ کالج پٹنہ کی قابل قدر خدمات کا اعتراف کیا گیا ان کارروائیوں کے بعد جلسہ نماز عصر کے لئے ملتوی کیا گیا ۔

(دوسری نشست) صوبائی تنظیم کے لئے مزید عملی اقدامات پر غور کرنے کے بعد سال رواں کے لئے مندرجہ ذیل عہدہ داروں کا انتخاب عمل میں آیا ۔

صدر ۔ شفاء الملک حکیم سید مظاہر احمد صاحب (پٹنہ)

نائبین صدر ۔ حکیم مولانا عبد الخبیر صاحب (پٹنہ)
خاں صاحب حکیم یوسف حسن خاں صاحب بہار شریف ۔
حکیم مولوی خلیل احمد صاحب (مونگیر) ۔ حکیم سید زین العابدین صاحب (بھاگلپور) ۔

جنرل سکریٹری ۔ پروفیسر حکیم عبد الاحد صاحب (پٹنہ)

جوائنٹ سکریٹری ۔ حکیم اطہر حسین صاحب (پٹنہ)
حکیم سید ظفر الحسن صاحب ظفر (پٹنہ)

خازن ۔ حاجی نور الہدیٰ صاحب (پٹنہ)

ممبران مجلس عاملہ

حکیم جمیل احمد صاحب (بھاگلپور) ۔ حکیم سید باقر حسین صاحب رضوی (مونگیر) ۔ حکیم محمد لقمان صاحب قادری (گیا) حکیم علیم الدین صاحب سوزاں (دربھنگہ) ۔ حکیم نقی حیدر صاحب (رانچی) ۔ حکیم ضیاء الرحمٰن صاحب (آرہ) ۔ حکیم محمد شفیع صاحب (چھپرہ) ۔ حکیم رمضان علی شاہ صاحب (ہزاری باغ) ۔ حکیم جگتا پرشاد گپتا صاحب (دمکا) ۔ حکیم شہاب الدین صاحب (مظفرپور) ۔ حکیم محمد عیسیٰ صاحب (چمپارن) ۔ حکیم رکن الدین صاحب دانا (پورنیہ) حکیم سید محمد صالح صاحب (پٹنہ) حکیم انیس الحق صاحب (پٹنہ) ۔ حکیم رام سہائے لال صاحب (پٹنہ) حکیم مظہر امام صاحب (پٹنہ) ۔ حکیم محمد حسن صاحب (کھگول) ۔ حکیم سید محمد شعیب صاحب (پھلواری شریف) ۔ حکیم عبد الشکور صاحب (پٹنہ) ۔ حکیم احمد مصطفیٰ صاحب (پٹنہ)

(نوٹ) بقیہ اضلاع کی نامزدگی کے لئے جناب صدر صاحب کو اختیار دیا گیا ۔ انتخابات کے بعد نماز مغرب کے لئے جلسہ ملتوی کیا گیا ۔

(تیسری نشست) بعد نماز مغرب صدر جلسہ جناب مولانا حکیم عبد الخبیر صاحب نے کسی اشد ضرورت کے سبب معذرت کرتے ہوئے جلسہ سے غیر حاضر ہونے کی اجازت چاہی اس لئے جناب خاں صاحب حکیم یوسف حسن خاں صاحب بہار شریف کے زیر صدارت جلسے کی بقیہ کارروائیاں شروع ہوئیں ۔

(تجاویز) چنانچہ اس نشست میں ہر ضلع اور سب ڈویژن میں اطباء کی تنظیم اور مرکزی انجمن اطباء صوبہ بہار کی شاخیں قائم کرنے اور عام اطباء کو وقت کی طبی تحریکات سے باخبر کرنے کے لئے وفد بھیجنے، انجمن اطباء صوبۂ بہار کو صوبے کی واحد نمائندہ طبی انجمن تسلیم کرنے کی سپرنٹنڈنٹ صاحب انڈی جینس میڈیسنس سے درخواست، ماہ نومبر ۱۹۴۸ء میں بمقام پٹنہ بہ صدارت آنریبل منسٹر صاحب لوکل سلف گورنمنٹ بہار صوبائی طبی کانفرنس منعقد کرنے، جیسی اہم تجاویز کے ساتھ اور بھی چند مفید اور ضروری تجویزیں منظور کی گئیں ۔

قواعد وضوابط کی ترتیب کے لئے مندرجہ ذیل اصحاب پر مشتمل ایک سب کمیٹی بنائی گئی :-

شفاء الملک حکیم سید مظاہر احمد صاحب ۔ پروفیسر حکیم عبد الاحد صاحب ۔ حکیم سید ظفر الحسن صاحب ظفر ۔ حکیم انیس الحق صاحب ۔ حکیم محمد ادریس صاحب (پرنسپل) ۔ حکیم سید محمد صالح صاحب حکیم اطہر حسین صاحب ۔

آخر میں صدر وحاضرین کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا گیا اور ۹ بجے شب کو تمام کارروائیوں کے اختتام پذیر ہونے کے بعد جلسہ برخاست ہوا ۔

بیسویں صدی کا طبی شاہکار

دُریکتا جلد سوم کو ہند و پاکستان کے جلیل القدر اطبائے کرام نے متفقہ طور پر "بیسویں صدی کا طبی شاہکار" قرار دیا ہے۔ یہ کتاب ہند و پاکستان کے باکمال حکماء و ڈاکٹر صاحبان۔ یوگی۔ سنیاسی۔ اور سیاحین حضرات کے معجز اثر، ہتھیلی پر سرسوں جمانے والے سہل الحصول مجربات و نسخہ جات پر مشتمل ہے۔ اور ہر ایک نسخہ صاحبان نسخہ کا سرمایہ زندگی ہے۔ کہ جن پر ان کی شہرت اور نیکنامی کا دارومدار ہے۔ دُریکتا جلد سوم پانچ سال کی پیہم جستجو تحقیقات و تجربات کے بعد عالم ظہور میں آرہی ہے۔ سر سے لے کر پاؤں تک ہر ایک بیماری کا نسخہ کئی کئی تجربات کے بعد سو فیصدی اور جادو اثر ثابت ہونے کے بعد زینت کتاب ہو رہے ہیں۔ نیز طبی صنعتی مجربات اور عجائبات کا بھی کافی ذخیرہ موجود ہے۔ مثلاً پارہ اکسیر جریان کو ہفتہ بھر کے دور کرنے کے عجائبات از سر نو زندگی اور شباب لانے کے سہل الحصول کشتہ جات فولاد۔ قلعی۔ چاندی۔ الہی شفاخانہ لاہور کا کشتہ طلاء (سونا) جو آتشک پیری کو دور کر کے جوانی کی کیفیات پیدا کرتا ہے یہاں تک کہ بال از سر نو سیاہ اگنے لگتے ہیں۔ ایک اور نسخہ بال سیاہ تیل کا جسے عام تیلوں کی طرح بالوں پر ملنے سے سفید بالوں کو سیاہ کر کے تین ہفتہ سیاہی قائم رکھتا ہے۔ ہزاروں روپے کا یہ ایک ہی نسخہ ہے۔ علاوہ ازیں ہند و پاکستان کی دیسی پیٹنٹ ادویہ مثلاً دیسی دواخانہ مستی گیٹ لاہور کی اعجاز نسواں۔ بنڈی بہاؤالدین کا آب حیات زنانہ دواخانہ دہلی کا شربت اکسیر نسواں بہترین۔ لدھیانہ کا شربت فولاد تلوار مارکہ۔ دہلی کا شربت روح افزا۔ ایرل کلوریم لاہور حاذق دہلی۔ میٹھا پھل۔ امرت الحق۔ امرت دھارا کا اصلی نسخہ جس کی تلاش میں حکماء ہمیشہ ناکام رہے۔ دلروزہ کھانسول آیورین جو ہر وسمہ مہندی۔ ملتان کی مرہم کلیان کاسنی۔ نورانی قطرہ۔ جوانی۔ نازنین۔ موتیا بند و دیگر امراض چشم کا مشہور سرمہ روشن چراغ کا اصلی نسخہ جو بہاولپور سے پاکستان و ہندوستان میں برآمد کیا جاتا ہے۔ غرضیکہ آپ کو ان اکثر ادویہ کے صحیح و تحقیق نسخے اس کتاب میں ملیں گے۔ کہ جن کے اشتہارات آجکل اخباروں میں نکل رہے ہیں۔ نیز آخری صفحات صنعتی مجربات و آزمودہ کار روزگار پر مشتمل ہیں جن کی مدد سے آپ اپنے غیر طبی احباب کو ایک ہی دن میں برسر روزگار کر کے ثواب دارین حاصل کر سکتے ہیں۔ قیمت صرف تین روپے (۳ روپے) محصولڈاک و پیکنگ دس آنے (۱۰) ہندوستان کے اصحاب قیمت محصولڈاک پیشگی بھیجکر کتاب طلب کریں۔

نوٹ:۔ دریکتا جلد اول و دوم دو مرتبہ چھپ کر ختم ہو چکی ہیں۔ کاغذ دستیاب ہونے پر فوراً طبع ہوں گی خریداری کے لئے نام بھیجدیں۔ جلد سوم بہت جلد ختم ہو جائیگی۔ جلد طلب کریں۔ ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا۔ سینکڑوں میں سے صرف چند طبی اداروں اور مشاہیر اطبائے کرام کی رائیں اور اسناد کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔ (سند کے آخری حصے کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ) ۲۹ دسمبر ۱۹۴۰ء رجسٹر نمبر ۱۵ پنجاب پراونشل ویدک طبی کانفرنس امرتسر۔ ملک الاطباء کی اعزازی ڈگری اور دریکتا جلد اول و دوم کے لئے مصنف کی خدمت میں مبلغ دو صد روپیہ پیش کرتی ہے۔ دستخط بحروف انگریزی صدر جلسہ کانفرنس جناب شیخ اکرام الحق صاحب ایم۔ اے۔ دستخط بحروف انگریزی جناب شمس الحق خاں صاحب جنرل سکرٹری کانفرنس و پرنسپل ویدک طبیہ کالج امرتسر

نوٹ:۔ ہیڈ آفس کانفرنس مذکور کا دفتر اور کالج پرانی انارکلی لاہور میں منتقل ہو چکا ہے۔

بمبئی یونانی حکیمز ایسوسی ایشن (جمعیۃ الاطباء) کھڈک بمبئی ۹ ۲۷ جون ۱۹۴۱ء دریکتا جلد سوم میں مشاہیر اطبائے ہند کے جگر پارے موجود ہیں۔ کہ جن کا دستیاب ہونا سوائے دریکتا کے محالات سے ہے۔ اطبائے کرام۔ صحرا نورد سنیاسیوں۔ مہاتماؤں اور یوگیوں کے اسرار خفیہ کا جاذب نظر مجموعہ ہے۔ گویا مصنف نے مجربات کے موضوع پر قلم توڑ کر رکھ دیا ہے۔ اس گرانبہا خدمت فن جو انہوں نے دریکتا لکھکر انجام دی ہے کے صلہ میں حکیمز ایسوسی ایشن (جمعیۃ الاطباء بمبئی) کی طرف سے رئیس التحریر کا خطاب معہ سنہری تمغہ اور پانسو روپیہ پیش کرتا ہوں۔ دستخط بحروف اردو جناب حکیم عبدالحی الہ آبادی جنرل سکرٹری معہ نشان مہر نقل دو سطور سند طبیہ کمیٹی شیرکوٹ یو۔پی۔ زبان اردو میں جسقدر تصانیف اس موضوع پر لکھی گئی ہیں۔ اس نادر روزگار تصنیف کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ دستخط جناب حکیم فخر الحسن کامل سکرٹری طبیہ کمیٹی جناب **لقمان الملک قائد** حکیم خسرو شاہ صاحب نظامی شاہی حکیم حیدرآباد دکن رقمطراز ہیں۔ کہ دریکتا کو میں نے بغور دیکھا۔ آپ کا یہ عدیم المثال ایثار کہ اس بات کی نشاندہی کر رہا ہے۔ کہ طب یونانی کی نشاۃ ثانیہ کا زمانہ قریب آلگا ہے۔ ہم لوگ بالعموم مردہ پرست ہو گئے ہیں۔ آپ کی محنت و تحقیق کی کما حقہ داد آئندہ نسلیں دیں گی۔ **جناب سراج الاطباء** حکیم اکبر حسین صاحب الہ آباد (یو۔پی) سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ آپ نے انتہائی خلوص و ایمانداری سے جذبہ فن کے ماتحت وہ بہترین اور نادر الوجود اشیاء دریکتا میں اکٹھی کر دی ہیں۔ اور جن کو استاد کسی قیمت پر بھی بتانے پر راضی نہیں ہوتے۔ بلکہ میں تو بلا مبالغہ یہ کہنے پر تیار ہوں۔ کہ دریکتا کی بعض چیزیں ایسی ہیں۔ کہ جن کو انسان قبر میں لیجانا پسند کریگا۔ لیکن ان کا اظہار گوارا نہ کریگا۔ بہرحال جناب کی کوشش ہزار ستائش کے قابل ہے۔

جناب محسن فن شمس الحکما حکیم و ڈاکٹر پروفیسر عبدالشکور صاحب مٹیا برج کلکتہ سے لکھتے ہیں۔ کہ میں نے دریکتا کو بغور مطالعہ کیا۔ ظاہری و باطنی خوبیوں کے لحاظ سے کتاب بہت بلند ہے۔ میری رائے ہے۔ کہ جہاں دریکتا کا مطالعہ اطبائے کرام کے لئے بے بہا علمی و فنی معلومات کے اضافہ کا باعث ہو سکتا ہے وہاں نیم حکیم بھی اس کے مطالعہ سے طبیب کامل بن سکتے ہیں۔

جناب حکیم رفیق احمد صاحب سابق طبیب شاہی ریاست کرنال (شاہی مطب بلاک نمبر ۸ سرگودھا پاکستان) دریکتا جلد سوم سے متعلق ذیل کے الفاظ میں اظہار رائے عالیہ فرماتے ہیں۔ کہ دریکتا جلد سوم ملی۔ دیکھکر دل باغ باغ ہو گیا۔ بندہ چھ ہزار طبی کتب اپنی لائبریری میں چھوڑ کر آیا ہے۔ مگر اس کی ثانی کتاب بندہ کی نظر سے ابھی تک نہیں گذری۔

جناب ڈاکٹر ایچ۔ اے چودھری مجید بلڈنگ مین روڈ سیونی۔ سی۔ پی۔ انڈیا سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ دریکتا جلد سوم آنکھوں میں اور دل میں سرور پیدا کرنے والی کتاب ہے۔ گو مجربات پر دہلی۔ لاہور۔ لکھنؤ سے کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ لیکن دعوی سے کہتا ہوں۔ کہ دریکتا کی توسط سے حکمائے کرام نے پہلی مرتبہ بخل شکنی سے کام لیا ہے۔

جناب حکیم محمد عمر شاہ صاحب الیکٹرو ایگرکلچر حیدرآباد سندھ سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ دریکتا جلد سوم کا ہر ایک نسخہ گوہر بے بہا ہے میں نے بھی سینکڑوں گنج بے بہا دیکھے ہیں۔ مگر دریکتا کا کیا کہنے۔ آپ نے واقعی ملک کی بہترین خدمت کی ہے۔ (رسالہ ہذا کا حوالہ ضرور دیں)

المشتہر

مینجر مکتبہ طبیہ دواخانہ آفتاب زندگی بغداد الجدید بہاولپور سٹی (پاکستان)

نقشہ

گوشوارہ مرضیٰ ماہ ستمبر ۱۹۴۸ء شفاخانہ تکمیل الطب کالج جھوائی ٹولہ ۔ لکھنؤ

تعداد ایام	جدید	رجوعی	غیر رجوعی	میزان	مسلم	غیر مسلم	میزان	مرد	عورات	بچے	میزان	کیفیت
۱۴	۲۸۹	۹۳۷	۱۵۴۷	۲۷۸۶	۲۲۱۲	۵۷۵	۲۷۸۶	۹۲۱	۴۷۹	۱۳۸۶	۲۷۸۶	

سانحۂ ارتحال

وابستگان تکمیل الطب کالج کے حلقے میں یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ حکیم اشفاق رسول صاحب سند یافتہ تکمیل الطب کالج، طبیب شفاخانہ ریاست بھوپال نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ مرحوم کو تکمیل الطب کالج سے اور اپنے اساتذہ سے خاص محبت تھی اور شغف تھا — ساتھ ہی ساتھ مرحوم اپنی وضعداری کے لحاظ سے بھی خاص شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

شرح اشتہارات رسالہ تکمیل الطب ۔ لکھنؤ

صفحات رسالہ	۱	۱	۱	½	½	½	¼	¼	¼
اشاعتیں	۱	۲	۳ یا زیادہ	۱	۲	۳ یا زیادہ	۱	۲	۳ یا زیادہ
اُجرت	۶ /	عنہ /	للعہ / فی اشاعت	للعہ /	معہ /	۳ / فی اشاعت	۳ /	۸ /	۶ / فی اشاعت

ٹائیٹل کا اندرونی صفحہ ۳ اشاعتوں کے لئے عنہ / فی اشاعت

〃 〃 〃 ۳ سے زیادہ اشاعتوں کے لئے ۱۵ /

〃 〃 بالائی صفحہ فی اشاعت ۳۵ /

منیجر رسالہ تکمیل الطب ۔ لکھنؤ

Regd. No. A-182. Phone No. 155.

TAKMIL-UT-TIB, LUCKNOW.

Copy of the inspection note by the principal Government School of Indian Medecine, Madras.

Visited the Takmil-ut-Tib Dispensary and College this morning where I was shown round the place by Shifa-ul-mulk Hakim Abdul Hamid Sahib. It is with great pleasure that I saw evidences every where of how the Hakim Saheb while keeping his teaching and training deep rooted in ancient tradition is trying to adapt things of proven utility known to allopathic sy tem. This augurs well for the future of the institution which is very rich in many valuable things reminicient of ancient tradition The dispensary continues to grow in popularity and efficiency and a larger in-patient department is being planned. The devotion and enthusiasm of Hakim Saheb is beyond praise I pray that the institution will continue to grow from more to more and become the model of what such institutions ought to be.

(Sd.) G. SRINIVASAMURTI,
PRINCIPAL,
Government School of Indican Medecine, Madras.

10th October 1927.

Copy of the inspection note by the Secretary medical Department Government of U. P.

In response to the invitation kindly extended to me I visited this institution on 25 12-37 Having faith in the potentialities of the indigenous systems of medicine—both Ayurvedic and Unani I was glad to visit this institution and familiarise myself with is outlook and working Though conducted under the auspices of the Shifa-ul-mulk, its outlook is essentially modern and progressive; that is as it ought to be, for no system of diagnosis and treatment of human ailments can claim to have reached the stage of finality without stultifying it self and stunting its growth. It was a pleasure to see even an M B. B. S on the staff working with a microscope and other instruments of precision

If Ayurvedic and Unani systems are to be encouraged to come into their own rightful place by the side of the main systems imported from the West, it is essential that the institutions where instruction is imparted be properly housed, adequately staffed and fully equipped with literature, instruments, apparatus, laboratories, facilities for research and clinical material.

The burden has so far been borne by a few devoted men. They have nurtured the institution because of their family pride and their faith in their system. It is time that the State realised its own responsibility in the matter also. I hope that when the Prov. Government adopt suitable measures for the expansion and development of the Indian systems in which millions have strongly entrenched and by us means unreasoning-faith, the claims to state aid of institutions like Takmil-ut-tib will receive due consideration. All honour *to those who have planted its flag and helped to keep it flying. I think Hakim Saheb for the trouble he took in taking me round.*

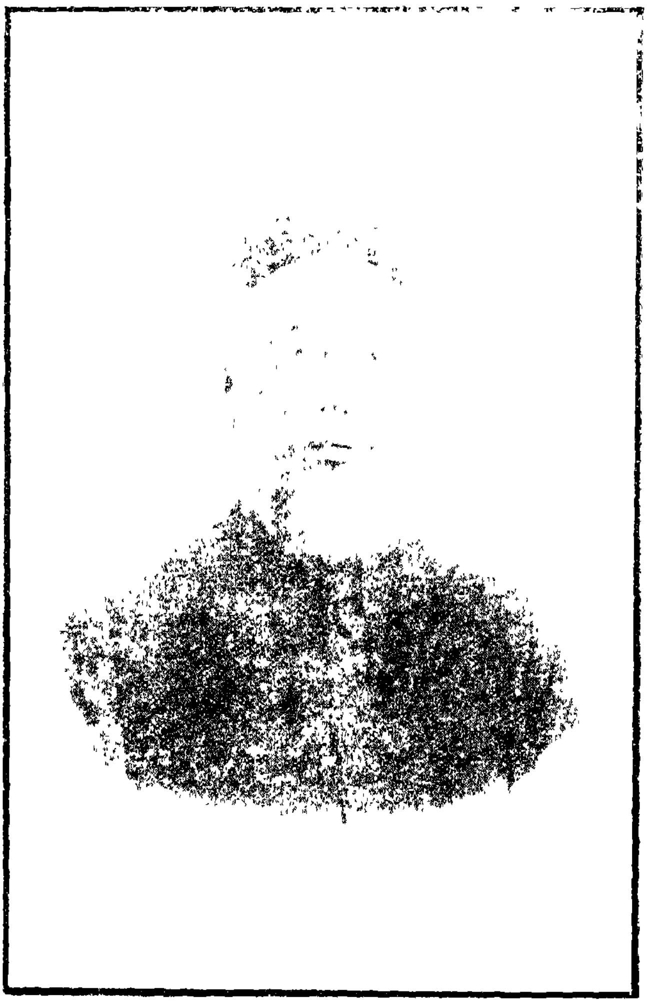
LUCKNOW;
6th January, 1938.

(Sd.) S. P. SHAH, I. C. S.
Secretary to Government U. P.

PRINTED & PUBLISHED BY HAKIM ABDUL HASIB, M. SC., D. I. M. S.

NAMI PRESS, LUCKNOW.

تکمیل الطب



شفاء الملک حکیم حاجی محمد عبد الحمید صاحب مرحوم و مغفور

سابق آنریری سکریٹری تکمیل الطب کالج۔ لکھنؤ

سالانہ بدل اشتراک
تین روپیہ (عہ)

دارالاشاعت:۔ تکمیل الطب کالج لکھنؤ

قیمت فی رسالہ
پانچ آنے (۵/)

124155
11-7-95

تکمیل الطب لکھنؤ



بیادگار
یوم آزادی

جلد ۲ | نومبر ۱۹۴۸ء | نمبر ۴

فہرست

ناظم وناشر:۔ حکیم محمد عبد الحسیب ایم۔ایس۔سی۔ڈی۔آئی۔ایم۔ایس مدیر:۔ حکیم شکیل احمد شمسی ایچ۔اے۔ڈی۔آئی۔ایم۔ایس
حکیم عبد الحسیب نے نامی پریس لکھنؤ میں چھپوایا

مجلس ادارۃ

شفاء الملک حکیم محمد عبدالمعید صاحب مدظلہ — صدر
شفاء الملک حکیم خواجہ شمس الدین احمد صاحب — رکن
حکیم مولوی سید احمد حسین صاحب ۔ پٹنہ — رکن
حکیم سید سُلطان احمد صاحب اکبرآبادی ۔ آگرہ — رکن
حکیم محمد مسیح الزماں صاحب ڈی ۔ آئی ۔ ایم ۔ ایس — رکن
حکیم محمد عبدالحسیب صاحب ایم ۔ ایس ۔ سی ۔ ڈی ۔ آئی ۔ ایم ۔ ایس — ناظم
حکیم شکیل احمد صاحب شمسی ایچ ۔ اے ۔ ڈی ۔ آئی ۔ ایم ۔ ایس — مدیر

اصول وضوابط

(۱) انتظامی امور، رسالہ کی خریداری، اشتہارات، ترسیل زر اور تمام مالی معاملات کے بارے میں جملہ خط وکتابت ناظم مجلس ادارۃ رسالہ تکمیل الطب سے ہونا چاہیئے ۔

(۲) مضامین، سوالات اور تنقید وتبصرہ کے لئے مدیر رسالہ تکمیل الطب لکھنؤ سے مراسلت کی جائے ۔

(۳) مضامین جو بغرض اشاعت بھیجے جائیں کاغذ کے صرف ایک رُخ پر تحریر کئے جائیں اور بین السطور کی جگہ چھوڑ دی جائے ۔

(۴) تمام مضامین طبی رسالے کے مطابق ہونا چاہئیں تنقید وتبصرہ علمی رنگ میں اور ذاتیات سے ماورا ہونا ضروری ہے ۔

(۵) ادارے کو مضامین میں ترمیم کا حق ہے اور ناقابل اشاعت مضامین محصول ڈاک آنے پر واپس کردیئے جائیں گے ۔

(۶) اشاعت کے لئے ضروری ہے کہ مضامین ایک ماہ پیشتر دفتر میں پہنچ جائیں ۔

(۷) کوشش کی جاتی ہے کہ رسالہ ہر ماہ کی آخری تاریخ تک شائع ہوجائے ۔

(۸) سالانہ قیمت تین روپیہ (ستے)، فی پرچہ پانچ آنے ہے ۔ نمونہ بلاقیمت نہیں بھیجا جاسکتا ہے ۔

(۹) صرف مہذب اشتہارات شائع کئے جاسکتے ہیں ۔

(۱۰) مراسلت میں خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے ۔

ادارتی

بورڈ آف انڈین میڈیسن یو.پی کی ایک سالہ کارگذاری

مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو بورڈ آف انڈین میڈیسن کے رجسٹرار صاحب کی طرف سے ایک سالہ رپورٹ شائع ہوئی ہے۔ انتہائی مسرت کا مقام ہے کہ سالہا سال کی عزلت گزینی اور گوشہ نشینی کے بعد بورڈ نے اپنی کارروائیوں سے عوام و خواص کو روشناس کرانا پسند کیا۔ ہندوستان کی آزاد جمہوریہ میں کسی سرکاری یا نیم سرکاری ادارہ کا پبلک سے بے تعلق ہونا در اصل بالکل بے معنی سی بات ہے اور ہمیں خوشی ہے کہ ذمہ داران بورڈ نے اس کا احساس کر لیا۔

یہ مختصر سی رپورٹ اُس بورڈ کی ہے جو یو.پی انڈین میڈیسن ایکٹ کے ماتحت فروری ۱۹۴۷ء میں بذریعہ انتخاب وجود میں آیا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس بورڈ کی عمر ابھی بہت کم ہے اور اس تھوڑی مدت میں بڑے سے بڑے کاموں کی انجام دہی کی توقع نہیں کی جا سکتی ہے لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی نظر انداز کرنے کی بات نہیں کہ بورڈ کا قیام مدت مدید سے ہے صرف یہ انتخاب نیا ہے تعلیمی ادارے امتحانات اور رجسٹریشن وغیرہ وغیرہ شعبے کوئی نئی چیز نہیں ہیں دیکھنا صرف یہ ہے کہ اس ادارہ میں جمہوری روح پڑنے کے بعد کیا ترقیاں ہوئیں۔ بورڈ آف انڈین میڈیسن نے اس سلسلہ میں حسب ذیل امور پیش کئے ہیں :-

۱ - نتائج امتحانات -
۲ - مختلف ایڈوائزری کمیٹیوں کی تشکیل
۳ - جدید اداروں کا الحاق (رگنائزیشن)

مدیر

۴ - سہائک وید اور اسسٹنٹ حکیموں کی تیاری
۵ - آیورویدک اور یونانی ریسرچ
۶ - پوسٹ گریجویٹ کورس
۷ - استعدادی اور امدادی وظائف
۸ - لڑکیوں کے لئے وظائف
۹ - فارما کوپیا کمیٹی
۱۰ - سنٹرل لائبریری
۱۱ - ترجمہ اور نصاب کی تیاری کا محکمہ
۱۲ - خالص دیسی ادویہ کی دوکانوں کے لئے لائسنسوں کا اجرا -
۱۳ - رجسٹریشن -

نتائج امتحانات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں شعبوں یعنی آیورویدک اور یونانی میں کامیابی تقریباً سو فیصدی ہے۔ ان نتیجوں کا حوصلہ افزا ہونا بالکل ظاہر ہے اور اس قدر شاندار کامیابی تمام متعلقہ طبی اور آیورویدک داروں کے لئے قابل صد مبارکباد بھی ہے۔ لیکن اس سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا کہ اس بارے میں امتحان کے معیار کی پستی کو بھی ایک حد تک دخل رہا یعنی پچھلے سالوں میں کامیابی کا معیار ۳۳ فیصدی رہا ہے۔ ہم چونکہ ہمیشہ سے اس اصول کے حامی رہے ہیں کہ وید اور طبیب ٹھوس قابلیت اور گہری واقفیت کے مالک ہونا چاہیئے۔ اس لئے بورڈ کی یہ اصلاح ہمیں پسند ہے کہ اُس نے نئے امتحانات میں معیار کامیابی کو کسی قدر اونچا کر دیا ہے پھر بھی یہ چیز قابل اطمینان نہیں کیونکہ ۳۳ فیصدی کے بجائے ۴۰ فیصدی کا تناسب تیسرے درجہ کو

شکست نہیں کرتا حالانکہ اصولی طور پر تھرڈ کلاس ویدوں اور حکیموں کو وجود میں آنے کا موقع نہ ملنا چاہیئے ایک وہ شخص جس کو انسانی زندگی پر متصرفانہ حقوق دیئے جاتے ہیں اُسے اپنے فن کے متعلق کم از کم ۵۰ فیصدی ضرور جاننا چاہیئے اور اس طرح بورڈ آف انڈین میڈیسن کے سند یافتگان میں صرف دو ہی درجے ہونا چاہیئے - فرسٹ ڈویژن اور سکنڈ ڈویژن -

مختلف ایڈوائزری کمیٹیوں کی تشکیل کے سلسلہ میں بورڈ نے دس نام گنائے ہیں - رجسٹریشن کمیٹی ، گرانٹ کمیٹی ، ٹیکسٹ بک کمیٹی ، کورس کمیٹی ، ایفلی ایشن کمیٹی ، ٹکنیکل کمیٹی ، اگزامینیشن کمیٹی ، لائسنسنگ کمیٹی ، رولس کمیٹی ، ڈیفنس ہیلپ کمیٹی - لیکن ان کی کارگذاریوں کی کوئی تفصیل نہیں ہے نہ ان کمیٹیوں کے ممبروں کی کوئی فہرست ہے - جیسا کہ خود بورڈ کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے ایڈوائزری کمیٹیوں کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ہر کام اُس کے اہل کے سپرد ہو جاتا ہے اور اس طرح ناواقفی میں غلط اقدام نہیں ہوا کرتے ہیں اس کا فیصلہ کہ تمام کام اہل لوگوں کو سپرد ہوئے یا نہیں تو جب ہی ہو سکتا ہے کہ ایڈوائزری کمیٹیوں کے ممبران کے نام بھی معلوم ہوں لیکن کام کے صحیح یا غلط ہونے کا جو کچھ سرسری اندازہ ہے افسوس کہ ہم اُس کی تعریف نہیں کر سکتے - رجسٹریشن کا یہ عالم ہے کہ یا تو وہ بالکل بند اور یا پھر ہر پنساری ہر عطار بازاروں میں مجمع لگانے والے اور آنکھوں کا انجن اور دانتوں کا منجن بیچنے والے تک باضابطہ رجسٹرڈ ہیں - گرانٹ کے لئے آج تک ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ آخر روپیہ کی تقسیم کا اصول کیا ہے امتحان کے نتائج طلبا کی تعداد ادارے کی ذاتی آمدنی - آخر کوئی معیار تو ہونا چاہیئے ورنہ پھر سب کو برابر تقسیم ہونا چاہیئے مگر حالت یہ ہے کہ کسی کو ہزاروں ، کسی کو کچھ بھی نہیں - ٹکسٹ بک کمیٹی ابھی تک پردہ دار بنی ہے اور ہمارا خیال ہے کہ اس کا وجود ابھی صرف کاغذ ہی پر ہے - کورس کمیٹی کی حسن کارکردگی تو موجودہ نصاب ہی سے ظاہر ہے - آیورویدک کے متعلق ہم کچھ کہہ نہیں سکتے لیکن یونانی شعبہ میں شاید آج تک اتنا بیکار اور ناقص نصاب مرتب نہیں کیا گیا - فضول مضامین کا شمول اور ضروری مضامین کی نظرانداز ی تو خیر اس میں نمایاں ہی ہے مضحکہ خیز چیز یہ ہے کہ بعض مضامین کے لئے جو کتابیں تجویز کی گئی ہیں اُن میں خیریت سے وہ عنوان بھی موجود نہیں اور وہ مضامین ہی نادارد ہیں سلیبس میں جن کی تفصیل دی گئی ہے - یوں تو یہ مسئلہ ایک مستقل بحث چاہتا ہے لیکن تاکہ اعتراض مجہول نہ رہے مثالاً دو مضامین پیش ہیں - سکنڈ پروفیشنل اگزامینیشن کے معالجات کے پرچے کے عنوانات تمام تر شرح اسباب کے ہیں لیکن مجوزہ کتاب غنی منیٰ ہے اور ستم یہ ہے کہ اُس میں تقریباً نصف مضامین بھی نہیں ہیں - اسی طرح فرسٹ پروفیشنل کے طب الکیمیا کے پرچہ کے عنوانوں کو لیجئے اس سلسلے میں دو کتابیں تجویز کی گئی ہیں ایک براکلوس کی طب الکیمیا اور دوسری مفتاح الخزائن جہاں تک خیال ہے پہلی کتاب طبع نہیں ہوئی ہے میں نے رام پور کی اسٹیٹ لائبریری میں اُسے قلمی دیکھا تھا - دوسری کتاب ملتی ہے لیکن اس میں بہت سے دیئے ہوئے عنوان موجود نہیں ہیں اور یادداشت جہاں تک کام کرتی ہے براکلوس کی کتاب میں بھی بہت سے عنوانوں کا بیان نہیں ہے - اس نصاب میں دانستہ طور پر یہ کوشش کی گئی ہے کہ تمام مضامین کو اس طرح ترتیب دیا جائے کہ اُن کا انگریزی ترجمہ موجودہ ڈاکٹری نصاب کی کاپی بن سکے اور اس لئے یہ نصاب مضحکہ خیز ہو کر رہ گیا ہے - قدیم کتابوں کا انداز بیان اور ہے اُن کی ترتیب دوسری ہے اور اس واقعیت کے باوجود جب یہ کوشش کی گئی ہے تو حالت بالکل ایسی ہو گئی ہے جیسے کُرتے اور پائجامہ کو کاٹ کاٹ کر پتلون اور کوٹ بنانے کی کوشش کی گئی ہو - ایفلی ایشن کمیٹی کی یہ کارروائی تو ہمارے سامنے ہے کہ اُس نے بہت سے اداروں کو الحاق کا سرٹیفکیٹ دیدیا ہے لیکن مسترد کس کس کو کیا اس کا پتہ نہیں

بُرا نہ مانیں ارکان کمیٹی تو ہم عرض کریں کہ یہ اُنھیں کی فراخ دلی کا طفیل ہے کہ ؎

ہر بوالہوس نے حُسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی !

ٹکنیکل کمیٹی کا حالِ زار کیا کہا جا سکتا ہے پچھلے پرچوں میں اُس کے جوان ہونے سے پہلے ہی موت کی خبر دی جا چکی ہے۔

اکزامینیشن کمیٹی کے سلسلہ میں یہی دلچسپ لطیفہ کافی ہے کہ چیرمین صاحب کی بلائی ہوئی ٹیچرس کانفرنس میں کمیٹی مذکور کے ایک معزز ممبر اور لکھنؤ کی ایک اہم شخصیت نے امتحانات اور ممتحنین کے بارے میں اپنی لاعلمی کا اظہار کیا یہ کمیٹی کام کرتی ہو یا نہ کرتی ہو اور اس کی سفارشات مانی جاتی ہوں یا نہ مانی جاتی ہوں اس واقعیت کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا کہ امتحان کے پرچے مُنہ دیکھ کر تقسیم کئے جاتے ہیں اور بعض تعلقات خوشامد یا من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو کا اصول چلتا ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ ممتحنین میں وہ لوگ ہوتے ہیں جنھیں نہ کسی طبی ادارے سے کوئی تعلق ہے اور نہ جن کی کوئی غیر معمولی علمی حیثیت ہے۔

رولس کمیٹی غالباً اپنا کام کرتی ہوگی لاسنسنگ کمیٹی خود رپورٹ کی بموجب ابھی گورنمنٹ کی منظوری کے بعد غالباً مصروف عمل ہو اور ویمنس ہیلتھ کمیٹی نے کیا کیا ہے اور اُسکے مقاصد کیا ہیں یہ محتاج تشریح ہے کم از ابھی ہمیں علم نہیں کہ اس سلسلہ میں کیا کیا گیا ہے۔

جدید اداروں کے الحاق کے بارے میں بالائی سطور کے اندر ہم اشارہ کر چکے ہیں کہ الحاق کی ارزانی نے فن کا رہا سہا وقار بھی کھو دیا۔

سہائک، وید اور اسسٹنٹ حکیموں کے دو سالہ کورس کے بارے میں اس رپورٹ کے اندر بتایا گیا ہے کہ یہ لوگ کمپاؤنڈر، دوا ساز اور دوا فروش کے علاوہ ویدوں اور حکیموں کے اسسٹنٹ کے طور پر کام کر سکیں گے ایک بے معنی اور مبہم سی بات جسے خود جان بوجھ کر مبہم رکھا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ لوگ بحیثیت ایک معالج کے رجسٹرڈ کئے جا سکیں گے یا نہیں اور اگر نہیں کئے جا سکیں گے تو ان کا نصاب بیشتر بی، آئی، ایم، ایس کے نصاب کا چربہ کیوں ہے اور یہ طولانی نصاب دو سال میں کس طرح پڑھایا جا سکتا ہے۔ نمبر ۵ سے لے کر نمبر ۱۲ تک بورڈ کی تمام اسکیمیں نہایت مفید اور بیش بہا ہیں اگرچہ ہمیں یہ شکوہ برابر رہے گا کہ طب یونانی اور آیورویدک کو خواہ مخواہ اقلیت اور اکثریت کی پوزیشن دی گئی ہے تاہم یہ تمام صورتیں واقعی ایسی ہیں جن پر اگر خلوص اور تندہی سے عمل کیا جائے تو ہندوستانی طریقۂ علاج زیادہ سے زیادہ ترقی کر جائے۔

رجسٹریشن کے بارے میں ہمیں یہ دیکھ دیکھ کر افسوس ہو رہا ہے کہ پیراگراف ۲۲ کی بموجب جو رجسٹریوں کی بھرمار ہو چکی ہے اور ہو رہی ہے اُس کا نتیجہ یہ ہے کہ پبلک سے حکیموں اور ویدوں کا وقار اُٹھتا چلا جا رہا ہے اور عنقریب گورنمنٹ سے جو حقوق ملے ہیں انشاء اللہ سب ضبط ہو کر رہیں گے۔

انجمن طبیہ میں زندگی کی کچھ حرکت پیدا ہوئی تھی، اخبارات میں اعلان ہوا "اجلاس ہونے والا ہے" ہم بھی مطمئن ہوئے کہ آخر آہ و فغاں بیکار نہ گئی لیکن ۵ر دسمبر کے اخباروں میں یہ دیکھ کر کہ اجلاس غیر معین تاریخ کے لئے ملتوی ہو گیا تمام اُمنگوں کا خاتمہ ہو گیا۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

فہرست ادویہ طلب کرنے پر مُفت
بھیجی جا سکتی ہے
شفاخانہ تکمیل الطب۔ لکھنؤ

یونانی طب کے بنیادی اصول

(شفاء الملک حکیم محمد عبداللطیف صاحب وائس پرنسپل طبیہ کالج ۔ علیگڈھ)

تاریخ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ موجودہ زمانے کی بہت کم ایسی علمی خصوصاً طبی ترقیاں ہیں جس کی نیو میں پرانی اینٹیں نہ رکھی گئی ہوں یا پرانے زمانے میں اس کا پورا نقشہ نہ دکھائی دیتا ہو قوت مقناطیس جو یورپ کی تحقیقات میں شمار کی جاتی ہے اس کی ایجاد کا سہرا حکیم اندروماخس کے سر ہے ۔

حکیم بلینوس نے چار عناصر کے درجات ایک آلہ کے ذریعہ سے معلوم کئے اور آگ میں دس درجہ کی گرمی اور تین درجہ کی خشکی مٹی میں سات درجہ کی خشکی اور تین درجہ کی ٹھنڈک ہوا میں تین درجہ کی گرمی اور سات درجہ کی تری ۔ پانی میں دس درجہ کی ٹھنڈک اور تین درجہ کی تری ثابت کی ہے ۔

اس زمانے میں یورپ کے لوگ بعض ستاروں میں آبادی کے قائل ہوئے ہیں ۔ پرانے حکیموں میں سے حکیم انکسفوراکس نے آج سے صدیوں پہلے چاند کے متعلق یہ بیان کیا تھا کہ اس میں ایک مخلوق آباد ہے ۔ پہاڑ، جنگل، وادیاں، نہریں و دُم دار ستارے بھی پائے جاتے ہیں ۔

حکماء یورپ نے یہ مسئلہ اختیار کیا ہے کہ دنیا کی بناوٹ ذروں سے ہے ۔ پرانے حکیموں میں سے حکیم لوتس کا بھی یہی مذہب ہے ۔

جدید تحقیقات میں یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ تمام ستارے فضا میں بغیر کسی آسمان میں گڑے ہوئے آپس کے کھچاؤ کی وجہ سے رُکے ہوئے ہیں ۔ پرانے حکیموں میں سے دی مقراطیس کا بھی یہی مسلک ہے ۔

علم جرثقیل جو حکماء یورپ کا ایک مایۂ ناز فن سمجھا جاتا ہے اس کی ایجاد بلکہ تکمیل کا فخر پرانے حکیموں کو حاصل ہے ۔ حکیم ارشمیدیس کے متعلق مورخین کا خیال ہے کہ ریاضیات میں اس وقت تک کوئی شخص اس کے ہم پلہ نہیں گذرا ہے اس حکیم کا یہ دعویٰ تھا کہ زمین کے سوا اگر ہمیں کوئی دوسری جگہ ایسی مل جاتی جہاں ہم اپنی مشینوں کو نصب کر سکتے تو ہم زمین کو اپنی جگہ سے ہٹا کر دکھا سکتے ۔ اس حکیم کے بہت سے ایجادات میں سے ایک حیرت انگیز ایجاد وہ مشین تھی جس سے ستاروں کے حالات دریافت کئے جاتے تھے اور اس سے بڑھ کر آتشی شیشوں کی ایجاد تھی جس کے ذریعہ سے میلوں کی چیزیں جلائی جا سکتی تھیں ۔ جب مارسلیس رومی جنرل نے شہر سیراکوز کا محاصرہ کیا تھا تو ارشمیدیس انھیں آتشی شیشوں کے ذریعہ سے جلا دیا کرتا تھا ۔

بصرہ کے ابن ہیثم نے روشنی و شعاعوں کے متعلق مختلف تجربات کر کے عینک اور فوٹو کے کیمرہ کا اصول ایجاد کیا ۔

دوران خون کا مسئلہ ہاروے کی جانب منسوب کیا جاتا ہے حالانکہ اس کی تحقیق کا سہرا آغانیوس اور جالینوس کے سر ہے ۔

چیچک کا ٹیکہ ڈاکٹر راجر کی جانب منسوب کیا جاتا ہے حالانکہ یہ علاج قوم بنی اسرائیل میں رائج تھا ۔

پلاسٹک سرجری یعنی کٹے ہوئے اعضاء کو از سر نو بنانا یورپ کی جانب منسوب ہے حالانکہ یہ ہندوستان کے سب سے بڑے حکیم سشرت کی کتاب میں تفصیل سے بیان کی گئی ہے نمونے کے طور پر یہ چند ایجادات بیان کرنے کے بعد اب ہم

طب یونانی کے بنیادی اصول حوالہ قلم کرتے ہیں۔
ابتدائی دَور میں طب کی بنیاد چار اصول پر تھی۔ الہامات۔ اتفاقات۔ تقلیدِ حیوانات۔ تجربات۔

الہامات کسی چیز کا بغیر ظاہری حیلہ کے جاننے والی طاقت پر روشن ہوجانا۔ اس الہامی روشنی کی دو صورتیں ہوتی تھیں۔ جاگتے میں اور سوتے میں۔ جاگتے میں الہام ہر گروہ نے اپنے اپنے مذہبی پیشواؤں کی طرف منسوب کیا ہے اور سوتے میں الہام وقتاً فوقتاً حسبِ ضرورت اکثر لوگوں کو ہوتا رہا ہے۔

ایک شخص مثانہ کی پتھری میں مبتلا ہوا کسی علاج سے فائدہ نہیں ہوا آخرکار اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص ممولا (دھوبن) چڑیا اس کے پاس لایا اور کہنے لگا کہ اس کی راکھ بنا کر کھانا اس مرض کے لئے اکسیر ہے۔ جب وہ جاگا تو اس نے اس کی راکھ استعمال کی اور پتھری ریزہ ریزہ ہو کر نکل گئی۔

اتفاقات جب کوئی چیز بغیر ارادہ ہم کو معلوم ہوجاتی ہے تو اس کو اتفاق کہتے ہیں۔ اتفاق کے متعلق بہت سے قصے بیان کئے گئے ہیں لیکن اس جگہ ہم صرف ایک قصہ بیان کرتے ہیں۔

اندروماخس نے بیان کیا ہے کہ میں نے یورولوش کے گاؤں میں چند مزدور کھیتی کرنے کے لئے بھیجے تھے اور ان کی نگرانی کے لئے روزانہ صبح کو میں خود جایا کرتا تھا اور مزدوروں کا کھانا بھی اپنے غلام کے ہمراہ لے جایا کرتا تھا اتفاقاً ان کے کھانے کے ساتھ ایک شراب کا خم بھی جو ایک مدت سے مُہر کیا ہوا رکھا تھا ساتھ چلا گیا جب مزدوروں نے اس میں سے شراب نکالنی چاہی تو اس میں سے ایک سڑا ہوا سانپ برآمد ہوا اس وقت بیک اتفاق یہ رائے طے پائی کہ ہمارے گاؤں میں جو کوڑھی ہے یہ شراب اس کو پلادی جائے تاکہ اس کی تکلیف و مصیبت ختم ہوجائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ابھی رات نہ ہونے پائی تھی کہ اس کا جسم پھولنا شروع ہوا اور صبح تک اس قدر پھول گیا کہ تمام جلد پھٹ کر اندر کا سُرخ گوشت نکل آیا پھر چند دن میں نئی کھال پیدا ہوئی اور مریض بالکل تندرست ہوگیا اور اسوقت تک تندرست رہا جب تک کہ طبعی موت کا پیغام نہ آیا۔ اس واقعہ سے سانپ کے گوشت کی خاصیت معلوم ہوئی۔

تقلیدِ حیوانات یعنی جانوروں سے طریقۂ علاج معلوم کرنا۔ اس کے متعلق بھی بہت سے واقعات بیان کئے گئے ہیں لیکن اس جگہ مثال کے طور پر صرف دو واقعے بیان کئے جاتے ہیں:-

جالینوس نے اپنی کتاب الحقن میں اردوطیس سے نقل کیا ہے کہ طریقہ احتقان۔ ابنیس نامی پرند سے جس کا بعض لوگوں نے بگلا سے ترجمہ کیا ہے معلوم ہوا ہے جب اس کے معدہ میں فاسد مادہ جمع ہوجاتا ہے تو دریا کے کنارے جاکر اپنی چونچ میں پانی بھر کر خود ہی احتقان لے لیتا ہے۔

سونف اور مامیرہ کا مجلی و مقوی بصر ہونا سانپ سے معلوم ہوا ہے جب وہ زائد عرصہ تک تاریکی میں رہتا ہے تو اس کی بینائی بالکل کمزور ہوجاتی ہے پھر جب باہر نکلنے کا موسم آتا ہے تو وہ بار بار اپنی آنکھوں کو سونف یا مامیرہ کے درخت پر ملتا ہے جس سے اس کی بینائی لوٹ آتی ہے۔

تجربات تجربے کے واسطے صرف یہی ایک مثال کافی ہے کہ مصر میں ایک عورت تھی جو ہر وقت غم و فکر درد و الم میں مبتلا رہتی تھی۔ معدہ بالکل ضعیف ہوگیا تھا، سینہ اخلاط ردیہ سے بھرا تھا اور احتباس طمث کی بھی شکایت تھی اتفاق سے اس نے ایک بوٹی جس کا نام راسن ہے شوق سے چند مرتبہ کھائی اس کے استعمال سے تمام امراض زائل ہو کر بالکل تندرست ہوگئی پھر جس نے ان امراض میں اس دواء کو استعمال کیا اس کو فائدہ ہوا۔

یہ عطائیانہ طریقۂ علاج مصر، بابل، یونان میں اسقلیبیوس اول کے زمانے سے (جو ایک ہزار چھ سو نوے برس بعد حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہوا تھا اور حضرت ادریس علیہ السلام کا

شاگرد تھا) تقریباً ایک ہزار چارسو اسی برس تک جاری رہا۔

میفس طبیب نے اس اصول سے اختلاف کرتے ہوئے تجربے کے ساتھ قیاس کو شامل کیا اور یہ طریقۂ علاج سات سو پینتیس برس تک جاری رہا۔

برمانیدس طبیب نے تجربہ محض اور تجربہ مع القیاس دونوں کو خطرناک ثابت کرتے ہوئے قیاس محض کا اصول اختیار کیا اس طبیب کے مرجانے کے بعد اس کے شاگردوں میں بہت اختلاف پیدا ہوا۔

ثاسلس نے ٹوٹکوں کا علاج اختیار کیا۔ اقرن نے تجربۂ محض کی پابندی کی۔ ذیوفیلس نے قیاس محض پر عمل کیا۔ برمانیدس کے مرنے کے بعد یہ اختلاف سات سو پینتیس برس تک جاری رہا۔

افلاطون طبیب نے ان تینوں رایوں کو خطرناک ثابت کرکے تجربہ مع القیاس کو اختیار کیا یعنی میفس طبیب کے مردہ اصول میں نئے سرے سے جان ڈال دی۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے تمام شاگرد اسی اصول کے پابند ہوگئے اور ہر ایک نے ایک جداگانہ کام شروع کیا۔

میرونس نے ازالۂ امراض کے متعلق تحقیق شروع کی۔

قورنوس نے حفظانِ صحت کے اصول مرتب کئے۔

فورلس نے فصد اور داغنے کے متعلق قوانین مدون کئے۔

ثافوروس نے پھوڑے اور زخموں کے اصول علاج معلوم کئے۔

سرجس نے آنکھ کی بیماریوں کے متعلق تحقیقات کی۔

فانیس نے ٹوٹی ہڈیوں کے جوڑنے اور اکھڑی ہڈیوں کے بٹھانے پر کام کیا۔

اسی اثنا میں یعنی حضرت مسیح علیہ السلام سے چار سو ساٹھ برس پہلے یونانیوں میں ایک ایسی مقتدر ہستی پیدا ہوئی جس کے احسان سے دنیا کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتی ہے اور وہ ہستی بقراط اعظم ہے جس نے فن طب میں انقلاب عظیم پیدا کردیا۔ اور اس عطائیانہ طریقۂ علاج کو ایک ایسے سائنٹیفک اصول اور قیاسی قواعد سے آراستہ کیا جس میں کسی شخص کو انکار کی گنجائش نہیں ہوسکتی ہے۔

(باقی آیندہ)

تعلیم الادویہ

مصنفہ حکیم جلیل احمد صاحب انصاری سابق پروفیسر تکمیل الطب کالج لکھنؤ

یہ کتاب عالیجناب شفاء الملک حکیم محمد عبد الحمید صاحب مرحوم و مغفور سابق آنریری سکریٹری تکمیل الطب کالج کے ایما سے تصنیف ہوئی ہے جس میں مصنف نے روزمرہ کے استعمال کی مفرد اور مرکب دواؤں کا مزاج، ان کے استعمال کے مخصوص مواقع، مختصر اور مخصوص افعال، مُضر اور مصلح درج کئے ہیں۔ آخر میں نسخہ نویسی میں سہولت بہم پہنچانے کے لئے ہر عضو کے امراض کی تمام مستعملہ دواؤں کو یکجا جمع کر دیا ہے طبیب اور غیر طبیب دونوں کیلئے مفید ہے۔ قیمت ۸عہ علاوہ محصول ڈاک

دفتر تکمیل الطب کالج جھوائی ٹولہ لکھنؤ

کتاب الولادت

حکیم شکیل احمد صاحب ایڈیٹر رسالہ تکمیل الطب۔ لکھنؤ کی ایک نئی کوشش ہے جس میں قدیم طبی مضامین کو سائنٹیفک انکشافات کے ساتھ ہم آہنگ کرکے اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ دو نظریوں کا تصادم پریشان نہیں کرتا، خذ ما صفا دع ما کدر کی عملی جرأت کے ساتھ یہ مختصر جامع کتاب دو سو صفحات پر مشتمل ہے جس میں آسان اُردو میں حمل و ولادت سے متعلق ضروری معلومات امراض اور علاج درج ہے، کتاب ان عنوانوں پر لکھی گئی ہے جو موجودہ طبیہ کالجوں میں شامل نصاب ہیں۔

قیمت دو روپیہ (۲ر)

دفتر رسالہ تکمیل الطب۔ لکھنؤ

تل

نقاد الملک حکیم عبدالمعید صاحب سابق ایڈیٹر خادم الاطباء لکھنؤ

وہ ایک چھوٹا سا سُرمگیں نقطہ جو گندم گوں اور گل رنگ رخساروں پر نمایاں ہوکر انسانی حسن میں ایک کہربائی کشش اور غیر معمولی دلآویزی پیدا کر دیتا ہے اور جسے ہماری زبان میں "تل" کے مختصر نام سے نامزد کیا جاتا ہے۔ خون محترق کا ایک کرشمہ ہے جو گردش کرتے کرتے رگوں سے باہر نکل پڑتا ہے۔ اور منجمد ہو جاتا ہے۔ کبھی خون محترق کے علاوہ خلط سودائی بھی تلوں کی آفرینش کا باعث ہوتی ہے۔ تل کی مثال ایسی ہے جیسے کسی درخت کا گوند باہر نکل کر جم جائے۔ تل کا رنگ کبھی سیاہ و سرمگیں ہوتا ہے کبھی سرخ اور کبھی تیرگی مائل۔ اگر جلد خوش رنگ ہو تو سیاہ و سرمگیں تل سے حسن کی زیبائش ہوتی ہے لیکن دوسرے رنگ کے تل اس کے برخلاف حسن پسند نگاہوں کو ناگوار معلوم ہوتے ہیں۔

کبھی مصنوعی تل بھی بنائے جاتے ہیں اور اُن کی صورت یہ ہے کہ پہلے جسم کو سوئی سے گودا جاتا ہے اور پھر سرمہ بھر دیا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں تو یہ طریقہ نہیں لیکن ہندو عورتوں اور بالخصوص ادنیٰ ذات کی ہندو عورتوں میں کلائیوں اور چہرے کے گودنے کا بہت رواج ہے۔

تل کبھی پیدائشی ہوتے ہیں اور کبھی اس فانی آب و ہوا میں آنے کے بعد رونما ہوتے ہیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ زیبائش کی بجائے چہرہ اور جلد کی بدنمائی کا باعث ہو جاتے ہیں اور بڑی کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں اُن کو دور کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے اور ایسی دوائیں استعمال کی جاتی ہیں۔ جن سے نہ صرف اُن کی مزید تولید موقوف ہو بلکہ جس قدر تل پیدا ہو چکے ہیں وہ بھی دور ہو جائیں۔

اگر تلوں کی کثرت ہو اور اُن کا دور کرنا مقصود ہو تو حسب ضرورت فصد و مسہل سے کام لینا چاہیئے۔ جلا دینے والے گلگونے استعمال کرنے چاہیئے۔ اگر اس سے کام نہ چلے تو پھر ایک باریک سوئی کی نوک سے تل کو چھیدیں جب خون کے چند قطرے نکل جائیں تو اس جگہ کو کئی بار گلاب اور سرکہ سے دھوئیں اور جہاں تک ممکن ہو موضع مذکور کو دبا کر خون نکال ڈالیں اس کے بعد جلا دینے والی دوائیں جو کلف اور بہق میں استعمال کی جاتی ہیں ضماد اور گلگونہ کے طور پر استعمال کریں۔ اس موقع پر یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ جس تل کا رنگ توت کے مانند ہو اُسے نہ چھیڑنا چاہیئے کیونکہ ایسے تل عموماً شرائین کی اطراف میں پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ان میں سوئی چبھو دی گئی یا تیز و شور ادویہ استعمال کی گئیں تو خون کے بکثرت خارج ہو جانے اور شریان کو شدید صدمہ پہنچ کر موت واقع ہونے کا احتمال ہے۔

پودینہ کوہی کو سرکہ کے ساتھ سیسے کے ظرف میں حل کر کے تل پر رکھا جائے۔ پوست کدوے شیریں کو سرکہ میں گھس کر استعمال کیا جائے فصد قیفال کے ذریعہ سے بقدر قوت خون کا اخراج سب سے زیادہ مفید ثابت ہوا ہے۔ اسکے بعد ادویہ مسہلہ اور اغذیہ مناسبہ کی طرف توجہ کریں یعنی آب نخود۔ مرغ اور حلوان۔ زردی بیضہ نیمبرشت وغیرہ تناول کریں مزاج کی ترطیب اور حمام کو لازمات سے سمجھیں لیکن جن تلوں میں غلظت زیادہ ہوتی ہے وہ معمولی ضمادات سے نہیں مٹ سکتے

اور ان کے دُور کرنے کے لئے سوئی اور نشتر کا استعمال ضروری ہے۔ تاہم ابن نوح کا یہ قول یاد رکھنا چاہیئے کہ حمام کے بعد یا گرم پانی سے کافی سینک پہنچا لینے کے بعد دوا استعمال کی جائے۔ گدے ہوئے داغوں کو دُور کرنا منظور ہو تو پہلے اُنھیں آب گرم سے مل کر دھونا چاہیئے۔ پھر علک البطم کو شہد میں ملا کر موضع پر رکھیں اور تین روز تک برابر پٹی سے بندھا رہنے دیں۔ اس کے بعد کھول کر خوب نمک ملیں۔ اسی طرح کئی بار عمل کرنا چاہیئے۔ اگر اس طرح کی معمولی تدابیر سے مقصد حاصل نہ ہو تو پھر داغوں کو سوئی سے چھیدیں اور شہد و بلادر اُس پر رکھیں تاکہ دوا کا اثر زیر جلد اچھی طرح پہنچے۔ جب دیکھیں کہ اب رنگ کا اثر باقی نہیں رہا تو مرہموں کے ذریعہ سے زخموں کو مندمل کرلیں۔

گوشوارہ مرضیٰ ماہ اکتوبر ۱۹۴۸ء شفاخانہ تکمیل الطب کالج جھوائی ٹولہ۔ لکھنؤ

منقول سابقہ	جدید	مکرر جدید	غیر مکرر جدید	میزان	مسلم	غیر مسلم	میزان	مرد	عورت	بچہ	میزان	کیفیت
۱۸	۲۰۶	۷۶۵	۱۲۱۴	۲۲۰۳	۱۷۲۶	۴۷۷	۲۲۰۳	۷۴۸	۴۰۵	۱۰۵۰	۲۲۰۳	

مشاعرہ

حسب دستور قدیم بزم ادب تکمیل الطب یونین کا سالانہ مشاعرہ جنوری ۱۹۴۹ء کے ابتدائی ہفتہ میں منعقد ہو رہا ہے جس میں مقامی شعراء کے علاوہ بیرونی شعراء بھی شرکت فرما رہے ہیں۔

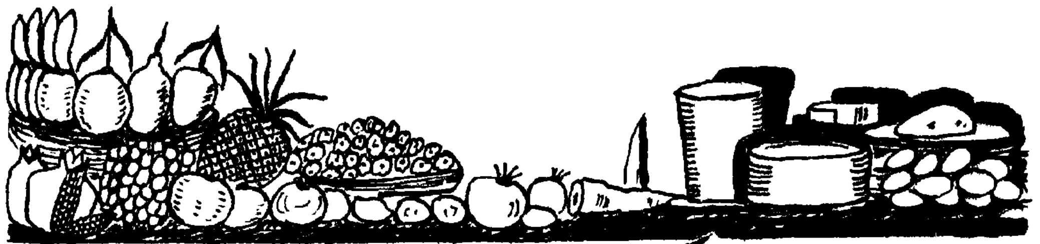
سکریٹری مشاعرہ محمد نصیر الدین رضوی
تکمیل الطب کالج۔ لکھنؤ

شرح اشتہارات رسالہ تکمیل الطب لکھنؤ

صفحات رسالہ	۱	۱	۱	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۴	۱/۴	۱/۴
اشاعتیں	۱	۲	۳ یا زیادہ	۱	۲	۳ یا زیادہ	۱	۲	۳ یا زیادہ
اُجرت	عـ۱۲ـہ ر	عنـ۲ـہ	مـہ ر فی اشاعت	سـہ ر	للعـ۱۲ـہ ر	سـ۶ـے ر فی اشاعت	سـ۶ـے ر	لـعـ۱۱ـہ	صـہ ر فی اشاعت

ٹائیٹل کا اندرونی صفحہ ۳ اشاعتوں کے لئے عنـ۲ـہ ر فی اشاعت
〃 〃 〃 ۳ سے زیادہ اشاعتوں کے لئے صـعـ۲۵ـہ ر
〃 〃 بالائی صفحہ فی اشاعت صـ۳۵ـہ ر

مینجر رسالہ تکمیل الطب لکھنؤ



مسئلہ غذا و خوراک

بعض اہم غذائیں

دودھ - مکھن - دہی - مٹھا - کریم - بالائی - انڈے

(عالیجناب صاحب عالم حکیم سید محمد قاسم صاحب)

جو لوگ حیوانی غذاؤں سے پرہیز کرتے ہیں اُن میں باہم اس امر میں اختلاف ہے کہ مذکورۂ بالا اشیاء یعنی دودھ اور اُس سے تیار کی ہوئی اشیاء، انڈا اور اُس سے بنائے ہوئے کھانے حیوانی اغذیہ میں شامل ہیں یا نہیں۔

ان میں سے ایک گروہ تو اس کا قائل ہے کہ دودھ و انڈا حیوانی غذا نہیں ہے اور اس کا کھانا نباتیین Vegetarians کے لئے جائز و مباح ہے۔ کیونکہ مذکورۂ بالا اشیاء کی صورت نوعیہ گوشت و اجزاء حیوان سے مختلف ہے اور قدرت فطرت یا نیچر نے انسان کی سب سے پہلی غذا دودھ ہی کو قرار دیا اسلئے دودھ و انڈا کھانا نباتیین کے لئے کسی طرح ممنوع نہیں ہے۔

لیکن دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ آخر دودھ اور انڈا بھی حیوان ہی کے خون سے بنتا ہے اور حیوان کے اجزاء میں شامل ہے لہٰذا جن اصول کی بناء پر گوشت ترک کیا جاتا ہے دودھ اور انڈا بھی چھوڑنا چاہیئے ہے اور یہ تسلیم کر لینے کے بعد بھی کہ دودھ فطرتی غذا ہے یہ گروہ عالم طفلی کے بعد دودھ کا استعمال جائز نہیں سمجھتا اور یہ کہتا ہے کہ فطرت نے ایک زمانہ مخصوص کے لئے دودھ کو انسانی غذا قرار دیا ہے یعنی جب تک شیرخوار کے دانت نہ نکلیں اس کے بعد دودھ کو غذا قرار دینا غلطی و حماقت ہے اگر فطرت کو ہمیشہ کے لئے یہی غذا مقرر کرنا ہوتی تو انسان کے دانت غیر ضروری تھے اور بغیر دانت کے یہ حیوانی خلقت تکمیل کو پہنچ سکتی تھی۔ اس کے سوا فطرت نے دودھ کو چھاتیوں سے پینے کے لئے بنایا ہے دودھ دوہ کر پینے سے اور مصنوعی طریقوں کے استعمال سے خطرات کا ہجوم ہو جاتا ہے۔ دوہا ہوا دودھ خارجی اثرات سے بہت جلد خراب ہو جاتا ہے مختلف قسم کے جراثیم کو قبول کرنے کی اس میں زیادہ صلاحیت ہے اطباء قدیم بھی اس کے قائل ہیں کہ دودھ خلط غالب یا کیفیت غالبہ کی طرف جلد مستحیل ہو جاتا ہے ڈائری فارم یا گوالے سے لے کر دودھ استعمال کرنے کے وقت تک بیحد احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے اور ذرا سی غفلت و تساہلی سے دودھ خراب ہو جاتا ہے جس جانور کا دودھ استعمال کیا جائے اگر وہ بیمار ہے امراض وبائیہ دق، چیچک میں مبتلا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ دودھ فوراً بیمار ڈال دے گا۔ جس برتن میں دوہا گیا اگر وہ خراب، زنگ آلود ہے تو دودھ فوراً خراب ہو جائیگا۔ دوہنے والا اگر بیمار ہے متعدی امراض کا شکار ہے تو بھی نقصان پہنچ جانے کا احتمال ہے لہٰذا جو چیز اس قدر خطرات سے مملو ہو اُس کا بطور غذا ترک کرنا ہی زیادہ مناسب ہے ایک طرف تو یہ خیال آرائیاں اور منطقی موشگافیاں ہیں اور دوسری طرف

ماہرین علم الاغذیہ کا یہ فتویٰ ہے کہ غذائیت ۔ طاقت و قوت اور انسانی زندگی برقرار رکھنے اور طول حیات کی نعمت سے مالا مال کرنے میں دودھ سے بہتر نہ کوئی غذا ہے اور نہ آج تک اس کا صحیح و جامع بدل مہیا ہو سکا ہے ۔ دودھ میں بہترین غذائیت اور معتدبہ پروٹین ہیں دودھ میں ایسے حیاتین ۔ وٹامین اور نمکیات ۔ بہت کافی مقدار میں موجود ہیں جو نشو و نما میں معین ہوتے ہیں ۔ کلورائیڈ آف پٹاشیم ۔ عام نمکیات ۔ سوڈیم ۔ پٹاشیم ۔ کیلشیم ۔ لائیم ۔ مگنیشیم اور لوہا تک موجود ہے ۔ دودھ ایک ایسی فطری غذا ہے جس میں غذائیت کے لئے جتنے ضروری اجزاء ہیں وہ سب موجود ہیں اور غیر ضروری اجزاء سے پاک ہے ۔ دودھ میں شکر بھی اُسی قدر ہے جس قدر کمیت و کیفیت کے اعتبار سے غذائیت کے لئے ضروری ہے ۔ بیماری کے عالم میں ضعف و نقاہت کی حالت میں اس سے زیادہ زود ہضم قوی ارواح کی حفاظت کرنے والی اور گئی ہوئی طاقت کا بدل مہیا کرنے والی اس سے بہتر کوئی غذا نہیں ہے ۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین ۔

دودھ سے طول عمر اکثر محققین اور ماہرین علم الاغذیہ نے برسوں کے مطالعہ مشاہدہ و تجربہ اور اعداد و شمار کے دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ دودھ دہی و مکھن پر زندگی بسر کرنے والی قوموں کی عمریں زیادہ ہوتی ہیں ہندوستان کا تجربہ بھی ہمیں یہی بتاتا ہے کہ دیہات کے باشندے جن کو خالص دودھ گھی وغیرہ حاصل ہوتا ہے بہ نسبت شہریوں کے زیادہ قوی اور زیادہ عمر کے ہوتے ہیں ۔ حال ہی میں بعض سیاحوں نے بلغاریہ اور بعض عرب قبائل کی صحت و طول عمر کا اصلی سبب دودھ دہی کا بکثرت استعمال بتایا ہے ۔

بہرکیف یہ بحث بہت طولانی ہے اور راقم الحروف نے عرصہ تک نباتین کی کتابوں کا بغور مطالعہ اور اُن کے دلائل پر تدبیر کی ہے تاہم میری سمجھ میں اب تک نہ آیا کہ میوہ اور نباتات میں کون سی ایسی غذا ہے جو ایسی جامعیت رکھتی ہو جو تنہا دودھ میں ہے ۔ بعض تجربہ کار مصنفین نے روغن زیتون ، مونگ پھلی ، بادام وغیرہ کی نسبت لکھا ہے کہ ان میں غذائیت کے لئے جس قدر اجزاء کی ضرورت ہے وہ سب موجود ہیں اول تو یہ قول مبالغہ سے خالی نہیں ہے اور طبی نقطۂ نظر سے اس کی زیادہ اہمیت نہیں ہے لیکن اگر تھوڑی دیر کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو شاید ان سب کا مجموعہ ملا کر دودھ سے غذائیت و منافع کے باب میں کچھ مقابلہ کر سکے ۔ مختصر یہ ہے کہ دنیا نے آج تک دودھ کا صحیح بدل پیدا نہیں کیا اور نہ بظاہر آئندہ کے لئے اس کی توقع ہے ۔

ان سب دلائل اور اصولی اختلافات کے بعد بھی تقریباً دو ہزار برس سے عالم کی آبادی کا نصف یا اس سے زائد حصہ اپنی غذا اور خوراک زیادہ تر دودھ ، مکھن ، دہی وغیرہ سے حاصل کرتا ہے ۔ راقم السطور کی اس تحریر کا منشا کسی خاص عقیدہ یا مذہب کا پرچار نہیں ہے بلکہ غذا اور خوراک کے مسئلہ میں نفع خلائق کے واسطے ایسے معلومات مہیا کر دینا ہے جو ان کی صحت و تندرستی کی حفاظت میں معین ہوں اور روز مرہ کی ضرورت میں کام میں آسکیں ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دودھ میں منفعت کے ساتھ مضرت کے پہلو بھی ہیں لیکن اس خارزار عالم میں ہمیشہ پھول کے ساتھ خار پہلو بہ پہلو ، نیکی کے ساتھ بدی ، نفع کے ساتھ ضرر ہمدوش و ہمعنان رہے ہیں ۔ تاہم اتنا ضرور ہے کہ دودھ میں منافع بے شمار اور مضرتیں کم ہیں اور یہی ہمارے اختیار کرنے کے لئے کافی ہے جن قوموں اور حکومتوں نے دودھ کی کثیر منفعتوں اور غذائیت میں اُس کی ہمہ گیریت سے واقفیت حاصل کر لی ہے اُنھوں نے مضرتوں اور نقصانات پر عبور حاصل کرنے کے لئے اپنی حکومت کے خزانے کھول دیئے ہیں مشرق میں جاپان نے دودھ کو (نیشنل فوڈ) قومی غذا کا مرتبہ دے رکھا ہے یورپین حکومتیں بھی دودھ کی بہم رسانی ۔ ڈائری فارم کے اجراء اور دودھ دینے والے جانوروں کی پرورش حفاظت نسل پر کروڑوں روپیہ صرف کر رہی ہیں قدیم تحقیق کے مطابق بھی دودھ میں تمام وہ اجزاء بدرجہ اتم موجود ہیں جن کی نشو و نما حیوانی میں ضرورت ہوا کرتی ہے ۔

چنانچہ ان حکماء کا قول ہے کہ دودھ میں تین بڑے اجزا حسب ذیل ہیں :۔ مائیت ۔ دُسنیت جُبنیت ۔ مائیت بشیر اخلاط کو گرم کرتی اور اُن کی تلطیف کرتی ہے اور اس میں قوت مسہلہ بھی ہے ۔

جبنیت ۔ اخلاط کو غلیظ کرتی اور قبض پیدا کرتی ہے

زبدیت یا دُہنیت گرمی و سردی میں معتدل ہے اسی وجہ سے دودھ کے مزاج میں اختلاف ہے بعض حکماء اس کو گرم و تر بعض اس کو سرد و تر اور بعض مرکب القویٰ کہتے ہیں ۔ بالجملہ بہترین غذا ہے خصوصاً اُن شیر خوار بچوں کے لئے جن کے معدوں کو ہلکی نرم و زود ہضم غذا کی ضرورت ہوتی ہے ۔ دودھ بہت جلد خون بن جاتا ہے درحقیقت اُس کو خون سے بہت قرب حاصل ہے جوہر دماغ اور ویرج منی کو بڑھاتا ہے ۔ کھانسی خشک خصوصاً دق و سل کے لئے ایک نعمت عظمیٰ ہے سرد مزاج والوں کے لئے البتہ تھوڑی سی مضرت رکھتا ہے لیکن ایسے لوگ اگر دودھ میں شہد ملا کر جس کو ہندی میں غالباً مدھپ کہتے ہیں پیا کریں تو بیحد نافع ہے ۔ بعض لوگوں کو اجوائن ، سونف ، سونٹھ ملا کر پینے سے شکایت مندرجہ بالا دفع ہوجاتی ہے ۔ دودھ بعض طبیعتوں میں قبض بھی پیدا کرتا ہے اس کی اصلاح اس طرح ممکن ہے کہ ترنجبین خراسانی بجائے شکر کے دودھ میں ملا کر پی جائے ۔

دودھ کی عمدگی و بُرائی کا دار و مدار اُن جانوروں کی حالتِ صحت پر منحصر ہے جن سے دودھ حاصل کیا گیا ہو ۔ دودھ میں جہاں بہت سے صفات ہیں وہاں یہ خرابی نمایاں ہے کہ جسم میں اگر خراب مادہ موجود ہو تو جلد یہ خود بھی فساد قبول کرلیتا ہے اس کا یہ عیب تو ظاہر ہی نظر آتا ہے کہ اگر دیر تک رکھا رہے تو پھٹ جاتا ہے یا کھٹا ہوجاتا ہے ۔ اسی سے دیسی اطباء اکثر مادی بیتوں میں اس سے احتیاط کرتے ہیں ۔

دودھ کے استعمال کے متعلق بعض ضروری ہدایتیں

(۱) جہاں تک ممکن ہو بازاری دودھ سے احتیاط کی جائے کیونکہ بازار میں اور گوالوں کے یہاں دودھ کی حفاظت کا انتظام نہیں ہوتا اور مختلف جراثیم اس میں شامل ہوکر خراب کردیتے ہیں

(۲) دودھ زیادہ تر کچا بغیر پکا یا یا جوش کیا ہوا استعمال کرنا زیادہ مفید ہے اور اگر تھن سے مُنہ لگا کر پیا جائے تو اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے اور اس طرح ہر قسم کے خارجی خطروں سے حفاظت ہوجاتی ہے ۔ دودھ پکانے یا زیادہ جوش دینے سے اس کے بعض اجزاء غذائیہ فنا ہوجاتے ہیں ۔ یہ ضرور ہے کہ بازاری دودھ کے جوش کردینے سے جراثیم جو خارج سے شامل ہوجائیں فنا ہوجاتے ہیں مگر قوت بھی کمزور ہوجاتی ہے ۔

(۳) اگر دودھ کو جوش دے کر پینا بمقتضائے احتیاط ضروری ہو تو اُس کو اتنا نہ جوش دیا جائے کہ موٹی پرت بالائی کی جم جائے کہ اجزاء مائیہ جل جانے سے دودھ گاڑھا و غلیظ ہوکر قابض ہوجاتا ہے ۔

(۴) جب کسی جانور کا دودھ دوہا جائے تو پہلے تھوڑا سا اُس کے بچے کو پی لینے دیا جائے اگر بچہ نہ ہو تو تھوڑا دودھ دوہ کر پھینک دیا جائے ۔

(۵) جانور کے بیا ہنے کے بعد چار پانچ روز تک دودھ گاڑھا ناقابل استعمال ہوتا ہے اس کو ہماری زبان میں پیوسی کہتے ہیں اس کو نہ استعمال کیا جائے بلکہ بہتر ہے کہ جانور کے بیاہنے کے ایک ماہ بعد دودھ کا استعمال کیا جائے ۔

(۶) جو جانور اُتنی مدت میں بچہ دیتے ہیں جتنی مدت میں انسان کے یہاں بچہ ہوتا ہے اُن کا دودھ زیادہ عمدہ و مفید ہوتا ہے خصوصاً شیر خوار بچوں کے لئے ۔

رسالہ تکمیل الطب میں

اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

ڈاکٹر اٹل کی بدیسی باتیں

حکیم محبوب رضا خاں صاحب۔ انچارج شفاخانہ تکمیل الطب۔ لکھنؤ

ہمارے دیس کا چلن ہے کہ جب لڑکی کا بیاہ ہوتا ہے اور سسرال جانے لگتی ہے تو میکے والے ماں، باپ اور بڑے بوڑھے لڑکی کو سسرال کے لئے کچھ باتیں بتاتے ہیں کہ سسرال میں کیا کہے کیا نہ کہے۔ کیا کرے اور کیا کیا نہ کرے۔ اس وقت یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ اب سسرال اس کا گھر ہے میکا نہیں۔ ساس، سسرے اور نندیں وغیرہ اب اس کی ماں، باپ اور بہنیں ہیں یعنی کہ لڑکی میں سسرال سے دلچسپی، اور میکے سے دوری پیدا کرائی جاتی ہے۔ یقیناً ان باتوں سے اس کی زندگی میں سکھ اور بھلائی ہوتی ہے۔ بات بھی یہی ہے کہ جب مرنا، جینا اور بسنا سسرال میں ٹھہرا تو پھر میکے میں کیا دھرا ہے۔ ہمارے دیس کی لڑکیاں اپنے ماں، باپ کی خوشی، غم اور رائے مشورہ پر اتنی زیادہ چلتی ہیں کہ کوئی دوسرا دیس اس کے سامنے نہیں آسکتا۔ پھر یہی حال سسرال میں ہوتا ہے۔ ساس، سسرے اور اپنے آدمی پر لڑکی اپنا تن من دھن سب کچھ لٹا دیتی ہے۔ اب تو نہیں لیکن پہلے زمانے میں شوہر کے مرنے پر لڑکی خود بھی آگ میں اپنے کو جلا دیتی تھی جسے ستی ہونا کہتے تھے۔ اب لڑکی جب سسرال میں کچھ دن بیت لیتی ہے تو پھر اپنا تمام وہ جہیز جو میکے سے ساتھ لائی تھی اپنی پسند کے مطابق تڑوا کر بنواتی ہے۔ اگر میکے سے اسے ایک تولہ کے مضبوط بھاری بُندے ملے تھے جو روئی میں احتیاط سے بندھے تھے تو اب وہ ایک تولہ میں ایک جوڑی بُندے اور ایک نکلس بنوا لیتی ہے جسے نہایت خوبصورت، چمکدار اور فوق البھڑک کیس میں رکھتی ہے۔ اب اگر یہ بُندے اور نکلس کو اپنا کہے اور سسرال کی چیزیں بتلائے۔ میکے کو صرف بھلائے ہی نہیں پردہ ہی نہ ڈالے بلکہ میکے کے جہیز سے انکار بھی کرے اور اگر بھولے چوکے کبھی میکے والے موقع دیدیں تو صدارت کی کرسی پر بیٹھ کر میکے والوں کے سامنے ایک لمبی چوڑی باقاعدہ جہیز کے انکار کے موضوع پر تقریر بھی کرے تو یہ اس کی شخصیت، انسانیت، خلاقت، شرافت اور سوجھ کے خلاف ایک بڑھیا اُجلے صاف ستھرے کپڑے پر نہایت بدبودار گندہ دھبہ ہوگا۔ میکے والے پاس بلانے اور دور سے دیکھنے کے روادار نہ ہوں گے۔ پھر سسرال والے بھی میکے والوں کی طرح دلچسپی ختم کردیں گے۔ بات بھی یہی ہے کہ ماں باپ سے جسے انس نہ ہو اسے پھر دنیا میں کس کا خیال ہو سکتا ہے۔ بالکل یہی مثال بدیسی طب کے نام لیواؤں کی بھی ہے۔

ابھی کچھ دن ہوئے کہ ہمارے محترم ڈاکٹر اٹل صاحب نے تیرھویں ڈاکٹری یو، پی کانفرنس کی صدارت کا نیو رمین فرمائی۔ جس میں ہماری دیسی طب، اس کے اصول، اس کی ترقی سے وباؤں کا پھیلنا، اس میں منافع الاعضا، علم التشریح، علم الجراثیم، علم الحیوانات وغیرہ کے وجود نہ ہونے پر ناواقفانہ اظہار خیال فرمایا جو اخبار نیر مورخہ ۳۰، اگست ۱۹۴۸ء کے ذریعہ مجھ تک بھی پہنچا۔

اس وقت مجھے ان لوگوں کو جو ڈاکٹر اٹل صاحب کی دیسی طب کے بارے میں اچھوتی اور بدیسی باتیں جانتے ہیں کچھ بتانا ہے اور صرف اسی وجہ سے کہ جب ہم ایک گھٹیا آدمی سے کچھ اُلٹی پلٹی بےتکی اور بالکل جھوٹی باتیں سنتے ہیں تو اس کی یہ سب کمزوریاں ہمیں مجبور کرتی ہیں کہ ہم بھول جائیں اور کچھ بات بڑھنے نہ دیں کیونکہ اس سے کبھی کسی بڑھیا بات کی امید ہی نہیں ہوتی لیکن یہی باتیں ایک پڑھے لکھے تجربہ کار اور ذمہ دار آدمی سے

سننے کے بعد ہمیں اس سے ہمدردی پیدا ہوجاتی ہے اور ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہم اس کی سوجھ بوجھ کو حد بھر کردیں جو کچھ کمی ہوگئی ہے یا جو کچھ وہ معلوم نہ کرسکا۔

ہمیں خوشی ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنی سمجھ دیسی دوا دارو دیسی علاج اس کے اصول اور اس کی سائنس کے متعلق ظاہر کردی لیکن افسوس صرف اتنا ہے کہ انھوں نے یہ سب کچھ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی ورنہ ہمیں اس وقت ان کو بتانے کی جرات نہ ہوتی اور ان کی یہ باتیں اس طرح لوگوں تک نہ پہنچتیں۔ جیسا کہ ہمارے دیس کے بھائی بھی جانتے ہیں کہ وہ ایک بدیسی دوا دارو کے ماہر ہیں ان کی آنکھیں رنگین، دلکش، فوق البھڑک اور ہمارے دیس سے دور کی دوا دارو دیکھنے کی عادی ہیں۔ ان کا علاج بدیسی علاج اس کے اصول اس کے لٹریچر اور چمکدار، شوخ تصویروں سے متاثر ہے۔ ان کے کان میں صرف بدیسی آوازیں اور آلات متاثر ہوسکتے ہیں اور ناک صرف بدیسی بُو بتا سکتی ہے۔ یہ مثال اس کالے بلب کی ہے جس کی روشنی میں ہر چیز ہمیشہ کالی دکھائی دیتی ہے چاہے کوئی چیز کتنی ہی جوبن دار کیوں نہ ہو۔ وہ نہیں سمجھ سکتے کہ آیورویدک کیا ہے اور دیسی طب کسے کہتے ہیں۔ ان کی سمجھ میں آہی نہیں سکتا کہ دیسی علاج (آیورویدک اور دیسی طب) بھی مریض کو اچھے کرنے کے طریقے ہوسکتے ہیں بہرحال اصلیت یہ ہے کہ نہ صرف ہماری دیسی طبی کتابیں بدیسی محققین اور تاریخ کے رنگین صفحے بتاتے ہیں بلکہ اس وقت کے موجودہ ایلوپیتھک کے ڈاکٹر صاحبان کی تحریریں بھی بتاتی ہیں کہ دیسی طب ایک دنیادی مستند علم ہے۔ سچی بات ہے کہ طب مغربی ہماری دیسی طب کی بیٹی ہے جس نے سسرال جاکے اپنا روپ اور رنگ کچھ اس طرح بدل ڈالا کہ اب میکے والوں کو پہچاننے میں مشکل پڑتی ہے۔ تعجب یوں نہیں کہ میکے بہت دنوں کے بعد آئی ہے نہ وہ میکے والی ریشمی لمبی گھونگھٹ ہے جس میں کنار دینز چوڑا لچکہ ٹکا تھا نہ وہ بڑھیا دیسی دھوتی۔ انگلیوں میں انگوٹھیاں نہ آدھے آدھے ہاتھ چوڑیوں اور کڑوں سے ڈھکے ہاتھ، پیروں میں مہندی، آنکھوں میں سُرمہ اور نہ ماتھے پر قشقہ اور ٹیکا۔ مزہ تو یہ ہے کہ چوٹی بھی نہیں اور کپڑے لتے مَردوں جیسے، دُور سے دیکھنے سے عورت نہیں لگتی تو پھر بیچارے میکے والوں کی کیا غلطی اور بدیسی طب کے نام لیواؤں کا کیا قصور

بہرحال سچ بات تو یہ ہے کہ ہماری دیسی طبی کتابوں کے ترجمے کچھ اس طرح ہوئے کہ اس وقت مصنفین کے ناموں سے ان کے بدیسی ہونے کا شک ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ دیسی طبی اصولوں کو یورپیفائی کیا گیا۔ دیسی جراحی اوزاروں کی تصویریں آپریشن کے طریقے، سرجنوں کے نام، اناٹمی، فزیالوجی، مڈوائفری سرجری، پرنسپل آف میڈیسن۔ بیکٹریالوجی وغیرہ وغیرہ کے علیحدہ علیحدہ مصنف "ماہر" اور ان کی کتابیں کچھ اس طرح اپنائی گئیں کہ جنھیں جلد ہی آپ معلوم کرلیں گے۔

اب آیئے ذرا ہمارے دیس کے ماہروں ہی سے کچھ معلومات حاصل کیجئے۔ ہمارے دیس کے پرانوں میں سے ماہر طب چرک صاحب اور ماہر سرجری سشرت صاحب ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ اگر کچھ تکلیف اُٹھائیں تو ریویو آف ہسٹری آف میڈیسن مصنفہ علامہ وائز اور ہسٹری آف انڈین لٹریچر مصنفہ فاضل ویبر اور این ٹی کیوٹی آف ہنڈو میڈیسن مصنفہ علامہ روئیل مطالعہ فرمائیں۔ اچھا تو یہ ہے کہ ماہرین فن طب مغربی۔ ولسن۔ ہین۔ این سلی۔ ہورنلی۔ آرین۔ اسٹرابو اور دیگر مغربی محققین کی کتابیں پڑھ کر پھر اپنے اس اونچے خیال۔ بڑھیا بات اور حکومت کو دھوکہ دیتے ہیں دیسی دوا دارو کو ختم کرتے تو کیا بہرحال اس کے پیر میں کلہاڑی مارنے کی بیکار کوشش کیجئے گا اس وقت آپ کو خصوصاً اور آپ کی یہ باتیں سننے والوں کو آپ کی قابلیت تجربہ اور ذہنیت کا علم ہوگا آپ کو یقیناً معلوم نہیں ہندی سرجری کی شروعات چرک صاحب اور سشرت صاحب نے کی ہے جس کا ثبوت تحریریں خود مغربی اور دیگر محققین مثلاً آرین اور اسٹرابو جیسے فاضل ماہرین نے دیا ہے۔ چرک صاحب ہندوستان میں کشمیر

یا بنارس میں پیدا ہوئے تھے ان کی ایک کتاب "چرک سنگھتا" موضوع طب پر ہے انھوں نے انسانی ڈھانچہ کی ہڈیوں کی کل تعداد ۳۶۰ بتائی ہے۔ سشرت بھی ہندوستان میں ایک بہت بڑا سرجن تھا جس نے اپنی کتاب کو حسب ذیل آٹھ حصوں میں تقسیم کیا ہے:- (۱) "سلیہ" جس میں پھوڑوں وغیرہ کو کاٹنے آلات جراحیہ۔ قلویات۔ محرقات اور کاویات وغیرہ کا بیان ہے۔ (۲) "سالکیہ" اس حصہ میں کان، آنکھ، ناک اور چہرہ وغیرہ کا بیان ہے وغیرہ وغیرہ۔

سشرت صاحب کی کتاب کا ترجمہ ۱۸۸۳ء میں یو۔سی۔دت صاحب نے اور ۱۸۹۱ء میں چاٹو پادھیا صاحب نے انگریزی زبان میں کیا۔ آٹھویں صدی عیسوی کے ختم سے قبل سشرت کا عربی ترجمہ ختم ہوچکا تھا جو کتاب شٹوشون الہندی کے نام سے مشہور ہے۔ ابن ابی اصیبعہ نے اس کا تذکرہ کتاب (سوسٹرود) کے نام سے کیا ہے۔

رازی نے اپنی تصانیف میں "سرود" کا حوالہ ایک فاضل جراحیات کی حیثیت سے دیا ہے۔

سشرت نے ایک سو سے زیادہ فولادی سرجری کے اوزاروں کو لکھا ہے ان کے استعمال کرنے کا طریقہ ان کے استعمال سے پہلے صفائی اور احتیاطیں وغیرہ آج کی تطہیر اور صفائی سے کسی طرح کم نہیں۔ چنانچہ سشرت لکھتے ہیں کہ "انکے دستے اور جوڑ سخت ہوں، چمک اچھی ہو، دھار ایسی تیز اور باریک ہو کہ بال بھی بخوبی کٹ جائیں۔ صاف ستھرے ہوں اور زنگ آلود نہ ہوں۔ ان کو فلالین کے غلاف میں لپیٹ کر لکڑی کے صندوق میں رکھنا چاہیئے وغیرہ وغیرہ"۔

اب ذرا ڈاکٹر صاحب آپ ایک اوزار کو سشرت کے بتائے ہوئے اصول اور طریقے سے لیجئے اور پھر اس کے لئے کسی ماہر جراثیم (بیکریالوجسٹ) سے خوردبین کے نیچے جراثیم (بیکٹیریا) تلاش کرنے کے لئے کہئے۔ اگر آپ نے جیسا کہ ہمیں امید ہے کچھ اپنی سوجھ بوجھ سے کام لیا تو یقیناً ناکام رہیں گے اور کسی قسم کا کوئی جرثومہ نہیں ملے گا۔ اس کی بڑھیا مثال یہ ہے کہ یقیناً گائے کے گوبر میں جراثیم ہوتے ہیں اور معلوم نہیں کتنے خراب قسم کے ہوتے ہیں اور اس کے کنڈے (اُپلے) بنا کر ہمارے بھائی بند روٹی بناتے کھاتے ہیں اور اچھے بھلے رہتے ہیں۔ اس سے کوئی تکلیف ہوتی ہے اور نہ کوئی نقصان اُٹھاتے ہیں۔ یہی اُپلے کی راکھ ایک بہترین (مستند) مطہر چیز ہے جس میں ہرگز ہرگز کوئی جراثیم نہیں مل سکتا یا وہ دھواں جو روٹی پکانے کے توے کے نیچے جم جاتا ہے انتہائی مطہر چیز ہے اگر ایک شخص یہ کہے کہ یہ راکھ اور جما ہوا دھواں صاف ستھرا ہے اور دوسرا آدمی یہ کہے کہ اس میں جراثیم نہیں ہیں تو یقیناً مطلب ایک اور صرف ایک ہی ہے صرف لفظی بحث ہے جس طرح جراثیم سے پاک چیز صاف ستھری ہوتی ہے بالکل اسی طرح صاف ستھری چیز میں جراثیم نہیں ہوسکتے۔

یقیناً ہمارے دوست ڈاکٹر صاحب موصوف کو معلوم نہیں کہ کسی چیز میں سخت گرمی پہنچانا اس چیز کو صاف ستھرا اور مطہر کردیتا ہے یہ یقیناً ہمارا دیسی اصول علاج اور ہماری دیسی سائنس ہے جس کی طب مغربی محتاج اور ہماری دیسی طب کو فخر حاصل ہے جس کا زبردست ثبوت یہ ہے کہ ہمارے دیسی سرجن کسی عضو کو کاٹ کر اس کے سرے پر ابلتا ہوا تیل لگا کر پیالہ نما شکل کی ڈریسنگ کردیتے تھے جس کے لئے ڈاکٹر گرندر ناتھ صاحب اپادھیا کلکتوی کلکتہ یونیورسٹی کلکتہ اور کویراج نگندر ناتھ سین گپتا کلکتہ کے مضامین روشن خیالی اور سچائی سے پتہ دیتے ہیں یہ کتاب ڈاکٹر گرندر ناتھ صاحب نے نہایت فاضلانہ تحقیق و تاریخ کی روشنی میں دو ضخیم جلدوں میں انگریزی زبان میں تالیف کی ہے جو کلکتہ یونیورسٹی کی طرف سے ۱۹۱۳ء میں شائع بھی ہوچکی ہے اس کا نام "دی سرجکل انسٹرومنٹس آف دی ہندوز" ہے۔

(باقی آیندہ)

تذکرۂ اطباء لکھنؤ

مولوی سید نواب علی صاحب ایم، اے

(گذشتہ سے پیوستہ)

(سلسلہ نمبر ۹)

شفاء الملک الحاج حکیم محمد عبد الحمید صاحب

آپ حکیم عبد العزیز صاحب کے منجھلے صاحبزادے تھے۔ ۲۴ اکتوبر ۱۸۸۴ء مطابق ۴ محرم الحرام ۱۳۰۲ھ لکھنؤ میں جمعہ کے دن پیدا ہوئے، چار پانچ برس کا سن تھا جب اسہال کبدی میں مبتلا ہوگئے۔ پدر بزرگوار نے بہت علاج کیا مگر فائدہ نہ ہوا آخر اپنے پیر طریقت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب نقشبندی مجددی کی خدمت بابرکت میں گنج مراد آباد (ضلع اناؤ) گئے۔ اور عرض کیا حضرت اس بچے کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا خدا کے فضل سے یہ بچہ بڑی ہستی ثابت ہوگا میرے یہاں جو ماش کی کھچڑی پکتی ہے اس میں سے دو ایک دن اس کو کھلا دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور بچہ کو شفاء ہوگئی۔

مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب مولانا شاہ محمد آفاق صاحب نقشبندی مجددی دہلوی کے خلیفہ تھے اور شریعت اور طریقت کے پابند بڑے عالی مقام صوفی صافی تھے۔ آپ کی زبان مبارک سے جس کے لئے جو نکل گیا وہ پورا ہوا اور ہوتا تھا۔ عارف روم نے سچ کہا ہے ؎

اولیا را ہست قدرت از آلہ
تیر جستہ باز می آید ز راہ

درس نظامیہ کی تعلیم مولوی حفیظ اللہ صاحب اور مولانا محمد فاروق چڑیاکوٹی سے حاصل کرکے طب اپنے پدر بزرگوار سے پڑھی اور سول سرجن ڈاکٹر اینڈرسن سے جن کا ذکر ہم اوپر کے اوراق میں کر چکے ہیں سرجری کی تعلیم حاصل کی اور سارٹیفکٹ لے کر نکلے۔ اب آپ طبیب ماہر اور مشاق ڈاکٹر تھے تکمیل الطب اس زمانے میں قائم ہو چکا تھا۔ آپ اپنے برادر معظم حکیم عبد الرشید کے ساتھ سرجری میں عملی مشق کامیابی کے ساتھ کرنے لگے۔ امراض چشم میں بڑی مہارت تھی خصوصاً نزول الماء (کٹریکٹ) کے آپریشن میں بڑے چابکدست تھے۔ جن مریضوں کی آنکھوں کا آپ نے علاج کیا وہ آج تک اچھے ہیں۔ آپ تکمیل الطب کے انچارج تھے صبح کے وقت شفاخانے میں روزانہ مریضوں کو ملاحظہ فرماتے تھے۔ نسخے لکھتے تھے اور شام کو طلبہ کو درس دیتے تھے اس طرح سے اٹھارہ برس تک دو لاکھ مریضوں کے دیکھنے سے وسیع تجربہ حاصل کیا۔ (دیکھو سالانہ رپورٹ ۱۹۲۰ء)

۱۹۲۰ء میں جب آپ کے برادر معظم کا انتقال ہوا تو تکمیل الطب کے سالانہ جلسے کی صدارت گورنمنٹ کے ہوم ممبر آنریبل راجہ سر محمد علی محمد خاں والی ریاست محمود آباد نے کی اور مبلغ بارہ ہزار روپیہ کا گرانقدر عطیہ تکمیل الطب کو دیا اور پچاس روپیہ ماہوار ریاست سے مقرر کر دیئے۔ جنگ یورپ کے اثرات سے جو چندہ ملنے میں کمی ہوگئی تھی اس کی ایک حد تک نہایت فیاضی سے تلافی ہوگئی۔

آپ کا خطبۂ صدارت نہایت پُرمغز اور عالمانہ ہے اقتباس ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:-

"ملک اور قوم کے زوال کے ساتھ اس سے ابتر ین سبذبات اور معلومات زوال پذیر ہوتے ہیں، اقتضائے فطرت سے اس بلائے عظیم کا ہندوستان میں اس فن کو مقابلہ کرنا پڑا۔ ہندوستان میں یہ فن شریعت جس طرح آیا اور جو اس نے ترقی کی۔ کتابوں میں

اس کے احوال درج ہیں۔ موجودہ حالت یہ ہے کہ علوم جدیدہ نے جس طرح اور علوم قدیمہ کو مغلوب کرلیا ہے اسی طرح طب یونانی کو بھی کیا ہے۔ بہت سی باتوں میں استعداد مقاومت باقی نہیں رہی ہے اور جس میں باقی ہے اگر حفاظت نہ کی گئی تو مٹ جائے گی اس خیال کو دل سے اور نظر غور سے سمجھنے والے بہت کم ہیں لیکن کچھ لوگ بہی خواہ بھی موجود ہیں کچھ فطرت سے اور کچھ فن کی عظمت کے خیال سے جو طب کو اس وقت تک پسند کرتے ہیں اور وہ اب بھی خواہ ضعیف الاعتقادی سے کہا جاوے۔ طب یونانی کے علاج کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات مقابلہ میں پرانی مفرد دوائیں زیادہ مفید ثابت ہوتی ہیں انفلوئنزا کے کتنے ہی مریض جن کا مجھ کو علم ہے اگر اچھے ہوئے تو گھانس پھونس سے۔ میں دوسروں کی منقبت نہیں کرتا بلکہ ہر ملک کے امزجہ اور آب و ہوا کے لحاظ سے وہیں کے اجزاء دوائیہ مفید ہوتے ہیں یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایسے گرم و خشک ملک میں جوہروں سے علاج کیا جاوے۔ اسی وجہ سے متقدمین فن نے جوہروں پہ فطری ادویہ کو ترجیح دی۔ اگر یہ اصول سمجھ میں آجائے تو ایلوپیتھی بھی یہی کرے گی خواص ادویہ کا کسی کو اقرار ہو یا نہ ہو لیکن قابل قدر وہ ہیں جنھوں نے صدیوں پیشتر خواص کی ضرورت کو ثابت کردیا۔ مجھے نہایت خوشی ہے کہ میں نے ایک نوجوان شخص حکیم محمد عبدالحمید صاحب میں بہت سی ایسی باتیں پائیں جن کی اس زمانے میں ضرورت ہے چنانچہ میں نے ایک درجے میں قارورہ کے مختلف الوان دیکھے جو بہترین طریقہ علوم کی تعلیم کا ہے اسی طرح فن جراحی جن کو اطبا نے ترک کردیا تھا حکیم صاحب نے بہت سے اوزار اور آلات اس کے ایک درجے میں مہیا کئے ہیں یہ وہ شئے ہے جو ہمارے ہاتھ سے جا چکی ہے اور ہم پھر حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ وہ آلات ہندوستان کے نہ تھے بحیثیت ایک نیشنلسٹ کے میرے دل سے یہ دعا نکلی کہ جن ہاتھوں نے ان سے کام لینا شروع کیا ہے وہ ان کا بنانا بھی شروع کریں پھر وہ درجہ دیکھا جس میں مفردات کی تعلیم دی جاتی ہے اس درجے میں دوائیں بغرض شناخت طلاب مہیا کی گئی ہیں دواؤں کی وہ نوبت پہنچ گئی تھی کہ کہا جاتا تھا ع

وہی دوا ہے جو پڑیا میں باندھ دے عطار

یہ نہایت نیک فال ہے یہی وہ ترقی ہے جس سے ایلوپیتھی نے تجربہ کیا ہے کہ صرف چند سو دوائیں ہیں جو کار آمد ہیں اطباء کی تحقیق ہے کہ ہزاروں دوائیں ہیں جو مفید ہیں "

اس وقت کے ان سالانہ جلسوں میں مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی جو لکھنؤ کے ایک مشہور شاعر شیریں سخن تھے اپنی استادانہ نظمیں سنایا کرتے تھے۔ ایک نظم کے چند اشعار جو اعلیٰ تخیل کے ساتھ معنی خیز ہیں ذیل میں ہدیۂ ناظرین ہیں :-

(۱)

یہ مٹی بن سنور کر کیسے کیسے گل کھلاتی ہے
ہر اک ذرے سے ہیں صناع قدرت کے نشاں پیدا
نشان بے نشاں پائے گا تو ہر ایک ذرے سے
اسی کون و مکاں سے ہوگی حد لا مکاں پیدا
ستارے ٹوٹ کر دامن میں تیرے جگمگا اٹھیں
اندھیری رات میں کر دیدۂ انجم نشاں پیدا
برنگ خضر طے کر ہستی فانی کی منزل کو
اسی جادے سے ہو جائے گی عمر جاوداں پیدا
نہ گھبرا سخت گرمی سے بسر کر مطمئن ہو کر
بہر صورت قفس ہی میں کر اپنا آشیاں پیدا
بقدر ذوق یوں تو ہے ہر اک کو ذوق گلچینی
مگر ہوتے ہیں مشکل سے چمن میں باغباں پیدا

(۲)

حنین و رازی و قرشی نجیب و بوعلی سینا
زمانہ اب کرے گا ایسے لوگوں کو کہاں پیدا
گذشتہ عظمتوں کا کچھ اثر باقی تو ہے اب تک
نہیں گو کارداں لیکن ہے گرد کارواں پیدا

مسیحا دم حیاتِ اہلِ دل یہ کالج طبی
کہ جس سے پیکرِ فن میں ہوئی رُوحِ رواں پیدا
ہوئی ہے جس سے اصلاحِ مزاجِ ہندو و مُسلم
مقدر سے ہوا ہے مُصلحِ ہندوستاں پیدا
ہماری زندگانی کیا بہم اضداد کا ملنا
عناصر سے ہوا ہے اِتحادِ جسم و جاں پیدا
الگ ہر جُزو نسخہ کا عمل کرتا نہیں ہرگز
ملیں اجزا تو ہوگا چارۂ دردِ نہاں پیدا
عزیزؔ اک عہد زریں تھا کہ جب اس فن کی عزت تھی
نظر آئے وہی ساماں اگر ہوں قدرداں پیدا

حکیم عبدالحمید صاحب نے تکمیل الطب کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیتے ہی جدید اصلاحات شروع کر دیئے اور فراہم چندہ میں بڑی کوشش کی۔ آپ نے تشریح اجسام انسانی کے عملی طریقہ کے انتظام کے لئے ایک ہال بنوانے کی تحریک شروع کی چنانچہ مہاراجہ صاحب محمود آباد جو ہوم ممبر بھی تھے اور راجہ صاحب جہانگیر آباد نے پانچ پانچ ہزار روپیہ عطا فرمائے اور پھر دیگر رؤسا اور معززین سے بقیہ پندرہ ہزار روپیہ چندہ کی رقم وصول کرکے ہال تیار کرا دیا اور گورنمنٹ سے مُردہ لاشوں کو حاصل کرنے کا بھی انتظام کر لیا۔

جہانگیر آباد میں راجہ سر تصدق رسول خاں صاحب کا انتقال ہو چکا تھا اب ان کی جگہ پر ان کے بھتیجے راجہ شیخ اعجاز رسول خاں صاحب (جو بعد کو مہاراجہ کے لقب سے فائز ہوئے) والیٔ ریاست تھے ممدوح تکمیل الطب کے بڑے حامیوں میں تھے بڑے سیر چشم مُخیّر باوضع اور عالی ہمت تھے۔ تکمیل الطب کی مجلس منتظمہ کی صدارت قبول کی اور آخر عمر تک یعنی گذشتہ سال ۴۷ء تک صدر رہے۔ حکیم عبدالحمید صاحب نے فن کلیات اور فن معالجات کی بہتر تعلیم کے لئے علم الادویہ اور علم کیمیا کے مشاہدے کا بھی انتظام ۱۹۲۱ء سے کر دیا۔ اور اپنے برادر خورد حکیم عبدالحلیم اور حکیم عبداللطیف کو اس کا انچارج بنایا۔

حکیم عبدالحلیم کے بڑے بھائی حکیم عبدالحکیم کو شفاء الملک صاحب نے تکمیل الطب کے انتظامات میں اپنا شریک کار بنایا لیکن حکیم عبدالحکیم کا عین جوانی میں دوسرے ہی سال انتقال ہو گیا۔ شفاء الملک صاحب کی بھی صحت اچھی نہیں رہتی تھی لیکن وہ برابر اپنے فرائض خوش اسلوبی سے ادا کرتے رہے۔ آپ نے اپنے ابن عم حکیم عبدالمعید صاحب کو (جو بعد کو شفاء الملک کے لقب سے فائز ہوئے) تکمیل الطب کالج کا پرنسپل مقرر کیا اور انتظامات میں ان کو اپنا جوائنٹ آنریری سکریٹری بنایا۔ گورنمنٹ اب تکمیل الطب کے ادارے کو وقعت کی نظر سے دیکھنے لگی اور جو گورنر صوبہ مقرر ہوتے تھے وہ ایک مرتبہ تکمیل الطب کے سالانہ جلسوں میں اُس کی صدارت کرتے تھے اور معائنوں میں اپنی خوشنودی اور پسندیدگی کا اظہار کرکے ہمت افزائی کے طور پر کچھ چندہ بھی خود دیتے تھے جس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ تعلقداران اور امرا بھی عطیات پیش کرتے تھے حکیم عبدالعزیز صاحب کے دَور میں سر آغا خاں نے معائنہ فرمایا۔ اور حکیم عبدالرشید صاحب کے دَور میں مہاراجہ صاحب بڑودہ تشریف لائے اور حکیم عبدالحمید کے دَور میں حضور نظام حیدر آباد نے قدم رنجہ فرما کر معائنہ میں اظہار خوشنودی کیا۔

۱۹۲۵ء میں گورنمنٹ نے حکیم عبدالحمید صاحب کو شفاء الملک کا خطاب ان کے مساعی جمیلہ کے صلہ میں دیا۔ پھر ۱۹۳۵ء میں تمغہ قیصرِ ہند ملا۔ لیکن اب آپ کا دل دنیا سے اُٹھ چلا تھا۔ ۱۹۳۶ء میں آپ نے تکمیل الطب کے جملہ انتظامات حکیم عبدالمعید صاحب کے سپرد کئے اور خود عازم حرمین شریفین ہوئے اور ۳۷ء میں حج و زیارات سے فارغ ہو کر واپس آئے۔ حکیم عبدالمعید صاحب نے انتظامات واپس کرنا چاہے لیکن آپ نے منظور نہ کیا اور فرمایا میں تمہارے حُسنِ جذبات سے خوش ہوا اب تم ہی انتظامات کرو اور میں مشورہ دیتا رہوں گا اور حتی الوسع خدمت سے دریغ نہ کروں گا۔ ۱۹۳۹ء میں مسلم یونیورسٹی علیگڈھ نے آپ کو کورٹ کا ممبر مقرر کیا مگر آپ کی علالت اب طول کھینچ رہی تھی۔ چند ماہ بھوالی میں رہے مگر صحت درست نہ ہوئی اور مرض مزمن بڑھتا ہی گیا۔ لکھنؤ واپس آئے

اور آخر ستاون سال کی عمر میں ۲۴ دسمبر ۴۰ء مطابق ۱۳۵۹ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

آپ نے کئی اولادیں چھوڑیں فرزند اکبر حکیم محمد عبد الحسیب ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ آئی۔ ایم۔ ایس ہیں جو آج کل تکمیل الطب کالج کے پرنسپل بھی ہیں۔ دوسرے فرزند حکیم محمد عبد الجلیل ہیں جو اب ماشاء اللہ فارغ التحصیل ہو کر اپنے ماموں شفاء الملک حکیم محمد عبد المعید صاحب کی سرپرستی میں مطب کرتے ہیں۔ تیسرے فرزند عبد الرحیم ہیں جو ابھی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح شفاء الملک حکیم عبد الحمید صاحب کو دنیاوی نعمتوں سے سرفراز فرمایا تھا اسی طرح ذوقِ دین بھی عطا فرمایا تھا۔ نماز پنجگانہ کے بڑے پابند، رمضان المبارک میں صائم، زکوٰۃ سالانہ ادا فرماتے، صدقات ظاہر اور پوشیدہ بھی دیتے تھے۔ مریضوں کے ساتھ نہایت ہمدردی فرماتے تھے۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

حکیم حافظ محمد عبد المجید صاحب

آپ حکیم محمد عبد الحفیظ صاحب کے فرزند اکبر ہیں۔ ۳ صفر ۱۲۹۶ھ میں بمقام لکھنؤ پیدا ہوئے۔ کتب درسیہ سے فراغت کر کے فن طب کی علمی اور عملی تعلیم اپنے بزرگوں سے حاصل کی۔ صرف قانون شیخ الرئیس کو چودہ مرتبہ اپنے عم بزرگوار حکیم عبد العزیز صاحب سے قرأت سماعت فرمائی۔ آپ کا حافظہ نہایت قوی ہے ایک بار کسی مسئلے کا سن لینا کافی ہے، درس تدریس سے خاص شغف ہے۔

تکمیل الطب کالج میں آج تک نہایت قابلیت سے درس دیا کرتے ہیں اور مطب بھی کرتے ہیں۔ آپ چند مفید کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ کی تصانیف میں "اربانۃ المحجۃ لمن سلک علی طریقۃ المعوجۃ" خاص طور سے قابل ذکر ہے جس میں پانچ مسائل طبیہ پر دلچسپ بحث کی ہے۔ دوسری تصنیف "تذکار الصحت" ہے جس میں دبیلۃ الکبد کے علاج و معالجہ پر شرح و بسط سے بحث کی ہے "اسباب و علامات" کے نام سے ایک اور رسالہ بھی آپ نے لکھا ہے اور طلبہ کی آسانی کے لئے اس کو شائع کر دیا ہے۔

آپ آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس کے سکریٹری بھی رہ چکے ہیں لیکن آپ کا اصلی مذاق طبیعت درس و تدریس ہے۔ آپ نہایت منکسر المزاج۔ قانع اور عزلت پسند ہیں اور تعلیمی حیثیت سے اپنے فن کے مسلم الثبوت استاد ہیں۔

حق تعالیٰ آپ کا فیض عرصہ تک جاری رکھے اس وقت خاندان حکیم محمد یعقوب صاحب میں دو حکیم صاحب تصانیف کثیرہ ہیں ایک حکیم حافظ عبد المجید صاحب اور دوسرے حکیم عبد الحلیم صاحب جو ایک حاذق طبیب اور مشاق سرجن بھی ہیں۔ آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں۔ جن میں سے اکثر میڈیکل بورڈ کے امتحان میں داخل نصاب ہیں:۔

(۱) مجربات عزیزی (فارسی میں)۔ (۲) مفردات عزیزی (اردو میں)۔ (۳) حل المنتضلات المشکلہ فی اصول علم الادویہ (عربی میں)۔ (۴) رہبر سرجری علی ابن عباس مجوسی کی مشہور کتاب کامل الصناعہ کے نویں مقالہ کا سلیس اردو ترجمہ مع حواشی مصطلحات۔ (۵) مالا یحضرہ الطبیب (اردو میں)۔ (۶) طب کی تعلیمی زبان۔ (۷) دستور العلاج (فارسی میں)۔

(باقی آیندہ)

دیا قوزہ ۴۵ پھیپھڑوں کی چھوٹی اور بڑی نالیوں کی سوزش اور بلغمی کھانسی، ضیق النفس و دمہ کے لئے ایک کثیر الاستعمال مرکب ہے جو کہ سیکڑوں مریض روزانہ استعمال کرتے ہیں، پھیپھڑوں کی کمزوری، تکلس اور ابتدائی تقرح کی حالت میں بھی نہایت مفید ہے۔ موجودہ بلغم آسانی سے خارج ہو جاتا ہے اور آیندہ کیلئے بلغم کی تولید بند ہو کر نئی اور پرانی ہر قسم کی کھانسی رفع ہو جاتی ہے۔ قیمت فی تولہ تین آنے (۳/)

انچارج شفاخانہ تکمیل الطب لکھنؤ۔

مجرّبات

ادارہ

۱ - شیخ ثانی رئیس الاطبا جناب حکیم مولوی حاجی محمد یعقوب صاحب نوراللہ مرقدہٗ حمی دقی و سل میں نسخۂ ذیل اکثر و بیشتر تحریر فرماتے تھے اور صدہا مریضوں کو ان نسخوں سے شفا ہوئی :-

(الف) سرطان نہری گرفتہ از آلائش پاک کردہ در آب برگ خرفہ سبز آب برگ بارتنگ سبز مروق، آب کدوے دراز مشوی، آب پیٹھا مشوی، یخنی شیر بادہ (۲۵ عدد) خرا فزودہ، سرطان محرق (۱ مار)، صمغ عربی (۳ ما)، رب السوس ولایتی (۳ ما) در صرہ بستہ بدہن نیچہ دادہ قریب دو آثار (۱ مار) کشید عرق نمایند -

عرق خانہ ساز (۷ تولہ) گرفتہ شربت خشخاش (۲ تولہ) حل کردہ صبح و شام بنوشند -

---

(ب) ست گلو ۱ تولہ - زعفران خالص ۱ ما - رب السوس ولایتی ۱ تولہ - طباشیر سفید ۹ ما - کافور قیصوری ۱۰ ما - سرطان محرق ۳ ما گرفتہ در شیر گاؤ بجوشانند بعدہٗ از آتش آوردہ ضامن جغرات دادہ بستہ نمودہ بدستور معمول مسکہ تیار نمایند و بعدہٗ داغ ساختہ روغن تیار نمایند -

دق اور سل کے مریضوں کو یہی روغن استعمال کرنے کی ہدایت فرماتے تھے کہ جملہ غذائیں مریض کی اسی روغن میں پکائی جائیں -

---

(ج) سرطان محرق، کافور قیصوری، ست گلو، تخم خرفہ سیاہ، زعفران خالص، زہر مہرہ خطائی، مروارید محلول، بنسلوچن کبود، صمغ عربی، مغز تخم خیار، مغز تخم کدوئے شیریں، مغز تخم پیٹھہ، تخم کاہو مقشر گرفتہ باریک نمودہ درلعاب مغز بہدانہ شیریں قرص بقدر یک و نیم ماشہ بستہ نگاہ دارند و یک قرص صبح و یک شام قبل از عرق مذکور بخورند -

---

۲ - نسخہ احتقان برائے قرحہ امعاء

بجوزہ شفاء الملک حکیم حاجی محمد عبدالحمید صاحب مرحوم و مغفور

حب الآس، ریشۂ برگد، بیخ انجبار، مازوئے سبز، جلنار فارسی، تخم خرفہ سیاہ، بارتنگ ولائتی، برگ گاؤزبان،
۲ تولہ ۲ تولہ ۲ تولہ ۲ تولہ ۲ تولہ ۲ تولہ ۲ تولہ ۲ تولہ

در آب تازہ جوشانیدہ صاف نمودہ در جوشاندہٗ مذکور دم الاخوین، صمغ عربی، کات سفید، گلِ ارمنی، کافور خالص محلول
۶ ما ۶ ما ۶ ما ۶ ما ۶ ما ۱ مار

افزودہ روغن گل، سفیدی بیضۂ مرغ انداختہ دو مرتبہ عمل احتقان نمایند -
۳ تولہ ۳ تولہ

اہلِ ہند کے قویٰ میں انحطاط کے اسباب اور اُن سے تحفظ کی تدابیر

از جناب حکیم عظمت علی خاں صاحب

گذشتہ زمانے کے لوگ قدرت کے قواعد کی پابندی کو اپنا اوّل فرض سمجھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ قوانین قدرت کی متابعت کے ساتھ ہماری زندگی وابستہ ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ عمر طبعی کو پہنچتے تھے۔ اور ان کے قویٰ میں قبل از وقت ضعف نہ آتا تھا۔ صاحبان یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر ملک کی ترقی اور بہبودی کا دار و مدار ہے۔ اور آجکل ہمارے ملک کی حالت مطلق ناگفتہ بہ ہو رہی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم سب یکجان ہو کر اس گئے وقت میں بھی اپنی اور اپنے ملک کے بھائیوں کی حالتِ زار سے متاثر ہوں اور اس کی اصلاح کے لئے بہترین تدابیر عمل میں لانے کی کوشش کریں اس سے ہمارے موجودہ بھائیوں کو ہی فائدہ نہ ہوگا بلکہ ہماری آیندہ نسلوں کی حالت ہم سے بدرجہا بہتر ہوگی۔

آمدم بر سرِ مطلب۔ اب میں اپنے اصلی مضمون کو شروع کرتا ہوں۔ آج کل کے زمانے میں مندرجہ ذیل اسباب ہیں جو ہمارے ملکی بھائیوں کے قویٰ کو ضعیف کر کے انکا نسل ستیاناس کر رہے ہیں۔ جب تک پورے طور پر ان کی اصلاح نہ ہو، ہم کبھی منزلِ مقصود پر نہیں پہنچ سکتے۔

(۱) الف۔ حفظ صحت کے اصولوں کی عدم واقفیت یا واقفیت کی صورت میں ان پر عمل کرنے میں کوتاہی۔

ب۔ کثرت جماع (مردوں میں بزدلی ضعف باہ۔ سستی۔ نامردی وغیرہ) مستورات میں (امراض رحم جریان رحم۔ اختناق رحم۔ کثرت الطمث۔ احتباس طمث وغیرہ) عیاشی (رنڈی بازی۔ شراب خوری وغیرہ) امراض سوزاک۔ آتشک۔ مسکرات کے استعمال میں ترقی۔ تمباکو و سگرٹ اور چاء نوشی۔

(۲) اصلی اور تازہ مفرد ادویات یونانی کے ملنے میں مشکلات۔ اور انگریزی ادویہ کے استعمال کی کثرت جن میں الکوہل اور زہریلے اجزا شامل ہوتے ہیں۔

(۳) شروع سے بچوں کو آزادی اور ان کے چال چلن کی پرواہ نہ کرنا۔

(۴) الف۔ بیکاری۔ ب۔ مفلسی۔

(۵) آج کل سبزیاں یا اناج جو پیدا ہوتے ہیں ان کی طاقتیں بہت کم ہیں۔

یہ پانچوں سرخیاں ہیں جن پر میرے مضمون کا دار و مدار ہے۔ اب ہر ایک کو تفصیلاً بیان کرتا ہے۔

(۱) حفظِ صحت یاتۂ ضروریہ

(۱) ہوا جو بدنِ انسان کو گھیرے ہوئے ہے۔ واسطے ترویح قلب اور تعدیل روح کے جو قلب میں ہے۔ اوّل تو ہماری بود و باش ایسے تنگ و تاریک مکانوں میں ہے کہ جہاں تازہ اور صاف ہوا ہمیں بہت کم ملتی ہے علاوہ ازیں ہم کو اپنے مکانوں اور گلی کوچوں کی صفائی کا مطلق خیال نہیں ہے بلکہ

سونے کی یہ عادتیں ہو رہی ہیں کہ موسم شتا میں ہم اپنے کمروں کی کھڑکیاں اور روشندان تک بالکل بند کر دیتے ہیں اس پر بھی کفایت نہیں۔ سوتے وقت اپنا منہ، سر اچھی طرح لحافوں سے بند کرکے سوتے ہیں۔ جس سے کثیف ہوا جو ہمارے اندر سے خارج ہوتی ہے۔ وہی ہمارے سانس کے ذریعہ بار بار داخل ہوتی ہے۔ اس فعل ناقص سے ہمارے قویٰ پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔

(۲) **ماکول و مشروب** ۔ ماکول و مشروب میں جو بے اعتدالیاں ہو رہی ہیں ان کا ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اوّل اگر اندازہ کیا جائے تو بمشکل دس فیصدی بشر ایسے ملیں گے جو صادق بھوک کے غالب ہونے پر طعام تناول فرماتے ہیں۔ عوام الناس کھانے میں بہت جلدی کرتے ہیں یہ کھانے کو اچھی طرح نہیں چباتے بلکہ بعض اشخاص تو یہاں تک جلدی کرتے ہیں کہ دس منٹ میں اپنے کھانے کو ختم کر لیتے ہیں۔ ایسی صورت میں کھانا معدے میں پہنچ کر جلد محلول نہیں ہوتا اور جو مفاد اس سے مقصود ہیں وہ حاصل نہیں ہوتے۔ بلکہ طرح طرح کی شکایتیں لاحق ہوتی ہیں۔ کھانے میں نہایت ردی الکیموس اشیاء کی کثرت موسمی گلی سڑی سبزیاں اور ترکاریاں جن سے سوء ہضمی ہو کر ضعف قویٰ ہوتا ہے۔

(۳) **خواب و بیداری** ۔ یہ بھی حفظ صحت کا ایک نہایت ضروری جز ہے۔ اس کی بے اعتدالیوں میں اکثر اسکولوں اور کالجوں کے طلباء دیکھے جاتے ہیں۔ ان کو نہیں خیال کہ رات کو ہم کو کتنے گھنٹے سونا چاہیئے اور کتنا وقت کام میں صرف کرنا چاہیے۔ یہ اعلیٰ مراتب حاصل کرنے کے خیال میں لگے ہوئے ہیں۔ سونے کا سارا وقت مطالعہ میں صرف کر دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی صحت اور قویٰ کا ستیاناس ہو جاتا ہے اور یہ ایسی کمزوریاں ہیں جو نسلاً بعد نسلٍ چلتی جاتی ہیں۔

(۴) **حرکت و سکون** ۔ اس میں بھی اکثر بے قاعدگیاں ہو رہی ہیں۔ حرکت میں حرکتِ جماع بھی شامل ہے۔ جماع کی بے قاعدگی یبوست پیدا کرتی ہے۔ اس کے بعد برودت پیدا کرکے باعث ضعف قویٰ ہوتی ہے۔

(ب) **کثرت جماع** ۔ دیگر فطری قویٰ و جذبات کی طرح انسان میں قوت رجولیت اور جذبہ شہوت بھی ایک طبعی قوت اور فطری خواہش ہے۔ جس کی غایت بقائے نسل ہے۔ جماع میں حد اعتدال ایک ایسا ضروری مسئلہ ہے کہ جس پر دنیا کے مختلف حکیموں نے رائیں ظاہر فرمائی ہیں۔ جن کا یہاں بیان کرنا غیر ضروری اور طوالت مضمون ہے۔ ہمارے ملک میں آج کل کثرت جماع سے لوگوں کا ستیاناس ہو رہا ہے۔ اوّل کوئی اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ متقدمین نے جماع کے لئے کون سا وقت افضل قرار دیا ہے۔ کھانا کھاتے ہی فوراً مقاربت شروع کر دیتے ہیں جس سے ماساریقا میں سدے پڑ جاتے ہیں اور طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ عورتیں کسی حالت میں ہوں ان کو اپنے حظ نفسانی سے کام ہے۔ حاملہ ہوں، حائضہ ہوں ہرگز کسی بات کی پرواہ نہیں کرتیں۔ یہ عقل کے اندھے نہیں خیال کرتے کہ حاملہ کے ساتھ جماع کرنے سے علاوہ اپنے مولود اور والدہ مولود پر کیا اثر ہوگا۔ حیض کی حالت میں جماع کریں گے تو خون میں احتراق ہو جائے گا۔ یہ سب ایسی غلطیاں ہیں جن کا صرف ان کو ہی نہیں بلکہ ان کی نسلوں کو خمیازہ اٹھانا پڑتا ہے اور مستورات بیچاری پر کثرت جماع کا یہ اثر پڑتا ہے کہ حسب ذیل امراض الرحم میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔

جریان الرحم ۔ اختناق الرحم ۔ کثرت الطمث ۔ احتباس الطمث ۔ کثرت اسقاط وغیرہ ۔ فی زمانہ تو شاذ و نادر ہی کوئی عورت ان امراض سے مبرا ہوگی ورنہ ان میں سے کوئی نہ کوئی مرض ضرور دامنگیر رہتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اکثر حالتوں میں

بیچاری مستورات اولاد سے محروم ہو جاتی ہیں اور بعض حالتوں میں ابتدائے مرض میں اولاد ہو بھی جاتی ہے تو زندہ نہیں رہتی۔ یا اگر زندہ رہتی ہے تو اس کے قویٰ ضعیف ہوتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو ضعف باہ۔ سستی۔ نامردی وغیرہ کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔

عیاشی - عیاشی میں بھی ہمارا ملک آج کل خاصی ترقی کر گیا ہے۔ رئیسوں یا رئیس زادوں میں تو خصوصاً اور باقیوں میں عموماً رنڈی بازی اور شراب خوری کثرت سے دیکھی جا رہی ہے۔ اگرچہ گھر میں دو دو تین تین منکوحہ عورتیں موجود ہوں مگر بازاری فاحشہ عورتوں سے ناجائز تعلق رکھنا فخر سمجھتے ہیں۔ اس شغل میں لگے ہوئے طرح طرح کے مسکرات اور ملذذات کا استعمال کر کے قویٰ کا ستیاناس کر لیتے ہیں۔ دوسرے شراب خوری کی کثرت جس کے متعلق یورپ کے مشہور محقق چارلس ڈارون لکھتے ہیں کہ انسان کی موت جس قدر مسکرات کے استعمال سے ہوئی کسی دوسرے مرض اور آفت سے نہیں ہوئی۔ کیمسٹری کی تحقیقات نے شراب کو انسان کے لئے بدترین غذا تسلیم کیا ہے۔ شراب کے استعمال سے معدہ اور جگر عموماً خراب ہو جاتے ہیں۔ فالج، استسقاء، جنون، سرخبادہ، پھیپھڑے کی سوزش، زکام وغیرہ اکثر امراض لاحق ہو کر قویٰ کو ضعیف کر دیتے ہیں۔ باوجود اس قدر خرابیوں کے ہندوستان میں شراب کی تجارت دن بدن ترقی پر ہے۔

تمباکو و سگرٹ نوشی - آج کل دس برس کی عمر کے بچے گلی کوچوں میں سگرٹ پیتے دیکھے جاتے ہیں۔ تمباکو اور سگرٹ نوشی کی کثرت بھی کچھ کم باعث انحطاط قویٰ نہیں ہے۔ تمباکو کے افعال وخواص بیان کرتے ہوئے اطباء نے لکھا ہے کہ اس کا استعمال دل ودماغ کے لئے سخت مضر ہے۔ اس سے سر چکراتا ہے۔ دل دھڑکتا ہے۔ حواس مکدر ہو جاتے ہیں۔ معدہ اور پھیپھڑوں پر اس کا برا اثر پڑتا ہے۔ اختلاج القلب کا مرض اس کی بدولت پیدا ہوتا ہے۔ امراض دماغی میں درد سر، دوران سر، بیخوابی، ضعف حافظہ اور ضعف ابصار کے مریض اکثر تمباکو نوش دیکھنے میں آتے ہیں۔ حرام مغز، نظام عصبی پر جو اس کا برا اثر پڑتا ہے وہ نسلاً بعد نسلٍ قویٰ کے انحطاط کا باعث ہوتا ہے۔

(۲) اصلی اور تازہ ادویات کے ملنے میں مشکلات

چونکہ آج کل اصلی اور تازہ یونانی ادویات کا ملنا بہت مشکل ہو گیا ہے یہی وجہ ہے کہ یونانی علاج سے فوراً خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوتی۔ عطار اور پنساری لوگ برسوں کی پرانی ادویات فروخت کرتے رہتے ہیں اور اس کا کوئی انتظام نہیں ہے۔

(۳) بچوں کی پرورش، تعلیم، چال چلن کے متعلق بے قاعدگیاں

بچوں کی ابتدائی حالت میں پرورش بے قاعدہ ہوتی ہے۔ اہل ہنود میں خصوصاً اور مسلمانوں میں عموماً بچپن کی شادی اور نہایت چھوٹی عمر کے بچوں کو اسکولوں میں تعلیم شروع کرا دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تعلیم کا بوجھ ان کے جسمانی قویٰ کے مطابق کئی گنا زیادہ ہو جانے کے سبب ان کے قویٰ ضعیف ادھورے رہ جاتے ہیں۔ جن کی اصلاح غیر ممکن ہو جاتی ہے۔ اور نسلاً بعد نسلٍ اس کا اثر چلا جاتا ہے۔ اور شروع میں والدین بچوں کے چال چلن کی بالکل پرواہ نہیں کرتے۔ ان کی عادات واطوار رفتہ رفتہ بگڑتے بگڑتے ایسے بگڑتے ہیں کہ ان کی اصلاح غیر ممکن ہو جاتی ہے۔

(۴)

بیکاری (الف) بیکاری نے بھی کثرت سے لوگوں کی

حالت خراب کردی ہے۔ امیروں میں بیکاری باعث امراض اور بدچلنی ہو کر قویٰ کے انحطاط کا باعث ہوتی ہے۔ اور ناداروں میں باعثِ تفکرات ہو کر قویٰ کے ضعیف ہونے کا سبب ہوتا ہے۔

مفلسی (ب) مفلسی بذاتِ خود ایک ایسی شئے ہے کہ جس کی بدولت قویٰ ترقی نہیں کرسکتے۔ مفلسی کو بھی اہلِ ہند کے قویٰ میں انحطاط کا ایک بڑا سبب سمجھنا چاہیئے۔ اس کی بدولت انسان کو زمانۂ حال کی ضروریات کے مطابق کافی غذائیں میسر نہیں ہوسکتیں۔

(۵) آج کل سبزیاں یا اناج پیدا ہوتے ہیں ان کی طاقتیں بہت کم ہوتی ہیں

اس کی وجہ یہ ہے کہ گذشتہ زمانے میں زمینداروں کو ایسا لالچ نہ تھا۔ وہ اپنی زمین کو اچھی طرح سے بنایا کرتے تھے اور اس میں کھاد وغیرہ کافی ڈالتے تھے آج کل کھیتوں میں کھاد وغیرہ بہت قلت سے ڈالی جاتی ہے جس کی وجہ سے پیداوار کم ہوتی ہے اور تاثیریں کمزور ہوگئی ہیں۔ جن کے استعمال سے اکثر قویٰ قبل از وقت ضعیف ہوجاتے ہیں۔

میرے مضمون کا ایک حصہ یعنی "اہلِ ہند کے قویٰ میں انحطاط کے اسباب" ختم ہوا۔ اب دوسرا حصہ ان سے تحفظ کی تدابیر شروع ہوتا ہے۔

(۱) جیسا میں بیان کر آیا ہوں حفظِ صحت کے متعلق حسب ذیل قواعد کی پوری پوری پابندی ہونی چاہیئے:۔

ہوا ۔ ہمارا مسکن ہوا دار، رطوبت اور نمناکی سے معرا، متعفن جگہوں سے علیحدہ اور اندر سے زیادہ کشادہ ہونا چاہیئے۔ لطافت ہوا سب سے زیادہ لازم ہے۔ اور تبدیل ہوا دوا سے بہتر ہے۔ کیونکہ ہوا بمنزلہ غذا کے بقاءِ حیات کے لئے ضروری ہے۔ مکانات نمناک اور تنگ و تاریک، گنجان آبادی میں رہنا، اور نالوں، مرگھٹوں اور ان گڑھوں کے قریب جن میں پانی سڑا ہوا جمع رہتا ہو سکونت کرنا مضرِ صحت ہے۔ مکان کوڑے اور غلاظت سے صاف رکھنا چاہیئے اور گاہے بگاہے مکان میں خوشبودار چیزیں جلاتے رہنا چاہیئے۔ مکان میں روشنی اور ہوا کے بخوبی آنے کا انتظام ہونا چاہیئے۔ رات کو روشندان، کھڑکیاں وغیرہ بالکل بند کرکے اور منہ ڈھانپ کر سونا اچھا نہیں۔

ماکول و مشروب ۔ ماکول و مشروب میں بڑی احتیاط رکھنی چاہیئے۔ تندرست آدمی کو صادق بھوک کے غالب ہونے پر کھانا تناول فرمانا چاہیئے۔ اور کچھ بھوک باقی رہنے پر کھانے سے ہاتھ اُٹھا لینا چاہیئے۔ ایک وقت میں زیادہ کھانے کھانا ٹھیک نہیں۔ کھانا کھانے میں بہت جلدی نہیں کرنی چاہیئے۔ کھانے کو خوب اچھی طرح سے چبانا چاہیئے۔ کم از کم آدھ گھنٹہ ضرور کھانا کھاتے میں صرف کرنا چاہیئے۔ گلی سڑی سبزیوں اور میووں سے بالکل احتیاط لازم ہے۔ ہر طعام میں چار پانچ گھنٹے کا فاصلہ ہونا چاہیئے۔ کھانا کھاتے وقت رنج، غصہ وغیرہ طبیعت پر بالکل نہیں لانا چاہیئے۔ اور نہ ایسی کثیف باتوں کا ذکر ہی کرنا چاہیئے بلکہ سرور اور فرحت کی باتیں ہوں۔ خوبصورت چیزیں پھول وغیرہ پاس ہوں۔

خواب و بیداری ۔ خواب جس قدر سکون اور سکوت کے ساتھ ہو اُسی قدر بدن کے لئے زیادہ مفید ہے۔ کم خوابی صحت کو خراب کرتی ہے۔ کم از کم شب کو چھ گھنٹے ضرور سونا چاہیئے۔ ہوا دار جگہ میں سونا چاہیئے اور خصوصاً طلبہ جو سونے میں سخت بے احتیاطی کرتے ہیں۔ تمام شب مطالعہ میں گزار دیتے ہیں۔ ان کو احتیاط کرنا لازم ہے۔

غسل ۔ ہمیشہ تازہ پانی سے غسل کرتے رہنا چاہیئے زیادہ گرم پانی سے نہانا نہیں چاہیئے۔ عورت سے جماع کرنے، ورزش کرنے، کھانا کھانے اور دھوپ میں چل کر آنے کے بعد

فوراً غسل کرنا منع ہے۔ نہانے کے بعد اچھی طرح ایک کپڑے سے اپنے بدن کو خشک کرنا چاہیئے اور کپڑے پہن کر کسی قدر چلنا چاہیئے۔ نہانے سے تندرستی کو بڑی ترقی ہوتی ہے۔

ریاضت - وہ لوگ زیادہ قوی اور تندرست رہتے ہیں جو وقت پر ریاضت کرتے ہیں۔ ریاضت سے دَورانِ خون برابر رہتا ہے اور امعاء بھی اپنا کام بخوبی انجام دیتی ہیں جس کی وجہ سے فضلا اچھی طرح خارج ہو جاتا ہے۔ صبح و شام بغرض اکتساب ہوائے صاف آبادی سے باہر ضرور جانا چاہیئے۔ تندرستی و حفظ صحت کے لئے اس سے زیادہ مفید کوئی تدبیر نہیں۔ ایسی ہوا خوری سے دَورانِ خون خوب ہوتا ہے اور ترقی قویٰ کا باعث ہے۔

لباس - ہر موسم کے مناسب اور کسی قدر کھلا ہوا ہونا چاہیئے۔ جو اعضاء نہ دباوے اور نہ حرکات تنفسیہ کو منع کرے۔ لباس کا گلے میں تنگ ہونا آنکھوں کی روشنی کو کم کرتا ہے۔ بدن کو زیادہ گرم رکھنے والے لباس کی بلا ضرورت عادت ڈالنا مناسب نہیں۔ بھاری عمامہ باندھنا جس سے کان بالکل ڈھک جائیں سر اور دماغ کے لئے مضر ہے۔ موزے ہر وقت پہننا یا موزے پہن کر سونا مضر صحت ہے۔ مدت تک ایک ہی لباس پہننے سے امراض جلدیہ پیدا ہوتے ہیں۔

جماع - وظیفہ زوجیت کو معتدل طور پر ایفا کرنا لازم ہے۔ افراط سے نہایت درجہ کی ناطاقتی اور ذہن کو ضعف عارض ہوتا ہے۔ عاشقانہ خیالات کی افراط اور قوائے نفسانیہ میں بے اعتدالی ہر دو قوت رجولیت کے سخت دشمن ہیں۔ کھانا کھانے کے بعد۔ بیماری، ناطاقتی، کمزوری، بے چینی، تشویش ذہنی اور غم و اندوہ کی حالت میں مقاربت ہرگز نہ کرنی چاہیئے۔ عورت کے ساتھ تمام شب نہ سونا چاہیئے اس سے ضعف باہ پیدا ہوتا ہے۔ ایک دفعہ سے زیادہ ایک ہی شب میں مقاربت نہ کریں۔ دن میں، کھانا کھانے کے بعد، بھوک میں، حائضہ سے مباشرت کرنا منع ہے۔ جماع کے واسطے اچھا وقت نصف شب کے بعد ہے۔ جماع کے بعد فوراً سرد پانی سے نہانا۔ یا ہاتھ پاؤں دھونا۔ شربت وغیرہ پینا منع ہے۔ البتہ دودھ اور شہد یا دودھ جس میں خرما جوش دیا ہو پینا یا اور کوئی مقوی غذا کھانا مفید ہے۔

(۲) اصلی اور تازہ یونانی ادویات کے متعلق
طبی کانفرنس کو چاہیئے کہ ہر شہر میں دو دو تین تین خاص دکانیں کھلوائیں۔ جو اصلی اور تازہ یونانی ادویات بہم پہنچایا کریں۔

(۳) بچوں کی پرورش۔ تعلیم۔ چال چلن پر خاص توجہ - اولاً اولاد ایک امانت مفوضہ پروردگار کی ہے جس کا مواخذہ والدین کے ذمہ ہے۔ اور وہ کیسی امانت ہے جس میں حصول کمالات کی قابلیت اور جوہر علم کے تحصیل کی لیاقت خداداد ہے۔ ہم کو یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ امانت مفوضہ ہماری تربیت کی محتاج نہیں۔ بلکہ اس کی مثال پرزہ ہائے گھڑی کے مثل ہے۔ جس میں طاقت وقت بتانے اور آواز دینے کی ہے لیکن جب تک اس کو کوکا نہیں جاتا۔ نہ چلتی ہے نہ وقت بتاتی ہے نہ بجتی ہے۔ صرف ایک بیکار چیز ہوتی ہے۔ تربیت سے یہ مطلب ہے کہ علاوہ پالنے، پرورش کرنے کے ان کی عادات و اطوار پسندیدہ بنائیں۔ قبل از وقت ان پر تعلیم کا بوجھ نہ ڈالیں۔ کمسن، ضعیف، کمزور قویٰ کے بچوں پر ان کی طاقت سے زیادہ تعلیم کا بوجھ ڈالنا جیسا کہ آج کل عام طور پر دیکھا جاتا ہے گویا ان کی زندگی کا خاتمہ کرنا ہے۔ والدین کو لڑکوں کے چال چلن کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے۔ بری صحبتوں اور برے کاموں سے بچانا چاہیئے۔

(۴) بیکاری (الف) مفلسی (ب)

بیکاری (الف) بیکاری میں امیروں کو چاہیئے کہ حتی الوسع نیک کاموں کا خیال رکھیں اور اپنی اولاد کو بھی نیک کاموں کے کرنے کی ترغیب دیں۔ پہلے خود نیک کاموں کا کرنا

اختیار کریں تاکہ ان کی اولاد بھی ان کے قدم بقدم چلے۔

مفلسی (ب) مفلس اور ناداروں کو چاہیئے کہ تلاش معاش کے لئے کمر ہمت باندھ کر جائیں وسائل تلاش کریں۔ اور ہنر سیکھنے و محنت سے روپیہ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ محض تفکرات سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

(۵) آج کل سبزیاں یا اناج جو پیدا ہوتے ہیں ان کی طاقتیں بہت کم ہیں - زمینداروں کو خاص طور پر ترغیب دی جائے کہ وہ سبزیوں اور اناجوں کے کھیتوں میں کھاد وغیرہ کافی مقدار میں ڈالیں اور زمینوں کے کمانے میں محنت زیادہ کریں تاکہ سبزیوں اور اناجوں میں گذشتہ زمانے کی طرح قوی تاثیریں پیدا ہوں۔ یا کوئی گورنمنٹ کی طرف سے اس کے متعلق خاص انتظام ہونا چاہیئے۔

میری رائے میں ہر ایک شہر میں طبی مجالس قائم کی جائیں اور ان کے باقاعدہ اجلاس ہوا کریں۔ گورنمنٹ عالیہ سے استدعا کی جائے کہ وہ یونانی حکیموں کی مدد کرے۔ یعنی کم از کم دو دو چار چار یونانی حکیم ہر ایک شہر کے مطابق سرکاری ملازم رکھے جائیں۔ حفظان صحت کے متعلق یا بہبودی عامہ کو مد نظر رکھ کر وقتاً فوقتاً جو جو تجاویز پیش کیا کریں۔ گورنمنٹ ان کو ایسی ہی نظر سے دیکھے جیسا کہ ایک سول سرجن کی رائے کو۔ ان کے متعلق بہت سے فرائض اس قسم کے ہوں کہ وہ ہمیشہ پنساری اور عطاروں کی یونانی ادویات کی پڑتال کیا کریں۔ اور جن کو وہ دیرینہ اور ناقص خیال فرمائیں اُن کو فوراً تلف کرا دیں۔ علاوہ ازیں حفظ صحت اور قوانینِ قدرت کے مطابق چلانے کے لئے پبلک میں عام لکچر دیا کریں اور اپنی حکمت عملی سے عیاشی، رنڈی بازی، شراب خوری، تمباکو و سگرٹ و چاء نوشی وغیرہ کی بیخ کنی میں کوشش کریں۔ رنڈیوں اور شراب کے متعلق تو خاص طور پر گورنمنٹ کی خدمت عالیہ میں ہی التجا کرنی چاہیئے کہ وہ اس کا پورا پورا تدارک کرے۔ جو ہمارے ملکی بھائیوں کے قویٰ میں انحطاط کا بڑا بھاری ذریعہ ہیں۔ میں مثال کے طور پر ہندوستان کے مقابلے میں کابل کو پیش کرتا ہوں جہاں ان دونوں باتوں کا نام و نشان نہیں۔ وہاں کے لوگوں کے قویٰ ہم سے بدرجہا بہتر ہوتے ہیں۔ پس بندہ اپنے مضمون کو ختم کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اے پروردگار تو دیسی طب کو ترقی کے ساتھ کامیاب کر۔ اور ہمارے ملکی بھائیوں کو حفظِ صحت کے اصولوں پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین ثم آمین

اعلان

رجسٹریشن کے لئے سکریٹری انجمن اطبار صوبہ بہار کی ہدایات

پٹنہ ۲۱ر اکتوبر - پروفیسر حکیم عبدالاحد صاحب جنرل سکریٹری انجمن اطبار صوبہ بہار نے اطبار صوبہ کیلئے مندرجہ ذیل ہدایات جاری کی ہیں۔ جن اطبار نے اپنا نام بحیثیت طبیب رجسٹرڈ کرانے کے لئے ابتک درخواستیں نہیں بھیجی ہیں وہ فوراً اپنی اپنی درخواستیں سادہ کاغذ پر علیحدہ علیحدہ سپرنٹنڈنٹ صاحب انڈی جینس میڈیسنس بہار پٹنہ کے نام لکھ کر اپنی ضلع انجمن اطبار کے توسط سے (اگر قائم ہے) دفتر انجمن اطبار صوبہ بہار بانکی پور پٹنہ کے پتہ پر ارسال فرماویں۔ درخواست میں اپنا نام اور پورا پتہ، اپنی طبی تعلیم گاہ یا استاد کا نام اور پتہ، تعلیم طب سے فراغت کا سند۔ مقام مطب اور مدت مطب درج کریں۔ سند ہو تو اس کی نقل ساتھ بھیجیں۔

نوٹ:۔ نقل سند پر کسی گزیٹڈ افیسر یا پٹنہ گورنمنٹ طبیہ کالج کے پرنسپل یا پروفیسر کی تصدیق لازمی ہے۔ جو اطبار کسی دوسرے صوبہ میں رجسٹرڈ ہیں انھیں بھی مندرجہ بالا ہدایات کے مطابق درخواست بھیجنی لازمی ہے۔ البتہ رجسٹریشن سرٹیفکٹ کی نقل بھی درخواست کے ساتھ منسلک کر دیں

سکریٹری
انجمن اطبائے صوبہ بہار بانکی پور

معجون مقوی باہ ۹۵

بیحد مقوی باہ ہے، مایوسین باہ کیلئے گویا آب حیات ہے، تھکے ہوئے اعضا میں نئی روح زندگی پیدا کر کے مریض کی اُداسی، غم و فکر کو مسرت اور ولولے میں تبدیل کرتی ہے۔ عضو مخصوص کی اسفنجی ساخت کے ریشوں کو تقویت دے کر اس میں نعوظ و صلابت پیدا کرتی ہے، تھکے اور ماندہ نظام عصبی کو طاقت بخشتی ہے، جوانی کی غلط کاریوں سے جو نقصانات پیدا ہوتے ہیں ان کو دُور کر کے زندگی کی نئی لہر تمام جسم میں دوڑا دیتی ہے۔ ایک تولہ معجون ہمراہ دودھ ۱۰ ماشہ و شہد خالص ۲ تولہ استعمال کریں۔ قیمت فی خوراک ایک روپیہ (عہ)

طلائے مقوی ۹۷

عضو مخصوص کی خرابیوں کو دُور کرتا ہی مقوی باہ ہے۔ مجلوقین کیلئے اچھی چیز ہے۔ معجون ۹۵ کے ساتھ اسکا استعمال نہایت ہی مفید ثابت ہوا ہے۔ ترکیب استعمال ہمراہ طلاء روانہ کی جائے گی۔

قیمت فی ماشہ تین روپے (سے)

سفوف مقوی ۹۶

نہایت درجہ مقوی باہ و قوی ہے۔ منی کو غلیظ کرتا ہے اور نافع جریان ہے۔ جسم میں دوران خون کی رفتار کو تیز کر کے اُمنگ اور ولولہ پیدا کرتا ہے۔ صبح کے وقت ۶ ماشہ یہ سفوف پھانک کر اوپر سے گائے کا دودھ پئیں

قیمت فی تولہ آٹھ آنے ۸/

مرہم ضماد ۱۰۱

مقوی باہ ہے۔ عضوی نقائص کو دُور کرتا ہے بچپن کی غلط کاریوں کی وجہ سے جو لوگ ناکارہ ہو چکے ہیں ان کے لئے یہ مرہم بیحد مفید ہے۔ ہر شب کو سوتے وقت حسب ضرورت عضو مخصوص پر نیمگرم لیپ کرنا چاہیئے۔

قیمت فی تولہ ایک روپیہ (عہ)

سفوف تکمید نمبر ۱

مرہم ضماد ۱۰۱ کے استعمال کے بعد اس کی سینک بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔ اسفنجی ساخت اور ارد گرد کے اعصابی ریشوں کے جال میں حرارت پہنچا کر تحریک پیدا کرتا ہے۔ اور خصوصیات ادویہ سے ان میں قوت اور امساک کا اضافہ کرتا ہے۔ پٹھوں کو قوت دے کر ان میں بل پیدا کرتا ہے۔

باریک کپڑے میں پوٹلی باندھ کر شراب میں بھگو کر عضو مخصوص اور اسکے ارد گرد گرم کر کے سینکیں۔

قیمت فی ڈبہ ۱۰ تولہ دو روپے (عـ)

مینیجر شفا خانہ تکمیل الطب۔ لکھنؤ

کیّ

از حکیم حافظ مقبول احمد صاحب انصاری کسمنڈوی

جب قوتِ مدبرہ تدبیر سے عاجز آجاتی ہے تو دواؤں کے استعمال کی حاجت ہوتی ہے۔ پہلے ہلکی ہلکی اور کم طاقت کی دوائیں مریض کو دی جاتی ہیں اور جب ان سے خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا تو بتدریج ان کی طاقت کو بڑھایا جاتا ہے۔ لیکن بعض امراض میں شکایت ایسی غالب ہوتی ہے کہ کیسی ہی تیز دوا استعمال کی جائے لیکن وہ کچھ اثر نہیں کرتی۔ ایسی حالت میں متقدمین آلات سے موضع ماؤف کو داغ کر علاج کرتے تھے اور اگر مریض کی قسمت نے یاوری کی تو اسی طریق علاج سے شفایاب ہوتا تھا۔ داغ کے ذریعہ سے علاج کرنے کا طریقہ اب عرصہ سے متروک ہے اور اب طبی لٹریچر میں اس شعبۂ فن کے متعلق یہ جملہ یادگار رہ گیا ہے کہ "آخر الحیل الکی" یعنی سب سے آخری تدبیر داغ دینا ہے۔

اس طریق علاج کی اس وقت ضرورت پیش آتی تھی جب جسم انسانی کے کسی حصہ میں ردی و فاسد رطوبت کا غلبہ ہوتا تھا اور تمام مجفف اور محرق دوائیں اسے دور کرنے سے عاجز آجاتی تھیں آلات کو آگ سے گرم کر کے جائے ماؤف کو داغ دیا جاتا تھا۔ اس موقع پر یہ بیان کرنا فائدے سے خالی نہیں کہ آگ سے بڑھ کر کوئی چیز مجفف اور محرق نہیں ہے جس کا عملی ثبوت ہر وقت ہماری نظر سے گزرتا ہے تجفیف کی پوری قوت اسی چیز میں ہو سکتی ہے جس کا مزاج گرم و خشک ہے جس میں حرارت کا درجہ قوی ہوگا اس میں اسی حد تک یبس زیادہ ہوگا جس طرح زنگار و زرنیخ کی حالت ہے لیکن وہ چیز جس میں یہ دونوں حالتیں یکساں پائی جاتی ہوں آگ ہے۔

یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ یہ طریق علاج کن مزاجوں میں منفعت بخش ثابت ہوتا ہے اور کن صورتوں میں مضرت رساں ہے تاہم اس بات سے سب کو اتفاق ہے کہ سرد اور تر مزاج کی حالت میں یہ نہایت نافع ہے کیونکہ آگ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا گرم و خشک ہے۔ ماہرین کے نزدیک یہ بھی مسلمہ ہے کہ محرق دوائیں استعمال کرنے کی بہ نسبت داغ دینا کہیں زیادہ انفع و اولیٰ ہے کیونکہ محرق ادویہ کا اثر عضو ماؤف سے متعدی ہو کر دیگر اعضا تک پہنچنے کا احتمال ہے اور بعض اوقات اس طرح نہایت خطرناک حالت پیدا ہو جاتی ہے جس سے مریض کا جانبر ہونا دشوار ہوتا ہے لیکن داغ دینے سے خطرے کا کوئی احتمال باقی نہیں رہتا۔ اس امر میں بھی لوگوں نے اختلاف کیا ہے کہ داغ دینے کی تدبیر کس زمانے میں بہتر اور مناسب ہے چنانچہ علی الاجماع اس مقصد کے لئے موسم بہار تجویز کیا گیا ہے لیکن امام زہراوی کی رائے اس سے مختلف ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہر زمانہ ضرورت کے لحاظ سے مناسب حال ہے امام موصوف کی یہ رائے قرین قیاس ہے کیونکہ معالج جب اس آخر الحیل کے لئے مجبور ہو تو معمولی شکایتوں میں تو وہ بہار کا انتظار کر سکتا ہے لیکن سخت و صعب امراض میں بہار سے پہلے خزاں آجانے کا خطرہ ہے۔

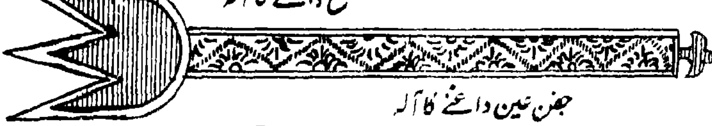
بہرکیف یہ طریق علاج نہایت سریع الاثر ہے اور اگر معالج چابکدست مشاق اور واقف کار ہو تو برسوں کا راستہ اس طریقے سے لمحوں میں طے کیا جا سکتا ہے بعض اطبا کا یہ خیال غلطی پر مبنی ہے کہ داغ دینے کے بعد طبیعت پھر کسی علاج و دوا کو قبول نہیں کرتی چنانچہ امام زہراوی نے شدومد کے ساتھ اس سے

آلات کی

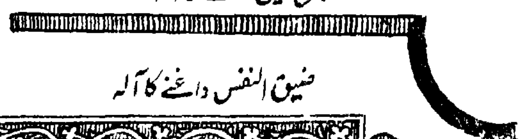
ڈاڑھ داغنے کا آلہ



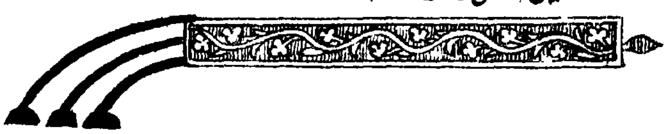
خلع داغنے کا آلہ



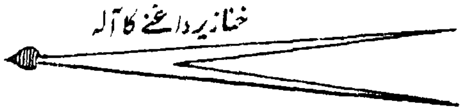
جفن عین داغنے کا آلہ

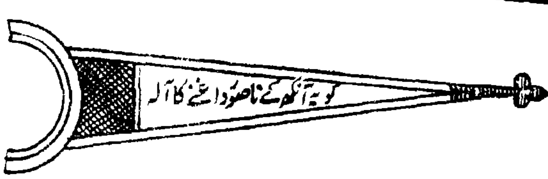


ضیق النفس داغنے کا آلہ

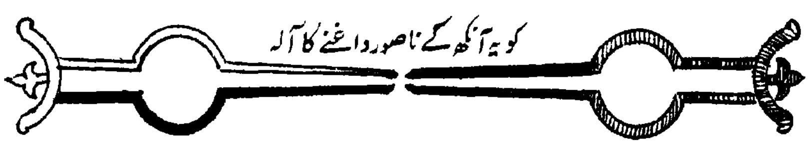


خنازیر داغنے کا آلہ

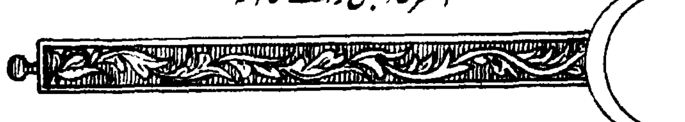




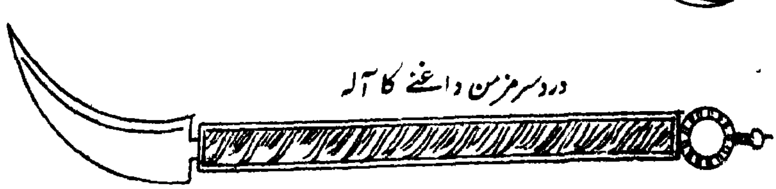
گوشہ آنکھ کے ناصور داغنے کا آلہ



استرخا جفن داغنے کا آلہ



دردسر مزمن داغنے کا آلہ



انکار کیا ہے اور اپنے ذاتی تجارب کی بنا پر اس خیال کی تردید کی ہے۔ اطبائے متقدمین نے اس مسئلے پر بھی کافی بحث کی ہے کہ داغ کے آلات کس دھات سے بنائے جائیں چنانچہ علی العموم اس مقصد کے لئے سونے کو ترجیح دی گئی ہے لیکن امام موصوف نے اس سے بھی اختلاف کیا ہے اور ان کے نزدیک لوہے کے آلات اور دھاتوں کی بہ نسبت زیادہ نافع اور بہتر ہیں۔

یہ طریق علاج کسی عضو کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ سر سے پاؤں تک تمام شکایتوں میں جو فاسد و ردی رطوبات کی کی وجہ سے پیدا ہوں استعمال کیا جاتا ہے لیکن ہر عضو کے لئے اس کے استعمال کا طریقہ جُدا اور مخصوص ہے چنانچہ بعض طبی کتابوں میں شرح و بسط کے ساتھ اس سے بحث کی گئی ہے۔ اس موقع پر مشہور حکیم ابوالقاسم خلف ابن عباس زہراوی کی بے نظیر تصنیف تصریف کا تذکرہ نہایت ضروری سمجھا جائے گا جس میں اس خاص شعبہ فن کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ مختلف ماؤف اعضاء کا داغ کے ذریعہ سے کیونکر علاج کیا جاتا ہے۔ زہراوی کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ متقدمین نے جو اس طریق علاج کے عامل تھے ہر شکایت اور ہر موضع پر داغ دینے کیلئے حسب ضرورت ایک نئی قسم کا آلہ ایجاد کیا تھا اب چونکہ یہ طریقہ متروک ہے اس لئے ہمارے اکثر اطباء ان آلات کے نام سے بھی واقفیت نہیں رکھتے۔ ہم اس جگہ کتاب زہراوی سے چند آلات داغ کی تصاویر صفحہ ۳۰ پر درج کر چکے ہیں۔ ان کے ملاحظہ سے نہ صرف معلومات میں اضافہ ہوگا بلکہ ناظرین اس امر کا بھی اندازہ کر سکیں گے کہ فن طب آج سے صدیوں پہلے کیسی کیسی ترقی کر چکا ہے لیکن ہم نے اپنی سہل انگاری اور بے توجہی سے اس کی کیا حالت کر رکھی ہے اور متقدمین کی تحقیقات و معلومات میں کوئی اضافہ کرنا تو درکنار اسے بدستور برقرار رکھنے میں بھی کامیابی حاصل نہیں کر سکے ہیں۔ امام زہراوی نے اپنی کتاب میں جن آلاتِ داغ کی تصاویر دی ہیں ان کی تعداد تیس سے زائد ہے اور ہر آلہ کی تصویر کے ساتھ اس کی ترکیب استعمال لکھی ہے اور جس حالت میں وہ استعمال کیا جاتا ہے اس کی توضیح کی ہے لیکن ہم بلحاظ اختصار اس جگہ چند تصاویر ناظرین کی آگاہی اور دلچسپی کے لئے درج کرتے ہیں۔

ماء اللحم نمبر ۱۳۰

اعضاء رئیسہ کو بیحد تقویت بخشتا ہے، مقوی اور مسمن بدن ہے خون کے سُرخ دانوں کی تعداد بڑھا کر حمرۃ الدم میں اضافہ کرتا ہے، عضلات قلب کو تحریک دے کر دوران خون کی رفتار کو تیز کرتا ہے، خون کو بڑھا کر جسم کو توانا تندرست بناتا ہے، قلب کی کواڑیوں کے فعل کو مستحکم کرتا ہے، باوجود ان تمام خوبیوں کے تمام مضرات جسم سے پاک ہے، دیگر مقوی و محرک ادویات قلب و اعضاء رئیسہ کی طرح نتیجۃً پیدا ہونے والے موذی امراض مثلاً ازدیاد ضغط الدم وغیرہ سے جسم کو بچاتا ہے کیونکہ اس کی ترکیب میں مخصوص مصلحات شامل کر دیئے گئے ہیں۔ جاڑوں کے موسم کے لئے بہترین ٹانک ہے۔

قیمت فی بوتل صہ مقدار خوراک ۵ تولہ ہمراہ شربت انار۔ **شفاخانہ تکمیل الطب لکھنؤ**

مراج البحرین حصہ اول :- مصنفہ حکیم ڈاکٹر عبدالحمید صاحب بھوپال

معالجات پر ایک بہترین کتاب ہے، امراض راس سے لے کر امراض حلق تک علامات اور علاج نہایت سلجھے ہوئے پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں۔ مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم اور حکیم سید نورالحسن صاحب مرحوم سابق افسرالاطباء ریاست بھوپال کے آزمودہ نسخوں کا مجموعہ علاج کے ضمن میں شائع کیا گیا۔ اسی کے ساتھ جدید علم الادویہ کے بعض نسخے بھی درج ہیں۔ ۲۷۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت صرف دو روپیہ چار آنے (عہ؍)

قرابادین حمیدیہ حصہ اول :- مصنفہ حکیم ڈاکٹر عبدالحمید صاحب بھوپال

اس کتاب میں امراض راس سے لے کر امراض گردہ و مثانہ تک کے آزمودہ نسخے درج ہیں اس میں بھی مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کے بہت سے نسخے شامل کئے گئے ہیں۔ ۲۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت عہ

طب جدید حصہ اول، دوم، سوم و پنجم

ہر حصہ میں یونانی اور ڈاکٹری کی باہمی ترکیب سے نسخوں کی ترتیب ہے۔ نسخوں کا یہ بہترین مجموعہ ہے۔ ہر حصہ بتیس ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت فی حصہ بارہ آنے (۱۲؍)

الماعون فی الطاعون مصنفہ عالیجناب شفاء الملک حکیم محمد عبدالرشید صاحب مرحوم

اس کتاب میں فاضل موصوف نے طب قدیم کے نقطۂ نظر سے مرض طاعون کے اسباب و علامات اور معالجات وغیرہ نہایت سلیس اور عام فہم اردو میں بڑی شرح و بسط کے ساتھ تحریر فرمائے ہیں جس سے اس مرض کے متعلق اطبائے قدیم کی وسیع تحقیقات اور کمال نظر کا پتہ چلتا ہے، ہر حیثیت سے اطباء و غیر اطباء دونوں کے لئے مفید ہے۔ قیمت عہ؍ علاوہ محصول

اسباب و العلامات مصنفہ عالیجناب حکیم محمد عبدالمجید صاحب

شرح اسباب کے متن کی تلاش اکثر لوگوں کو رہتی ہے حکیم عبدالمجید صاحب نے اس کی ترتیب اچھے انداز میں بیان کی ہے جس میں سے شرح کی بحثیں الگ کر کے معالجات میں خاص طور سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ایک سو بہتر ۱۷۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ؍)

ہدیۃ الرشیدیہ فی اصول الصرفیہ مصنفہ حکیم عبدالرشید صاحب مرحوم

علم الصرف پر ایک جامع اور مانع کتاب ہے۔ چونسٹھ ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت صرف چھ آنے (۶؍)

حمیات قانون مع شرح علامہ القرشی :- حمیات قانون کی شہرت اور علامہ قرشی کی شرح ہی اس کتاب کی اہمیت کی ضمانت ہے۔ ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت تین روپے (سے؍)

ملنے کا پتہ :- دفتر رسالہ تکمیل الطب۔ لکھنؤ۔

Regd No. A-182 Phone No. 155.

TAKMIL-UT-TIB, LUCKNOW.

The vital problem before the country is how to safeguard the health of the community as a whole. The adoption of this pathy or that, is not the problem. The British administrators never approached any problem in this country from the stand point of the good of the people. They had always their own interests before their mind's eye and thus they always cared to protect that which could serve their interest, fitly described as British domination and British exploitation. The food problem, the cloth problem, the medicine problem, the language problem, all were to be solved from the British interest angle. Need less to say that the medicine or the Medical Relief Problem was also solved by creating a machinery, wide and strong, which could serve the British during wars and internal commotions. The Indian Medical Service the Civil Surgeons, the Assistant Surgeons, the Sub-Assistant Surgeons, the Hospital Assistants, the nurses, the Red Cross Medical Corps and others with their superior officers, the Deputy Inspector General, the Inspector General, etc. were all but parts of a big iron machinery conceived and organised on military basis to keep the British hold on India. All the Medical Colleges in India, both for men and women were but sectional military colleges to be used as factories for turning out surgeons and others to be used during war and riot and revolutions. Should I be required to pointedly repeat, that the Lawyers, the Doctors, the Professors, the Clerks, the Collectors, Deputy Collectors, etc, the Judges, with their factories the Universities, the Departments of Police and Justice and Revenue and the Railways, the Post and Telegraph Officers, all were but parts of that machinery organised and built up for enslaving the Indians.

Looked at from this point of view, the Civil Surgeon Saheb (Indian Medical Service), the Divisional Captain Saheb (Superintendent of Police) and the Collector Sahebs were the three pillars of foreign domination in every district, on which stood the great British Governmental citadel of exploitation, called Imperialism. Naturally, the Medical Department was never conceived, nor meant to offer any relief to the population in general. This department as all others, were maintained, mainly for war purposes, but as war always come at intervals, so in order to maintain them during peace times and also to conceal their real military nature (including financial burden) the deparment was given a civil clothing.

Once the medical department assumed a civic dress, in course of time the department came to be regarded by the public as a department [illegible] utility. As the political movement for reforms and self-government grew, the department expanded and began to grow from within and gradually popular control also increased over the Department. Health department as a separate entity also came into existance, and what was once intended purely as auxiliary to the military department came to be recognised as a machinery for giving medical relief to the masses. Thus allopathy found it-self seated on the high pedestal of an all India system for solving the health problem of the country. Needlees to say that British Capitalists found in this machinery—Medical and Health Departments (both Central and Provincial)—a suitable hunting ground for their manufactured articles—medicines, scientific apparatuses, glass wares, books, magazines, hospital accessories, etc etc. Indian capitalists too came in for their share of exploitation, and started big chemical works at Calcutta, Bombay, Kanpur, Lahore, Madras and at various other centres. Allopathic doctors, both private practitioners and government servants, soon became a suitable agency for propagating the cause of allopathy and naturally began to share the profits of the manufecturers, both Indian and foreign.

Froms "Report of the Ayurvedic and Unani systems Reorganisation Committee, U. P. 1948."

PRINTED & PUBLISHED BY HAKIM ABDUL HASIB, M SC., D. I. M. S.

[illegible] PRESS, LUCKNOW

تکمیل الطب



شفاء الملک حکیم محمد عبد المعید صاحب

آنریری سکریٹری تکمیل الطب کالج۔ لکھنؤ

قیمت فی رسالہ
پانچ آنے (۵؍)

سالانہ اشتراک
تین روپیہ (عہ)

دار الاشاعت۔ تکمیل الطب کالج لکھنؤ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible]



جلد ۲ | دسمبر ۱۹۴۸ء | نمبر ۵

فہرست

ناظم وناشر: حکیم محمد عبد الحسیب ایم - ایس - سی - ڈی - آئی - ایم - ایس - مدیر: حکیم شکیل احمد شمسی ایچ - اے - ڈی - آئی - ایم - ایس
حکیم عبد الحسیب نے نامی پریس لکھنؤ میں چھپوایا

مجلس ادارة

شفاء الملک حکیم محمد عبد المعید صاحب مدظلہ	صدر
شفاء الملک حکیم خواجہ شمس الدین احمد صاحب	رکن
حکیم سید سلطان احمد صاحب اکبر آبادی ۔ آگرہ	رکن
حکیم محمد مسیح الزماں صاحب ڈی ۔ آئی ۔ ایم ۔ ایس	رکن
حکیم محمد عبد الحسیب صاحب ایم ۔ ایس ۔ سی ۔ ڈی ۔ آئی ۔ ایم ۔ ایس	ناظم
حکیم شکیل احمد صاحب شمسی ایچ ۔ اے ۔ ڈی ۔ آئی ۔ ایم ۔ ایس	مدیر

اصول وضوابط

(۱) انتظامی امور، رسالہ کی خریداری، اشتہارات، ترسیل زر اور تمام مالی معاملات کے بارے میں جملہ خط وکتابت ناظم مجلس ادارۂ رسالہ تکمیل الطب سے ہونا چاہیئے۔

(۲) مضامین، سوالات اور تنقید وتبصرہ کے لئے مدیر رسالہ تکمیل الطب لکھنؤ سے مراسلت کی جائے۔

(۳) مضامین جو بغرض اشاعت بھیجے جائیں کاغذ کے صرف ایک رُخ پر تحریر کئے جائیں اور بین السطور کی جگہ چھوڑ دی جائے۔

(۴) تمام مضامین طبی رسالے کے مطابق ہونا چاہئیں تنقید وتبصرہ علمی رنگ میں اور ذاتیات سے ماورا ہونا ضروری ہے۔

(۵) ادارے کو مضامین میں ترمیم کا حق ہے اور ناقابلِ اشاعت مضامین محصول ڈاک آنے پر واپس کردیئے جائیں گے۔

(۶) اشاعت کے لئے ضروری ہے کہ مضامین ایک ماہ پیشتر دفتر میں پہنچ جائیں۔

(۷) کوشش کی جاتی ہے کہ رسالہ ہر ماہ کی آخری تاریخ تک شائع ہوجائے۔

(۸) سالانہ قیمت تین روپیہ (سے)، فی پرچہ پانچ آنے ہے۔ نمونہ بلاقیمت نہیں بھیجا جاسکتا ہے۔

(۹) صرف مہذب اشتہارات شائع کئے جاسکتے ہیں۔

(۱۰) مراسلت میں خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

اداریہ

مدیر

انجمن طبیہ معلوم ہوا ہے کہ انجمن طبیہ کے بعض مقتدر ارکان اور ہمارے واجب الاحترام بزرگ اس وجہ سے آزردہ خاطر ہیں کہ تکمیل الطب کی سابقہ اشاعتوں میں ہم نے اُن سے چشم التفات کی درخواست کی موجودہ زبوں حالی کے دَور میں اُنھیں اُن کے فرائض کی طرف توجہ کیا اور ناخدایانِ طب سے اس ڈوبتی ہوئی ناؤ کو بچانے کی استدعا کی، فن کی کس مپرسی اور اطباء کی پریشانیوں میں دل کو جو ٹھیسیں پہنچیں بلاشبہ اُس کی منہ سے فریاد نکل گئی لیکن قطعی محتاط اور باادب "لَے" کے ساتھ اور یقیناً کچھ نالے بلند ہوئے مگر بالکل پابند "لَے" ہو کر حالانکہ اگر صبر و ضبط کا دامن چھوٹ کر الفاظ مآل اندیشی اور انجام بینی کے تابع نہیں رہتے تب بھی قابل درگزر ہوتے، دُکھے ہوئے دلوں کی پکار، عقل و شعور کے دائرۂ ضبط و تحمل سے ہمیشہ ماورا ہوتی ہے۔ ناظرینِ رسالہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں میں نے اس سلسلے میں جو کچھ لکھا وقت کی ضرورت سے مجبور ہو کر لکھا حالات کی ناگزیر پریشانیوں سے پریشان ہو کر اپنے تمام واجب الاحترام بزرگوں کے پورے احترام کے جذبے کے ساتھ لکھا اور بغیر کسی تخصیص کے لکھا، بے ادبی ہمارا مسلک نہیں، نفاق و شقاق ہمارے مشن کے خلاف ہے اور ذاتیات سے ہمیں کوئی واسطہ نہیں، ضمیر کے پورے اطمینان کے ساتھ ہم جو کچھ لکھتے ہیں یہ سمجھ کر لکھتے ہیں کہ یہ اطباء کے پورے طبقہ کی اور فن طب کے ہر مخلص کی آواز ہے۔ اپنی تمام ذاتی مصلحتوں سے بے نیاز ہو کر اگر ہم بزرگوں کے تغافل بیجا کے شاکی ہیں تو بجائے اصلاح حال کے خفگی اور برافروختگی کے کیا معنی۔ تکمیل الطب کا پورا ادارہ اپنا یہ نصب العین بنائے ہوئے ہے کہ ہر اختلاف و افتراق کو اُبھرنے کا کبھی موقع نہ دے اور اسی لئے وہ انجمن طبیہ کو موجودہ بے عملی سے نکال کر عمل کے میدان میں دیکھنا چاہتا ہے۔ ہم کسی قیمت پر بھی نہیں چاہتے کہ اطباء کی کوئی اور جماعت معرضِ وجود میں آئے کہ یہ راستہ کسی طرح بھی منزلِ مقصود کا راستہ نہیں ہے حالانکہ واقف کار حضرات خوب جانتے ہیں کہ انجمن کی خاموشی و گمنامی اور اطباء کی موجودہ بے قیادت زبوں حالی کی بدولت اس کے لئے زمین بالکل ہموار ہے پھر اگر ہم اس اندیشہ سے انجمن اور اس کے محترم عہدہ داروں کو دعوت عمل دیتے ہیں تو ہم مجرم ہیں ؎

گیرم کہ وقت ذبح تپیدن گناہ من
دیدن ہلاک و رحم نہ کردن گناہ کیست

انجمنیں اور جماعتیں اسی لئے ہوتی ہیں کہ وہ پورے طبقہ کی قیادت کریں، اُن کے اجتماعی مفاد کی دیکھ بھال کریں، اُن کے لئے زندگی کی شاہراہ کا تعین کریں اور جب اندھیرے میں ٹھوکریں لگنے لگیں تو بڑھ کر ہاتھ پکڑیں اور سہارا دیں۔ آج کی دنیا میں جمہوریت کا راج ہے اور آج اپنے دیس میں بھی قومی حکومتیں قائم ہیں۔ قرونِ وسطیٰ کا وہ دَور ختم ہو گیا جب چند ذی اثر ہستیاں اپنے ذاتی رسوخ کی بنا پر چھوٹی موٹی ضرورتیں پوری کر لیا کرتی تھیں۔ غیر ملکیوں کے انگریزی دَور میں چلنے کے راستے آج بیکار ہیں۔ اس وقت اجتماعی آواز، پُرخلوص جدوجہد اور متفقہ و متحدہ مطالبات ہی نشانِ منزل بن سکتے ہیں۔

ہماری گستاخیوں پر برہم ہونے والے عافیت کوش بزرگ اتنا نہیں سمجھتے کہ عام اطبا جن کا مستقبل مبہم اور جن کا حال غیر یقینی ہے اور جنھیں ابھی زندگی کے بہت سے فنی، معاشی اور تمدنی مسائل سے دوچار ہونا ہے وہ کب تک اور کس طرح یونہی بھٹکتے رہیں گے اور اس طرح وہ خودسُی جماعتوں کے وجود میں آنے کے لئے غیر شعوری طور پر وجہ بن رہے ہیں سُنا ہے مغلوب الجذباتی کے زیر اثر ایک بزرگ نے فرمایا کہ وہ بھی "پھر لکھیں گے۔" ادب و احترام کے تمام لوازمات کے ساتھ گزارش ہے کہ "پھر" نہیں "ابھی۔"

تکمیل الطب کے اوراق کب سے بزرگوں کے ارشادات عالیہ کے منتظر تھے اور اُس روزِ سعید کے لئے ہم چشم براہ ہیں جبکہ ہمارے رسالہ کو فنِ طب کی اِن محترم شخصیتوں سے کسب فیض کا موقع ملے، آپ لکھیں ہماری غلطیوں کو نمایاں کرکے اور ہماری کوتاہیوں کو اُجاگر کرکے تنقید کریں اور ہمیں اگر بھٹک رہے ہے تو راستہ دکھائیں اور یقین جانیے کہ رسالہ تکمیل الطب اس کی اشاعت کو اپنے لئے باعث فخر سمجھے گا۔ ذاتیات سے ماورا ہوکر اور کسی مفید مقصد کو سامنے رکھ کر اگر صحیح تنقید و تبصرہ ہو تو ہم اس سے ہرگز نہیں گھبراتے ہمارے لئے وہ روز کتنا مبارک و مسعود ہوگا جبکہ اپنی غلطیوں سے واقف ہوکر ہمیں اصلاح و اعتراف کا موقع ملے گا۔ ادارۂ تکمیل الطب کے نوجوان ؟ جنھوں نے گروہ بندی کے ہر قصر کو ڈھا کر تعصب و تنگ نظری کی ہر رُکاوٹ کو دُور کرکے خاندانیت کے ہر پندار کو نظرانداز کرکے ماضی کی ہر یاد کو بھلا کر مستقبل کی ہر مصلحت سے بے نیاز ہوکر اور خود اپنی بہت سی خصوصیتوں کی قربانی دے کر سیدھا اور صاف راستہ اختیار کیا ہے۔ فنِ طب کی ترقی اور اہلِ فن کا وقار ہماری منزلِ مقصود ہے۔ ہر مخلص راہرو ہمارا ساتھی اور ہر باعمل رہنما ہمارا قائد ہے۔ اگر اس جادۂ مستقیم سے ہمارے قدم ڈگمگائیں تو حرف گیری آپ کریں رسوائی کی ذمہ داری رسالہ تکمیل الطب لیتا ہے۔

تو مشقِ ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر

اسی ذیل میں ہمیں سکریٹری صاحب انجمن طبیہ سے شکوہ ہے کہ انجمن کا کوئی اعلان، اُس کی کوئی کارروائی اور کوئی روئداد کسی طبی رسالے کو نہیں بھیجی جاتی اور ظاہر ہے کہ "تکمیل الطب" بھی اس خدمت سے محروم ہے۔ سکریٹری صاحب اپنی گوناگوں قابلیتوں اور اہلیتوں کے ساتھ اس اہمیت سے ناواقف نہیں ہوسکتے کہ طبی جرائد ان کوائف کی اشاعت کے لئے سب سے زیادہ موزوں ہیں پھر آخر یہ تغافل کب تک وجہ شکایت نہ ہو۔

خارشت براعظم ہندوستان بشمول پاکستان میں اس وقت کھجلی کا مرض ہمہ گیر طور پر پھیلا ہوا ہے اور اندازہ ہے کہ تقریبًا ساٹھ ستّر فیصدی لوگ اس گھناونے مرض میں مبتلا ہیں۔ سرکاری شفاخانوں کے علاوہ پرائیویٹ مطبوں میں آنے والے مریض بھی پچاس فیصدی کی نسبت رکھتے ہیں۔ تقریبًا ۳-۴ سال اس مرض کو وبائی طور پر پھیلے ہوئے ہوگئے اور سلسلہ ختم ہونے نہیں آتا تعجب ہے کہ ابھی تک مرکزی یا صوبجاتی حکومتوں نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ مرض کی اس ہمہ گیری کے اسباب ابھی تک پردۂ خفا میں ہیں۔ زمانہ جنگ اور بعد از جنگ کے اثرات نقصان تغذیہ کی صورت میں لازمی طور پر نمایاں ہیں لیکن ایک مخصوص بیماری کے اس طرح پورے ملک پر قبضہ کرلینے کو صرف اسی چیز کا سہارا لےکر نا قابل اعتنا قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کچھ لوگ راشن کے غلّہ کو اس کا سبب سمجھتے ہیں کچھ بناسپتی کی طرف بدگمانی سے دیکھتے ہیں لیکن حقیقت واقعہ یہ ہے کہ جبتک کوئی باقاعدہ تحقیقاتی کمیٹی ریسرچ کے بعد کوئی مستند رائے نہیں دیتی فیصلہ کُن بات کہنا مشکل ہے۔ ملک کی صحت کی اس عمومی خرابی کے پیش نظر حکومت کا اولین فریضہ ہے کہ وہ پہلی فرصت میں ماہرین کی ایک کمیٹی تشکیل کرکے

اس کے وجوہ واسباب دریافت کرے اور اُس کے تدارک
کی تدابیر زیرِ عمل لائے۔ اس تحقیقات کے پورے نتائج
عام اشاعت کے ذریعہ پبلک کے سامنے آنا چاہئیں تاکہ
ایک آل انڈیا جد و جہد کے ماتحت اس مرض کو ختم کردینے
کی مہم شروع کی جاسکے۔ افراد کی صحت ملک کی سب سے
بڑی دولت ہے اور قوم کا سب سے زیادہ قابلِ توجہ
مسئلہ، ہمیں افسوس ہوتا ہے یہ دیکھ کر کہ قوم و وطن کی تمام
مخلص جماعتیں جن میں ایثار پیشہ افراد کی بھی کوئی کمی
نہیں صرف تمدن، اقتصادیات اور سیاسیات ہی کے
پیچھے پڑی رہتی ہیں اور انسانیت کی سب سے بڑی خدمت
کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتی ہیں۔

شاید لوگ بھول گئے کہ مہاتما گاندھی نے
افریقہ سے واپس آکر ہندوستان کی سب سے پہلی جدوجہد
کھجلی کے علاج سے شروع کی تھی اور بہار کے کسانوں
کی جس تحریک میں وہ عملی طور پر حصہ لینے کے لئے تشریف
لے گئے تھے اُنھوں نے گندھک کے مرہم سے بیمار
انسانوں کی ابتدائی ضرورت کی طرف پہلا قدم اُٹھایا تھا۔
آج مہاتما کے نقشِ قدم پر چلنے والی حکومتوں کو انسانیت
کی اس پکار کی طرف جلد سے جلد توجہ کرنا چاہئے۔

اسی کے ساتھ تمام برادرانِ فن سے ہماری التماس
ہے کہ اگر وہ اس سلسلے میں کسی خاص نتیجہ پر پہنچے ہوں یا
علمی طور پر اس وبا کی ہمہ گیری پر اپنا کوئی خاص نقطۂ خیال
رکھتے ہوں تو اُس کا اظہار فرمائیں ممکن ہے ہماری انفرادی
رائیں کسی صحیح منزل تک پہنچا سکیں۔

ضروری اعلان

معتبر ذرائع سے خبر ملی ہے کہ دفعہ چار کے ماتحت رجسٹرڈ ہونے والے ویدوں اور
طبیبوں (یعنی ایسے حکیم اور وید جن کے پاس کسی مستند کالج کی سند نہیں ہے) کیلئے گورنمنٹ نے
ہر ضلع میں ایک رجسٹریشن کمیٹی بنانا طے کی ہے — اس ہی رجسٹریشن کمیٹی کی سفارش پر اطباء
اور ویدوں کی رجسٹری پیرا چار کے ماتحت ہوا کرے گی۔ یہ ضلع وار کمیٹیاں سول سرجن،
میڈیکل افسر آف ہیلتھ انجمن طبیہ اور وید سمیلن کے نمائندے اور گورنمنٹ کے چند نامزد
ممبران پر مشتمل ہوا کرے گی عنقریب ان کمیٹیوں کی تشکیل عمل میں آنے والی ہے۔

(ٹائٹل پر پریس کمونک ملاحظہ کیجئے)

رسالہ تکمیل الطب میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

یونانی طب کے بنیادی اصول

شفاء الملک حکیم محمد عبد اللطیف صاحب - وائس پرنسپل طبیہ کالج - علیگڈھ

گذشتہ سے پیوستہ ←——→ سلسلہ نمبر ۲

بقراطی اصول اور فن طب کی تدوین

بقراط کا سب سے زیادہ اہم اصول یہ تھا کہ مرض بھی دوسرے قدرتی اشیا کی طرح قانون قدرت کے معمولات میں سے ہے اسی وجہ سے نیچرل لاز (قوانین قدرت) کے مطالعہ کو تشخیص مرض میں بہت بڑا مددگار خیال کرتا تھا اور انہیں قوانین قدرت پر عمل درآمد کرنے میں طبیب کی کامیابی کا راز مضمر خیال کرتا تھا۔ پیتھالوجی (علم ماہیت الامراض) کا موجد بھی یہی تھا۔ مشاہدۂ علامات کو اُس نے اس قدر اہمیت دی کہ چھوٹی سے چھوٹی اور جزئی سے جزئی علامت بھی فراموش کرنے کو ایک سخت گناہ اور خوفناک جرم خیال کرتا تھا۔

سب سے پہلا شخص بقراط ہے جس نے جسم انسانی میں چار کیفیتیں اور چار خلطیں دریافت کر کے صحتؒ مرض کی تھیوری کو انھیں کے اعتدال اور عدم اعتدال پر محول کیا یہ اس کا ایسا سچا اصول ہے کہ دنیا کے تمام طرق علاج اس کو کم وبیش تسلیم کرتے ہیں۔

اس کا دوسرا اہم اصول یہ تھا کہ امراض کا علاج اصل میں مریض کی طبیعت خود کرتی ہے اس کا یہ اصول بھی اس وقت تک قریب قریب طرق علاج میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ غلط فہمی سے اس قانون کا یہ مطلب نہ سمجھنا چاہیئے کہ بقراط ہر مرض کو صرف طبیعت پر چھوڑ دیتا ہے بلکہ اس قانون کا یہ منشا ہے کہ طبیعت خود دوسرے تدابیر کی مدد سے اپنے دشمن مرض کو دفع کرتی ہے اور تدابیر صرف اعانت کا کام دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب طبیعت بالکل ضعیف ہو جاتی ہے اس وقت کوئی طریقۂ علاج کامیاب نہیں ہوسکتا۔

بقراط نے امراض کے چار زمانے مقرر کئے ہیں:- ابتداء تزید، انتہا، انحطاط اور ہر زمانے کے لحاظ سے مختلف علاج تجویز کئے ہیں۔

فیثاغورس نے اعدادی قواعد کی بناء پر فن طب میں مسئلہ بحران کا اضافہ کیا جس کے ذریعہ سے ان ایام کا معین کرنا اور ان کی پیشتر سے تدبیر کرنا جن میں زیادتی مرض کا اندیشہ ہے آسان ہوگیا۔

بقراطی طریقہ علاج میں غذا کو بہت بڑا دخل ہے مختلف امراض کے لئے مختلف غذاؤں کی تدبیر بھی بقراط ہی کی ایجاد ہے غذا کے مقابلے میں دوا کو وہ کچھ زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا مگر ادویہ کو بالکل ترک بھی نہ کرتا تھا۔

بقراط کے تصانیف میں صرف دوسو پینسٹھ (۲۶۵) ادویہ پائی جاتی ہیں۔

فصد کے متعلق اس زمانے میں علم تھا مگر زیادہ رواج نہیں تھا۔

بقراط نے امراض کی دو قسمیں کی ہیں (۱) حادہ (۲) مزمنہ امراض مزمنہ کا علاج زیادہ تر غذا، ریاضت اور دوسرے نیچرل طریقوں سے کرنا زیادہ پسند کرتا تھا۔ دواؤں کے اثرات کو بیرونی و اندرونی دونوں طریقوں سے پہنچانا زیادہ مناسب

سمجھتا تھا۔

بقراط کے زمانے میں علم تشریح و منافع الاعضاء غیر مکمل تھا اور نبض کے متعلق بھی اس کے تصانیف میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔

دورِ ارسطو میں طب کی ترقی

ارسطو نے علم تشریح و منافع الاعضاء میں بہت کچھ کام کیا۔ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا میں تحریر ہے کہ ارسطو کی تحقیقاتی علم تشریح و منافع الاعضاء اس قدر مکمل ہیں کہ جب تک دنیا میں کوئی بھی طریقہ علاج جاری رہے گا ہمیشہ زیر بار احسان رہے گا۔

ہیرو فیلوس اور ایرا سیلیوس کے زمانے میں فن تشریح کی تکمیل ہوئی۔

حکیم ہیروفیلوس اور حکیم ایرا سیلیوس کے نام تشریحی حیثیت سے نہایت اہمیت رکھتے ہیں ان دونوں نے تشریح کو مکمل کیا اور ہیروفیلوس نے سات سو انسانی لاشیں چاک کر کے فن تشریح میں بہت کچھ اضافہ کیا۔

جالینوس کے اصول

حکیم جالینوس فزیالوجی (منافع الاعضاء) میں طاق اور اناٹمی (تشریح) میں یگانۂ آفاق تھا اس کی کتابیں خصوصیت کے ساتھ پیدائش انسانی۔ عضلات وحرکات کی اور نبض وغیرہ کے بیان میں مکمل ہیں۔

اس نے اپنا اصلی مقصد یہ قرار دیا تھا کہ فن طب کے منتشر مسائل کو باقاعدہ مرتب اور علمی فن کو سائنٹیفک اصول کے ہم آہنگ بنائے۔

تشریحی مشاہدوں میں جالینوس کے دو مقصد تھے۔ ایک فلسفیانہ دوسرا طبی تاکہ اس سے تشخیص اصول اور شناخت امراض میں مدد مل سکے۔

جالینوس کا فلسفۂ طب خاص طور پر بقراط کے چار عناصر چار کیفیات اور چار اخلاط کی تھیوری پر مبنی تھا جس کے ساتھ اس نے روح کو ہوا سے پیدا ہونے کے بارے میں اپنی خاص تحقیق کا اضافہ کیا تھا۔

جسم انسانی کے منافع بیان کرنے میں تمام حکماء سے سبقت لے گیا تھا جسم انسانی کے جن منافع کا اس نے ذکر کیا ہے اس کی تعداد تقریباً ساڑھے چھ ہزار شمار کی جاتی ہے۔

جالینوس نے بقراطی طریقۂ علاج میں بحث مزاج کا اضافہ کر کے فن طب کو نہایت درجہ با اصول اور سائنٹیفک بنانے میں غیر معمولی ذہانت کا ثبوت دیا ہے اس کے نزدیک جسم کا معتدل المزاج اور معتدل الکیت ہونا صحت اور اس میں کمی و بیشی موجب مرض ہے۔

جالینوس نے فن پیتھالوجی (علم ماہیت الامراض) کو کافی ترقی دی تھی تمام امراض کے جداگانہ علامات مقرر کئے۔ کوئی حالت نہ تھی جس کا کوئی نام نہ رکھا تھا اور کوئی مسئلہ نہ تھا جس کو حل نہ کیا ہو۔

جالینوس نے ادویہ کے امزجہ وافعال وخواص۔ قیاس۔ یعنی رنگ، بُو، ذائقہ، سرعت و لطوار انفعال، تجربہ، تحلیل و تفریق کے ذریعہ معلوم کئے۔ ادویہ کے خاص خاص درجات متعین کئے۔

جالینوس نے جسم انسانی کے نوعی۔ شخصی۔ عضوی۔ صنفی امزجہ اور ادویہ کے کیفیات اور افعال وخواص دریافت کرنے کے بعد علاج بالضد کا اصول اختیار کیا۔

ایک یوربین مضمون نگار نے انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا میں اس کا اقرار کیا ہے کہ جالینوس کی تحریروں میں سادہ اور اُن سائنٹیفک طریقۂ غور وفکر بہت کم ہیں اس کے بیانات ایسے سائنٹیفک اور مکمل تھے کہ ہر زمانے کے لوگ اس کے فریفتہ اور اس کے مسائل کے دلدادہ ہوگئے تھے۔

عربوں کے طبی اصول

عربوں نے یونانی۔ ایرانی اور ہندی طب کو حاصل کر کے نئی طب کا دور شروع کیا۔

یوحنا بن ماسویہ اور عبداللطیف بغدادی نے فن تشریح

اور منافع الاعضاء کو مکمل کیا۔

بصرہ کا علی ابن عیسیٰ۔ موصل کا عمار اور ابن ہیثم نے اوپھتھالوجی (امراض چشم) کو مکمل کیا۔

ذکریا رازی۔ ہارون۔ ابن زہر اندلسی۔ ابوالقاسم زہراوی۔ ابن القف۔ ابن ہبل۔ ابن منصور۔ عبد اللہ بن شیخ السدید۔ رشید الدین نے سرجری (علم الجراحت) کو مکمل کیا۔ رازی نے نزول الماء کے آپریشن میں اور خناق کے آپریشن میں ریسرچ کی پتھری نکالنے کے لئے وہی حد معین کی جو آج کل کے سرجنوں کا اصول ہے۔

قرابادین کا فن ایجاد کیا۔

ادویہ مفردہ کے استعمال کو شروع کیا۔

عمل جراحی میں بیہوش کرنے کی غرض سے مرقدات کو ایجاد کیا۔

گلے کی باریک رگوں کی تشریح معلوم کی۔

بخاروں کی بہت سی نئی قسمیں دریافت کیں۔

ریشم سے زخم کے ٹانکے دینے کا اصول اختیار کیا۔

ہزاروں دواؤں کے افعال و خواص معلوم کئے۔

اب ہم طب کے بنیادی اصول کو کسی قدر تفصیل سے بیان کرتے ہوئے اس کے مقابلے میں ایورویدک کے بنیادی اصول بیان کریں گے تاکہ دونوں فنوں کا اصولی فرق یا یگانگت ظاہر ہوئیں۔

عناصر۔ ارکان۔ استقصات۔

عنصر کے لغوی معنی مادّہ کے ہیں اور اصطلاح میں موالید ثلاثہ یعنی جمادات۔ نباتات۔ حیوانات کے ان اجزاء اوّلیہ کو کہتے ہیں جن کی تقسیم ایسے اجزاء کی طرف غیر ممکن ہے جن کی صورتیں ایک دوسرے سے مختلف ہوں اور یہی اجزاء اولیٰ جن کی جانب جمادات۔ نباتات۔ حیوانات کی تحلیل ہوتی ہے۔ آپس میں ایک دوسرے سے ملنے کے بعد مختلف قسم کے مرکبات بناتے ہیں۔ اور انہیں اجزاء اولیہ کو اس حیثیت سے کہ ان سے مرکبات ترکیب پاتے ہیں عنصر کہا جاتا ہے اور اس حیثیت سے کہ ان پر تحلیل مرکبات کی انتہا ہوتی ہے۔ ان کو لفظ استقس سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ لغت میں استقس اس چیز کو کہتے ہیں جس کی جانب کسی چیز کی تحلیل ہو اور انھیں اجزاء کی ایسی حیثیت کہ ایک چیز کا انقلاب دوسرے جز کی جانب ہوتا ہے اصل کہتے ہیں۔ کیونکہ ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے اسوجہ سے مرجع کو اصل سے تعبیر کیا اور اس حیثیت سے کہ یہ اجزاء مرکب کا جُز بنتے ہیں ان کو رکن کہتے ہیں کیونکہ رکن کے لغوی معنی جز کے ہیں۔ یہ اجزاءِ اولیہ مادہ۔ صورت جسمیہ اور صورتِ نوعیہ سے مرکب ہوتے ہیں۔

طالیس لیطی صرف پانی کو عنصر مانتا ہے اور اس کی لطافت و کثافت سے دوسرے عناصر رونما ہوتے ہیں بعض متقدمین صرف مٹی کو عنصر مانتے ہیں اور اسی کی لطافت سے دوسرے عناصر ظاہر ہوتے ہیں۔

ہرقلیس صرف آگ کو عنصر خیال کرتا ہے اور اسی کی کثافت سے دوسرے عناصر موجود ہوتے ہیں۔

بعض متقدمین نے صرف ہوا کو عنصر مانا ہے۔

بعض متقدمین صرف بخارات کو عنصر قرار دیتے ہیں۔

بعض حکماء کا یہ عقیدہ تھا کہ صرف آگ اور مٹی صرف دو عنصر ہیں۔

کرکنافس صرف مٹی اور پانی کو عنصر تسلیم کرتا ہے۔

تالیس فیلسوف کا قول ہے کہ موجودات کی اصل ایک جوہر ہے جس کی طرف قدرت نے نظر ہیبت سے دیکھا تو وہ پانی بن گیا۔ اس کی سردی و خشکی سے خاک اور اس کی تحلیل سے ہوا بنی پھر صاف ہوا سے آگ سُلگی اور دھوئیں اور بخارات سے آسمان پیدا ہوئے۔

فردلیوس کا قول ہے کہ عناصر تین ہیں:۔ نمک یعنی عنصر منجمد۔ پارہ یعنی عنصر سیّال۔ کبریت یعنی عنصر ہوائی اور دُخانی۔ اور یہ ستعار وہ چاروں عنصر بھی انھیں تینوں سے

مرکب ہیں -

لوقس اور اس کا شاگرد ذی مقراطیس سخت اور بسیط ذرات کو عنصر مانتا ہے -

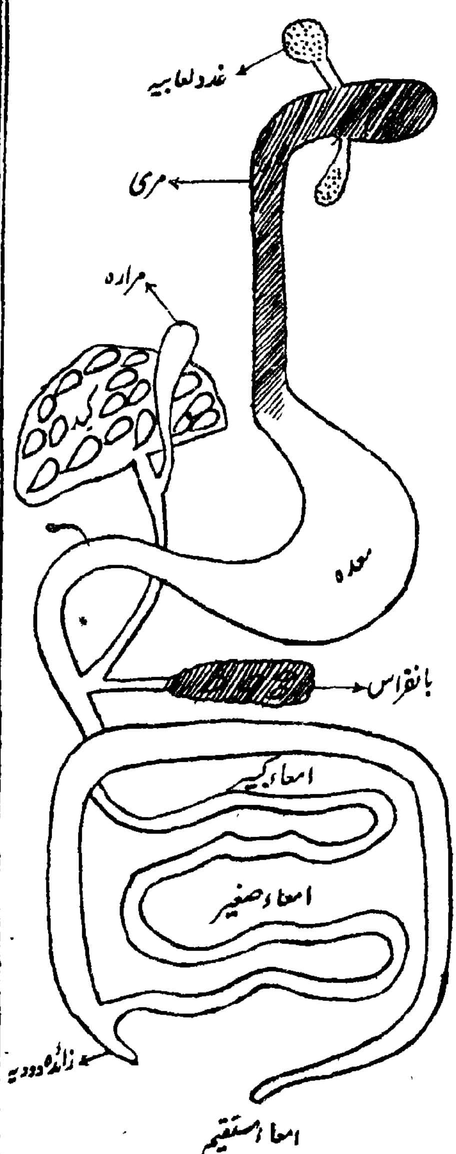
الی فورس بھی انھیں ذرات کو عنصر مانتا ہے -

بعض حکما اور ریاضی عناصر صرف سطوح کو مانتے ہیں -

بقراط ، ارسطو ، جالینوس ، شیخ اور جمہور متاخرین عناصر کے چار ہونے کے قائل ہیں - ان میں سے دو لطیف یعنی آگ ، ہوا اور دو کثیف یعنی مٹی اور پانی -

آگ گرم خشک - ہوا گرم تر ، پانی سرد تر - اور مٹی سرد و خشک مانتے ہیں اور اس عالم کے تمام مرکبات کو انھیں عناصر سے مرکب مانتے ہیں -

(باقی آیندہ)



انھیں تمام اعضاء کی خرابی سے جسم کے خلیات آہستہ آہستہ سست ہو کر اپنا فعل بند کر دیتے ہیں اور زندگی دوبھر ہو جاتی ہے - ہر وقت طبیعت غمگین ، افسردہ اور پریشان رہتی ہے کبھی بدہضمی کی شکایت ، کبھی درد ، کبھی چبھن ، کبھی اختلاج قلب او غشی تک کی نوبت آجاتی ہے ، کسی کام میں طبیعت نہیں لگتی -

ان تمام اعضاء کی اصلاح کے لئے عالیجناب شفاء الملک حکیم محمد عبد الحمید صاحب مرحوم نے عرق ہاضم جدید ۵۴ ایجاد کیا تھا جو ان اعضاء کی تقویت کیلئے بہترین دوا ثابت ہوئی - اس دوا کی قوت انجذاب کو بڑھانے کے لئے تاکہ ایک ہی ہفتہ کے بعد نمایاں فائدہ محسوس ہو اس میں چند مخصوص اجزاء کا اضافہ کر دیا گیا ہے ، عرق بدمزہ تو ضرور ہے لیکن کبد معدہ ، بانقراس ، مرارہ ، امعائے صغیر و کبیر کے لئے بہترین دوا ہے - ایک مرتبہ استعمال کر کے تجربہ کیجئے -

پانچ تولہ عرق شکر ملا کر پئیں -

قیمت بارہ خوراک تین روپئے

ملنے کا پتہ

شفاخانہ تکمیل الطب، لکھنؤ

دِق و سِل کی تاریخ پر ایک سَرسَری نظر

ویدوں کی رُو سے اسکے اسباب و علل پر بحث

(از سید عبدالقادر صاحب ایم، اے)

دق وسل میں عام طور پر وہ لوگ مبتلا ہوتے ہیں جو تنگ تاریک اور غلیظ مکانوں میں رہتے اور غربت کی وجہ سے ناکافی غذا کھاتے ہیں یا اس قسم کی چیزوں پر بسر اوقات کرتے ہیں۔ جن میں غذائیت بہت کم ہوتی ہے۔ جنگلوں اور کھلی ہوا میں رہنے والے لوگ جن کی زیست کا مدار دودھ، دہی اور اس کے مرکبات یا سبزی ترکاری اور پھلوں یا جنگل کے چرندوں اور پرندوں کے گوشت پر ہوتا ہے وہ بالعموم ان امراض میں مبتلا نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ دق اور سل کے مریضوں کو شہری بود و باش کو چھوڑ کر جنگلوں اور پہاڑوں کی لطیف اور خوشگوار آب وہوا میں اقامت اختیار کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے اور انہیں ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ دودھ، دہی، مکھن اور فواکہات کو اپنا معمول زندگی بنالیں۔ اس طریق علاج سے ان لوگوں کو جن کا مرض ابھی ابتدائی مراحل میں ہوتا ہے بالضرور فائدہ ہوتا ہے۔ اور بعض لوگوں کی صحت تو اس قدر اچھی ہوجاتی ہے کہ ان پر کبھی مدقوق ومسلول ہونے کا شبہ بھی نہیں گزرتا۔ عرصہ ہوا ایک جلسہ میں میری ایک شخص سے ملاقات ہوئی تھی۔ جس نے دق اور سل میں مبتلا ہوتے ہی لاہور کی زندگی کو خیرباد کہہ کر سولن پہاڑ پر اقامت اختیار کرلی تھی۔ اس کا بیان تھا کہ میں وہاں قریباً بیس سال سے مقیم ہوں اور میری صحت گو بہت اچھی نہیں لیکن کسی طرح بُری بھی نہیں کہی جاسکتی اور ابھی اسے اور کئی سال تک زندہ رہنے کی توقع تھی۔

بادیہ نشین اور شہری زندگی

اسی طرح جب صحراؤں، جنگلوں اور دیہات میں رہنے والے لوگ اقتصادی ضروریات یا کسی اور وجہ سے مجبور ہوکر شہری زندگی اختیار کرلیتے ہیں تو وہ بھی ان امراض کا شکار ہونے لگتے ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں کی اس قسم کے امراض کا مقابلہ کرنے کی قوت بہت کمزور ہوتی ہے اور وہ ان امراض میں مبتلا ہوتے ہی چند ہفتوں یا چند ماہ میں موت سے ہمکنار ہوجاتے ہیں۔ ایک یورپی سیاح کا بیان ہے کہ مراقش کے بدوی اپنی صحرائی آبادیوں میں نہایت اطمینان سے زندگی لبسر کرتے ہیں۔ ان کا جسم مضبوط اور صحت بہت اچھی ہوتی ہے لیکن جونہی وہ بدویت کو چھوڑ کر مدنیت کی طرف رُخ کرتے ہیں۔ اور صحراؤں کی لطیف ہوا کے بجائے شہروں کی کثیف اور گندی ہوا میں سانس لینے لگتے ہیں۔ وہ دق وسل میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ اور چونکہ ان میں نئے امراض کی مدافعت کی قوت بدرجہ اتم موجود نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ مکھیوں کی طرح جلد جلد مرنے لگتے ہیں۔ لیکن جب یہ لوگ عرصہ تک شہروں میں بود و باش رکھنے کی وجہ سے اس قسم کی آب وہوا کے عادی ہوجاتے ہیں تو ان میں رفتہ رفتہ شہری امراض کی مدافعت کی قوت بھی پیدا ہوجاتی ہے اور وہ شہر کے قدیم باشندوں کی طرح

شہری امراض کا شکار ہوتے رہتے ہیں یا ان سے مامون و مصئون رہتے ہیں۔ یہی حال باگڑیوں اور بیکا نیریوں کا ہے جو لاہور میں محنت مزدوری کرکے اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ یہ لوگ خشک اور ریگستانی علاقوں کے رہنے والے ہیں اور بظاہر بڑے کڑے معلوم ہوتے ہیں لیکن جن لوگوں نے ان کے حالات و تمدن کا غائر نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ وہ اور ان کے بچے قوت مدافعت کے لحاظ سے بہت کمزور واقع ہوئے ہیں اور باد مخالف کے چند جھونکوں سے مرجھا کر پیوند خاک ہو جاتے ہیں ۔

قدیم آریہ اور سل و دق

قدیم آریوں کے متعلق بھی یہی بات کہی جا سکتی ہے۔ ابتدا میں یہ لوگ وسط ایشیا میں رہتے تھے۔ ان کا قد لمبا، سینہ چوڑا اور رنگ گورا ہوتا تھا۔ وہ صحراؤں اور جنگلوں میں خانہ بدوشوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ بھیڑ، بکریوں کے گلّوں کو پالتے تھے اور ان کے دودھ پر ان کی گذر ہوتی تھی۔ ان حالات میں ان کا سل و دق میں مبتلا ہونا محالات سے تھا اور یہ امراض ان کے قریب بھی نہیں پھٹکتے تھے لیکن کچھ عرصہ کے بعد ان لوگوں نے اپنے وطن کو چھوڑ کر ہندوستان کا رُخ کیا۔ یہاں پہنچ کر وہ دریائے سندھ اور اس کے معاون دریاؤں کے کناروں پر آباد ہو گئے۔ اور یہیں (پنجاب میں) ان کی تہذیب، ان کے تمدن اور انکے مذہب نے جنم لیا۔ یعنی وہ خانہ بدوش اقوام کے طور طریقوں کو چھوڑ کر متمدن اقوام کی طرح اجتماعی صورت میں دیہات، قصبات اور شہروں میں رہنے لگے۔ دق اور سل تہذیب کے نتائج ہیں جوں جوں آریہ لوگ تہذیب اور تمدن میں ترقی کرنے لگے یہ موذی امراض بھی ان میں پھیلتے گئے۔ چنانچہ ان امراض کا ذکر آریوں کی سب سے پُرانی اور متبرک کتابوں رگ وید اور اتھروید میں بھی آتا ہے۔ آریوں کا بیان ہے کہ رگ وید مسیح کی ولادت سے کئی ہزار برس پہلے لکھا گیا۔ لیکن یورپی محقق اسے ڈیڑھ دو ہزار برس پہلے کی تصنیف بتاتے ہیں ۔

ہمیں اس بات سے بحث نہیں کہ رگ وید کب لکھا گیا لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ آج سے کم از کم چار ہزار برس قبل پنجاب میں رہنے والے آریہ ان امراض سے آشنا ضرور تھے ۔

قدیم مصری اور سل و دق

آریوں کے ہندوستان میں ورود سے پہلے بھی یہاں بھیل گونڈ، سنتھال اور دراوڑ اقوام کے لوگ آباد تھے۔ لیکن ان کی تاریخ پر تاریکی کا بہت گہرا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اس لئے ہم وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ آیا ان میں ان امراض کا وجود پایا جاتا تھا یا نہیں۔ لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اقوام کے لوگ جو اجتماعی زندگی بسر کرنے کے عادی تھے۔ ان امراض کا ضرور شکار ہوتے ہوں گے۔ مصر میں بہت پُرانی قبروں سے جو قدیم مصریوں کے پنجر دستیاب ہوئے ہیں۔ ان کا یورپی ڈاکٹروں نے بغور معائنہ کیا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ بعض ڈھانچوں کی ریڑھ کی ہڈی میں ٹی، بی (دق و سل) کی علامات پائی جاتی ہیں۔ جن سے اس زمانے میں یعنی آج سے کوئی سات ہزار برس قبل ان امراض کے وجود کا ثبوت ملتا ہے۔ قدیم ہندوستان میں مُردوں کو دفنانے کا دستور نہ تھا۔ وہ لوگ آج کل کی طرح انھیں جلا دیا کرتے تھے۔ اس لئے رگ وید اور اتھر وید کی شہادت کی انسانی ڈھانچوں کے معائنہ سے تصدیق و تکذیب نہیں کی جا سکتی لیکن اس میں شک نہیں کہ رگ وید اور اتھر وید کے بہت سے منتروں میں ان امراض کا ذکر ضرور موجود ہے ۔

یکشما ۔ راج یکشما اور پاپا یکشما

ویدوں کے بہت سے منتروں میں یکشما اور راج یکشما کا ذکر آیا ہے۔ کھانسی، بخار اور نقاہت ان امراض کی بڑی بڑی علامات بیان کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ چرک اور واگ بھٹ نے ان امراض کے اسباب اور علامات کھول کر بیان کئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم کے آریہ دق اور سل کو یکشما اور راج یکشما کہتے تھے

اسی طرح پُرانی کتابوں میں ایک اور مرض کا ذکر آتا ہے جس کو پاپا یکشما کہتے ہیں جس کی علامات بھی یکشما اور راج یکشما سے ملتی جُلتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راج یکشما اور پاپا یکشما (دق) کی مختلف اقسام ہیں۔

ویدوں میں راج یکشما کا لفظ کثرت کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ اس کو آج کل کی اصطلاح میں راج روگ کہا جاسکتا ہے چنانچہ یہ لفظ دق وسل کے لئے اب بھی استعمال ہوتا ہے۔

چھٹی صدی قبل از مسیح کا مشہور وید عطریہ ٹیکسا، کالبینے والا تھا۔ اس نے اپنی ایک تصنیف میں دق وسل کی ابتدا کے متعلق ایک روایت بیان کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ چندرما (چاند یا قمر) دیوتا بہت بدچلن تھا اور عورتوں سے صحبت میں مصروف رہتا تھا۔ اس کے بعد اسے غم وفکر نے آدبایا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ یکشما (دق) میں مبتلا ہوگیا۔ اس لئے اس مرض کو راج یکشما یا چاند کی بیماری کہنے لگے رفتہ رفتہ چندرما دیوتا گھُل گھُل کر کانٹا ہوگیا۔ اور اس کے بدن سے تمام چربی غائب ہوگئی۔ آخر دیوتاؤں کے طبیبوں نے جنھیں آس وِنس کہتے ہیں اسکا علاج کیا اور اس کو اس مرض سے نجات دلائی اس کے بعد یہ مرض دنیا میں پھیل گیا۔

اس روایت سے دو باتیں منکشف ہوتی ہیں۔ اوّل یہ کہ کثرت جماع اور غم وفکر دق وسل کے بڑے بڑے اسباب ہیں دوسرے کسی کامل طبیب کی توجہ سے یہ امراض علاج پذیر ہوسکتے ہیں۔

مسلمان بھی ان امراض کو عام طور پر شاہی امراض کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے علاج کے لئے والیانِ ریاست کا خزانہ ہی مکتفی ہوسکتا ہے۔

رگ ویداور دق وسل

اب ہم رگ وید کے بعض منتروں کا ترجمہ پیش کرتے ہیں جن سے دق اور سل کی ماہیت پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔

رگ وید میں ایک منتر (ادھیائے ۱۰ منتر ۹۳) ہے جسے پجاری مریض کو یکشما یا دق سے نجات دلانے کے لئے پڑھتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:۔

تمھارے دونوں نتھنوں، تمھاری دونوں آنکھوں اور تمھارے دونوں کانوں اور تمھاری ٹھوڑی سے میں تمھارے مرض کو نکالتا ہوں۔

تمھاری گردن کے پٹھوں، تمھاری گردن، تمھاری چھاتی، تمھاری ریڑھ کی ہڈی، تمھارے کندھوں، تمھارے بازوؤں اور تمھاری ٹانگوں میں سے تمھارے مرض کو نکالتا ہوں:۔

تمھارے احشا سے لے کر معائے مستقیم تک جو کچھ تمھارے اندر ہے۔ اس میں تمھارے قلب میں اور تمھارے جگر وتلی میں جو مرض جاگزیں ہوچکا ہے اسے میں نکالتا ہوں۔

تمھارے جسم کے ہر عضو میں سے، تمھارے جسم کے ہر بال میں سے ہر وہ مرض جو انسان کے جوڑوں میں پیدا ہوتا ہے۔ غرض تمھارے سر کی چوٹی سے لے کر پاؤں کے ناخن تک جو مرض بھی پیدا ہوتا ہے۔ میں اسے نکالتا ہوں۔

رگ وید کے ایک اور منتر میں لکھا ہے کہ ہوا میں مرض کے رفع کرنے کی خاصیت ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی دوائی ہے۔ ہوا یکشما (دق) کو بھی اُڑا کر لے جاتی ہے۔

اتھروید کے بعض منتروں میں بھی سل اور دق کا ذکر آتا ہے سنسکرت زبان کے مشہور انگریز فاضل گرفتھ نے اس وید کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ چنانچہ اس کتاب میں جہاں کہیں یکشما کا ذکر آیا ہے۔ اس نے اس کے لئے (Tubarculosis) یعنی دق کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ذیل کا منتر ملاحظہ ہو (ادھیائے دوئم منتر ۱۰ شلوک ۵-۶):۔

۱- میں نے تجھے اس دنیا میں پیدا کیا ہے تاکہ تو ایک طویل زندگی پائے۔ نیرتی تجھ سے دُور رہے۔ اور دق تیرے قریب تک نہ آئے۔ میں تیرے اہل وعیال کو محفوظ رکھتا ہوں۔ بیماری سے۔ رشتہ داروں کی بد دعاؤں اور موت کی تباہی سے۔

۲ - میں تجھے مامون و مصئون رکھتا ہوں ۔سل سے، مصائب سے، بدنامی اور موت کے پھندے سے ۔

اسی ادھیائے کے تینتیسویں منتر میں بتلایا گیا ہے کہ یکشما (دق) کا علاج کس طرح جادو اور ٹونے سے کیا جاسکتا ہے ۔اس منتر کا ترجمہ بھی ہم ذیل میں درج کرتے ہیں :-

۱ - تیرے دونوں نتھنوں سے ۔ تیری دونوں آنکھوں سے تیرے دونوں کانوں سے اور تیری ٹھوڑی سے ۔

۲ - اس کے علاوہ تیرے دماغ سے اور تیری زبان سے مَیں دق کو باہر نکال پھینکتا ہوں ۔

۳ - تیری گردن سے اور تیری قفا سے ۔ تیری ریڑھ کی ہڈی اور تیری دوسری ہڈیوں سے ۔

۴ - تیرے بازوؤں سے اور تیرے شانوں کی ہڈیوں سے میں دق کو یکسر نکال دیتا ہوں ۔

۵ - تیرے قلب سے، تیرے پھیپھڑوں سے، تیرے شانوں اور تیرے پہلوؤں سے ۔

۶ - تیرے گُردوں، تیری تلی اور تیرے جگر سے میں دق کو بیخ و بن سے نکال دیتا ہوں ۔

۷ - تیرے معدے سے، تیری انتڑیوں سے، تیرے احشاء سے اور تیرے پیٹ سے ۔ تیری پسلیوں سے اور تیرے ناف سے میں دق کو بالکل نکال دیتا ہوں ۔

۸ - تیری رانوں سے اور زانوؤں سے ۔ تیری ایڑیوں اور ٹانگوں کے اگلے حصے سے، تیرے پاؤں سے ۔

۹ - تیری پشت سے اور تیری کمر سے میں دق کو نکال دیتا ہوں ۔خواہ یہ دق تیری منی کے اندر بھی کیوں نہ گھس گئی ہو ۔

۱۰ - تیری ہڈیوں میں سے اور ہڈیوں کے گودے میں سے تیری نسوں اور پٹھوں میں سے ۔

۱۱ - تیرے ہاتھوں، ہاتھوں کی انگلیوں اور انگلیوں کے ناخنوں میں سے میں دق کو باہر نکال دیتا ہوں ۔

۱۲ - تیرے جسم کے ہر عضو، ہر بال اور ہر جوڑ میں سے غرض جہاں کہیں بھی دق کا مرض گھسا ہوا ہو ۔خواہ وہ جسم کی کھال میں بھی کیوں نہ ہو ۔ میں اس منتر کے زور سے اسے نکال دیتا ہوں ۔

اتھر وید کا ایک اور منتر ملاحظہ ہو (ادھیائے ۵ ۔منتر ۲۲ ۔ شلوک ۱۱ - ۱۲)

تم ذیل کی کسی بیماری کے بھی دوست نہ بنو یعنی کھانسی دق اور ضعف ۔ اے بخار، تجھے تنبیہ کرتا ہوں کہ تم پھر ہمارے پاس کبھی نہ آنا ۔

اے بخار ۔ تم یہاں سے چلے جاؤ اور جاتے ہوئے اپنے بھائی دق اور بہن کھانسی کو بھی اپنے ساتھ لیتے جاؤ ۔

اسی طرح بیسیوں اور منتروں میں دق، سل اور ضعف (کمزوری) وغیرہ امراض کا ذکر آیا ہے ۔

عام پر لوگوں کا خیال ہے کہ دق اور سل پھیپھڑوں کے امراض ہیں لیکن اطبا رسے یہ بات مخفی نہیں کہ یہ امراض جسم کے ہر حصے پر حملہ کرسکتے ہیں ۔چنانچہ انتڑیوں کا دق اور گردوں کا دق تو اس مرض کی عام شکلیں ہیں ۔ اسی طرح ریڑھ کی ہڈی اور انسانی جسم کی دوسری ہڈیاں بھی اس مرض میں مبتلا ہوسکتی ہیں، چنانچہ رگ وید اور اتھروں وید کے منتروں کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ اس زمانے میں بیسیوں قسم کے ٹی، بی (T.B) موجود تھے ۔ اور اس زمانے کے ویدوں کو اس کا علم تھا ۔ اسی طرح انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ پاک و صاف ہوا سے یہ امراض دُور ہوسکتے ہیں ورنہ وہ یہ نہ کہتے کہ ہوا یکشما کو بھی اُڑا کر لے جاتی ہیں ۔

گپتا بادشاہوں کے عہد کا مشہور وید چرک لکھتا ہے کہ اگر دق گلے پر اثر انداز ہو تو مریض کھانسی میں مبتلا ہوجاتا ہے ۔ اور اس کی آواز بیٹھ جاتی ہے ۔ اگر مرض انسان کے پہلوؤں پر حملہ کرے تو اس کی چھاتی میں درد شروع ہوجاتا ہے ۔ اگر انتڑیاں اس مرض میں مبتلا ہوجائیں ۔ تو اسے اسہال آنے لگتے ہیں ۔ اور اگر اس کے سینے (پھیپھڑوں میں زخم ہوجائیں تو اسے کھانسی آنے لگتی ہے ۔ وہ خون تھوکنے لگتا ہے اور اس کے سینے میں درد بھی شروع ہوجاتا ہے ۔

قدیم زمانے میں بھی دق کو ایک بہت موذی مرض سمجھا جاتا تھا اور اس کی علامات گی رہ تھیں - نزلہ و زکام - کھانسی - آواز کا بیٹھ جانا - اشتہا کی کمی - پہلوؤں میں درد - سر کا درد - بخار - کندھوں اور زانوؤں میں درد - تمام جسم میں درد - تے اور اسہال کا آنا - بیچش - تھوک کا خون کی آمیزش کے ساتھ آنا اور بعض اوقات خون کا زیادہ مقدار میں آنا - اس کے علاوہ چرک نے لکھا ہے کہ خون اور پسینے کا آنا بھی بڑی علامات ہیں -

چرک نے دق وسل کے عام اسباب بیان کرنے کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ اگر انسان کو کافی غذا نہ ملے اور وہ اکثر فاقہ کشی کرے تو اسے دق کا عارضہ ہو جاتا ہے - اسی طرح ذہنی پریشانی حسد و بغض - خوف - ڈر - غصہ اور حرص و آز سے بھی انسان کی چربی تحلیل اور اس کے پٹھے خشک ہو جاتے ہیں - اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کا جسم سوکھ جاتا ہے اور وہ دق وسل میں مبتلا ہو جاتا ہے -

گو چرک نظریہ جراثیم سے آگاہ نہیں تھا لیکن وہ ان امراض کو متعدی ضرور سمجھتا تھا - کیونکہ وہ لکھتا ہے - کہ مدقوق اور مسلول کو کھانسنے اور چھینک مارنے کے وقت اپنے منہ کے آگے کپڑا رکھ لینا چاہیئے - چرک نے یہ بھی لکھا ہے کہ مدقوق کے لئے دودھ مفید ہوتا ہے -

اس موقع پر غالباً اس امر کا ذکر کر دینا بیجا نہیں ہوگا کہ قدیم زمانے میں وید بکری کے دودھ سے مدقوق اور مسلول کا علاج کیا کرتے تھے - وہ یہ بھی کہتے تھے کہ مدقوق اور مسلول کی چارپائی کے قریب دو چار بکریاں باندھ دینی چاہئیں - کیونکہ ان کی مینگنیوں اور پیشاب سے جو بو نکلتی ہے وہ مدقوق اور مسلول کے لئے مفید ہوتی ہے غالباً اس بُو کی وجہ سے دق وسل کے جراثیم مر جاتے ہیں - بکری اور گدھی کا دودھ تو بلا شبہ مدقوق اور مسلول کے لئے مفید ہوتا ہے - اگر مدقوق صبح و شام حسب برداشت گدھی کا دودھ پیئے تو اسے ضرور فائدہ ہوتا ہے - اگر گدھی کا دودھ نہ ملے تو سرخ اور سیاہ رنگ (لوہی) کی بکری کا دودھ استعمال کرنا چاہیئے -

اس بیان سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ گڈریے اور چرواہے ان امراض میں مبتلا نہیں ہوتے - کیونکہ وہ عام طور پر بکریوں کے دودھ پر بسر اوقات کرتے ہیں اور زیادہ تر کھلی ہوا میں اپنی زندگی گذارتے ہیں -

---

نقشہ گوشوارہ مرضیٰ ماہ نومبر ۴۸ء شفاخانہ تکمیل الطب کالج جھوائی ٹولہ لکھنؤ

نزول ال	پرچشم	کرجی	غیر کرجی	میزان	مسلم	غیر مسلم	میزان	مرد	عورت	بچہ	میزان	کیفیت
۱۶	۱۳۵	۴۷۴	۱۰۰۰	۱۶۲۵	۱۲۹۶	۳۲۹	۱۶۲۵	۵۵۵	۳۲۷	۷۴۳	۱۶۲۵	

شرح اشتہارات رسالہ تکمیل الطب - لکھنؤ

صفحات رسالہ	۱	۱	۱	½	½	½	¼	¼	¼
اشاعتیں	۱	۲	۳ یا زیادہ	۱	۲	۳ یا زیادہ	۱	۲	۳ یا زیادہ
اجرت	عـــہ ۴	عنـــہ ۲	ســـہ فی اشاعت	ســـہ	للعـــہ ۱۲	ســـہ فی اشاعت	ســـہ	لہ عـــہ ۱۱	فی اشاعت

ٹائٹیل کا اندرونی صفحہ ۳ اشاعتوں کے لئے عنـــہ ۲ فی اشاعت
" " ۳ سے زیادہ اشاعتوں کے لئے عـــہ ۲۵
" " بالائی صفحہ فی اشاعت عـــہ ۲۵

مینیجر - رسالہ تکمیل الطب لکھنؤ

ذوالخاصہ

حکیم افتخار الحق تکمیلی، ببیل پور، غیاث پور، پیلی بھیت (یوپی)

ذوالخاصہ کی بحث جہاں سے شروع ہوتی ہے وہ واردات بدن کی ایسی تقسیم ہے جو ان کے منبع تاثیرات کا تعین کرتی ہے۔ اس تقسیم سے ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قدیم اطباء کے نزدیک تاثیرات اپنی ساری بوقلمونیوں اور نیرنگیوں کے باوجود صرف تین وجوہ سے وابستہ ہیں ـــــ مادہ، کیفیت اور صورت نوعیہ ـــــ کسی وارد بدن سے پیدا ہونے والے ہر اثر کی وجہ انھیں تین وجوہ میں دائر ہوگی اور ان کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں ہے جو.... تاثیرات اشیاء کی علت بتائی جاسکتی ہو۔ تاثیرات کے سرچشموں کی نشان دہی کے بعد ہی وہ بنیادی امتیازات مذکور ہیں جو پوری قطعیت کے ساتھ ہر وجوہ کی تاثیرات کی الگ الگ تین جماعتیں بنا کر چشم تصور کے سامنے کھڑی کر دیتے ہیں۔ اس طرح کہ پھر ان میں کوئی ادنیٰ التباس واشتباہ رہتا ہی نہیں اور ہر تاثیر کے سبب کا تعین طبیب انگلی رکھ کر کرسکتا ہے۔ طب قدیم کے عام مذاق کے مطابق یہ "اختلافات" بھی بدیہی اور حسّی ہیں۔ یہ کوئی غیر محسوس چیزیں نہیں ہیں جن کا ادراک وہم کی عجوبہ کاریوں کا مرہون ہو۔ ایک صحیح الادراک انسان تاثیرات میں جتنے بنیادی فرق محسوس کرتا ہے ٹھیک ٹھیک وہی فرق ہیں جو کیفیت مادہ اور صورت نوعیہ کی تفریق کے باعث ہوئے ہیں۔

یوں کسی کی زبان پکڑی نہیں جاسکتی لیکن انصاف کی زبان اس اعتراف حقیقت سے کبھی باز نہیں رہ سکتی کہ طب قدیم کی پوری تعمیر، احساس اور مشاہدہ ہی پر استوار ہوئی ہے۔ زمانہ قدیم کا انسان احساس اور مشاہدے کے نیچرل ذریعہ علم کے علاوہ اور کون سا ذریعہ علم رکھتا تھا جو حصول علم کی مہم میں اس کا مددگار ہوسکتا۔ وہ وہی جان سکتا تھا جو سن سکتا تھا چھو سکتا تھا سونگھ سکتا تھا، چکھ سکتا تھا اور دیکھ سکتا تھا یہ مصنوعی اور غیر فطری ذرائع علم اس کے دماغ میں کہاں پیدا ہو سکتے تھے؟ اس کا سارا بھروسہ اپنے حواس ہی پر ہوسکتا تھا! اور انھیں کے بل بوتے پر وہ میدان علم کی جادہ پیمائی کرسکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم طب کی سادگی اور اس کا الھڑپن آج کے پیچیدہ اور پرکار ذہن میں رہ رہ کر کھٹکتا ہے۔ خیال یہ ہوتا ہے کہ دور جہالت میں بتائی ہوئی باتوں پر کیسے یقین کیا جائے درانحالیکہ وہ کوئی تحقیقاتی ذریعہ علم سرے سے رکھتا ہی نہ تھا۔ طب قدیم کے متعلق زمانہ جدید کی ناراضگی کی بنیاد بھی غلط فہمی ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ جب کسی سے دل بدگمان ہوجاتا ہے تو پھر اس کی کوئی بات اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ راہ حق پانے کے لئے حمایت اور عداوت سے نظر کا پاک ہونا ضروری ہے۔ مشاہدے کی واقعیتیں اگر فی الواقع کوئی مضبوطی اور پائداری رکھتی ہیں تو زمانہ قدیم سے زیادہ اس سے مستفیض ہونے والا اور کون ہوسکتا ہے؟ جن کا لے دے کے یہی ایک سہارا تھا۔ اس زمانے کی معلومات تھوڑی ہوسکتی ہیں، غیر مکمل ہوسکتی ہیں لیکن مشاہدات اور محسوسات میں غلطی کا امکان اتنا زبردست نہیں ہوتا جتنا کیمیاوی دقیقہ رسی کے مصنوعی ذریعہ علم میں ہے۔ یہاں "عمل" کی ہر لغزش "عامل" کو غلط راہ پر ڈال دے سکتی ہے مگر جہاں مشہود و مشاہد اور محسوس و حساس کے بیچ میں کوئی پردہ حائل نہ ہو وہاں حواس کی غلطی کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طب قدیم اپنے آغاز سے لے کر آج تک انھیں

بنیادوں پر کھڑی ہے اور عمل کے ہر مرحلہ پر اس کی کامیابیوں میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ کاغذ کی ناؤ کب تک چلتی ؟ اور اسی احساس و مشاہدے کا یہ بھی نتیجہ ہے کہ یہاں بہت کم ایسے مسائل ہیں جن کو ہٹاکر جدید مسائل کے لئے جگہ خالی کی جاتی رہی ہو! حالانکہ چمنستان طب میں کبھی تحقیق و تفتیش کی نہریں بھی بہا کرتی تھیں! ظاہر ہے کہ یہ پختگی مشہود اور محسوس مسائل ہی میں ہو سکتی ہے۔

موضوع سخن کی پابندی اس راہ پر آگے بڑھنے سے روکتی ہے ناچار پلٹ کر پھر وہیں آیا جاتا ہوں جہاں سے کترایا تھا۔

بدن انسان کا احساس تاثیرات کی تین ایسی نوعیتیں بتاتا ہے جو ایک دوسری سے کھلا ہوا اختلاف رکھتی ہیں۔ ایسا اختلاف جو ہمجنس اشیاء میں کبھی نہیں پایا جاسکتا اور ہر نوعیت کی تاثیرات میں اختلاف ہے، تضاد ہے، بیگانگی ہے، جدائی ہے مگر بایں ہمہ وہ ایک رشتہ سے جڑی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ یہی وہ احساس ہے جو صورت نوعیہ کیفیت اور مادہ کی تاثیرات کی الگ الگ نشاندہی کرتا ہے۔

ایک نوعیت ایسی تاثیرات کی ہے جو "کیفیت" سے پیدا ہوتی ہیں حالانکہ وہ مسخن بھی ہوتی ہیں مبرد بھی ہوتی ہیں، مغلظ بھی ہوتی ہیں مرقق بھی ہوتی ہیں مفتح بھی ہوتی ہیں قابض بھی ہوتی ہیں مجفف بھی ہوتی ہیں مرطب بھی ہوتی ہیں مگر ان میں قدرے مشترک ایک چیز ہے جو ایسی متضاد تاثیرات کو ایک نوعیت کے رشتے میں منسلک کر دیتی ہے۔ اور وہ ہے ان کا "بالکیفیت" ہونا۔ یعنی گرمی، سردی، خشکی، تری کے جو اثرات ہوتے ہیں یہ تمام اثرات ٹھیک وہی ہیں اور ایسا جو اثر بھی ہوگا اسکو بالکیفیت کے سوا اور کیا کہا جائے گا ؟

دوسری نوعیت ان تاثیرات کی ہے جو مادہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ بدن انسان کا "خارج" سے اضافہ مواد کا مطالبہ رہتا ہے اور "خارج" برابر اس کا یہ مطالبہ پورا کرتا رہتا ہے۔ کھانے پینے سے مختلف مواد بدن میں پہنچتے رہتے ہیں جو بدن کے تحلیل شدہ اجزاء کا "بدل" بنتے رہتے ہیں۔ تاثیر کی یہ مخصوص نوعیت استحالہ مواد کا نام ہے اسی وجہ سے اس نوعیت تاثیر کا نام "تاثیر بالمادہ" ہے۔

تاثیر کے ان دو واضح اور مختلف احساسات کے علاوہ ایک احساس اور ہے۔ گذشتہ دو احساسات کی طرح اس کی بھی متعدد اور متناقض صورتیں ہیں لیکن ان تمام متغائرات کو جو چیز متجانس بناتی ہے وہ یہ ہے کہ مادہ یا کیفیت سے ان کا متعلق ہونا قطعاً محسوس نہیں ہوتا۔ یہ ہر دو مؤثرات سے کوئی جُداگانہ چیز معلوم ہوتی ہے مادہ یا کیفیت کے احساس کی خصوصیت کا ادنیٰ شائبہ بھی ان میں محسوس نہیں ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس پہلو سے یہ احساس تیسری نوعیت ہے۔

دنیا بھر کی چیزیں کھانے پینے سے بدن انسان پر جیسی جیسی تاثیرات ظاہر ہوتی ہیں اور اس میں جس جس طرح کی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں ان کے پھیلاؤ کو دیکھئے، ان کی ناپیداکناری کا تصور کیجئے اور پھر اس "سمٹاؤ" کو ملاحظہ کیجئے۔ دریا کو کوزے میں بند کرنے کی کیسی نادر مثال ہے۔ اور کیسا اختصار؟ طوالتوں کا جامع ملخص کو دیکھئے تو مطول خود بخود سامنے آجائے۔ تاثیری تفصیلات کی ننھی سی تصویر ہے جو تلخیص کے سائز پر اُتاری گئی ہے اور مصور کا کمال یہ ہے کہ تصویر گو بہت چھوٹی ہے لیکن اس میں "اصل" اپنی ہر خصوصیت کو لئے ہوئے جلوہ گر ہے۔ داد دیجئے اس وسعت نظر کی اس تعمق فکر کی اس اصابت رائے کی کسی فن کی تاسیس کے لئے ایسے ہی دماغ موزوں ہوتے ہیں۔ اصولوں کا ایسا ہی ٹھوس ہونا فن کو پائدار بناتا ہے اور ایسے ہی فن کا مطالعہ انسان کو فکری تشویش اور نظری انتشار کی گہری خندقوں سے بچاکر صراط مستقیم پر لا ڈالتا ہے۔

میں اس خیال پر اڑنا نہیں چاہتا کہ تاثیر کی بھی تین قسمیں ہیں! کسی محقق کے لئے میدان کی وسعتیں تنگ نہیں ہیں لیکن گزارش یہ ہے کہ بلا تحقیق و جستجو تبسم زیرلب سے کیا فائدہ ؟

یہاں پھر یہ بات خود بخود زبان پر آئے جاتی ہے کہ تاثیر و تاثر کی اس بحث کا پورا مدار انسان کے احساس پر ہے۔ قیاس و تخمین کو

ذرا دخل نہیں ہے۔ وہی کہا ہے جو محسوس کیا ہے۔

فلسفۂ قدیم کی کاوش اس بات کی قائل ہے کہ جسم طبعی تین چیزوں سے مرکب ہے — مادہ، صورت جسمیہ، صورت نوعیہ۔ وارادات بدن میں جو تاثیرات پوشیدہ ہیں ان کی اختلافی نوعیات کا تقاضا ہے کہ ان کے مبادی ومصادر "جسم" کے اجزاء میں الگ الگ تلاش کئے جائیں۔ مختلف نوعیات تاثیر کا مختلف مبادی سے وابستہ ہونا زیادہ معقول ہے۔ مادہ کی کمیت اور اس کی کیفیت سے جو اثرات منسوب کئے گئے ہیں وہ بہرصورت مناسب ہیں۔ ان اثرات کی اس سے زیادہ لگتی ہوئی توجیہ اور کیا ہوسکتی ہے؟ "تیسری نوعیت" کے اثرات کا منبع اجسام کی صُوَر نوعیہ کو بتایا جاتا ہے۔

صورت نوعیہ سے اثرات کی نسبت کسی ایجابی دلیل کے واسطے سے قائم نہیں کی گئی ہے بلکہ اس کی بنیاد سلبی دلیل پر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اثرات بہت سے ایسے ہیں جو کیفیت اور مادہ سے صادر ہوتے ہوئے تسلیم نہیں کئے جاسکتے! اسہال اور ادرار نفاثی تفریح جلا تقطیع تفتیت وغیرہ کی نسبت نہ مادہ کی طرف ممکن ہے اور نہ کیفیت کی طرف۔ مادہ اور کیفیت سے انکی ناوابستگی اور دیگر اثرات سے ان کی علیحدگی جب ان کی جداگانہ نوعیت قائم کردیتی ہے تو ان کے جُداگانہ سرچشمہ کا تجسس خود بخود طبیب کے ذمہ عائد ہوجاتا ہے۔ اور اگر ایسے اثرات کی توجیہ کے لئے کوئی بنیاد فراہم کی جاسکتی ہو تو وہ اس وقت تک قابل قبول رہے گی جس وقت تک اس سے زیادہ مضبوط بنیاد ہمارے سامنے نہ آجائے۔

یہ واقعہ ہے کہ کمیت اور کیفیت کی تاثیرات کو الگ کرنے کے بعد "جسم" میں صورت نوعیہ کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے، جو "تیسری نوعیت" کے اثرات کا منبع قرار دی جاسکتی ہو۔ یہ دوسرے الفاظ میں نوعیت عمل کی لاعلمی کا اقرار نہیں ہے۔ بلکہ صاف صاف اس حقیقت کا اظہار ہے کہ اجسام کی انواع بنانے والی صورت مطلق مادے کو مشخص اور متعین جسم کرنے والی ہیئت پانی کو "پانی" بنانے والی دودھ کو "دودھ" بنانیوالی شہد کو "شہد" بنانے والی، روغن کو "روغن" بنانے والی، جوہریت یعنی اشیاء کی حقیقت وماہیت بھی بدن انسان پر بہت سے اثرات وارد کرتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اجسام کے مواد اور ان کے اغراض کیفیہ کے مقابلے میں خود ان کی "ذات" اثراندازی کیلئے کچھ کم اہل نہیں ہوسکتی۔

اشیاء کے "خواص" — صورت نوعیہ کے افعال — کے متعلق واضح تصور کا فقدان ہے۔ اکثر وبیشتر ان کو معمہ کی حیثیت سے سمجھا جاتا رہا ہے۔ اثرات کے مجموعے میں سے "خواص" کی شناخت کا کوئی اصول نہیں معلوم ہوتا۔ مفردات کے پورے لٹریچر میں خواص کا جو خاص الخاص تذکرہ ہے وہ دراصل چند پہیلیاں ہیں جو بوجھی نہ جاسکیں اور یوں بھی ان کے متعلق عام تخیل یہی ہے کہ وہ لاینحل عقدہ ہیں۔

اسی سلسلے میں قدیم لٹریچر سے دو مثالیں پیش کرتا ہوں جن سے اندازہ ہوگا کہ پہلے بھی ذوالخاصہ کی تاثیری نوعیت کا تعین پوری یکسوئی اور کامل تیقن کے ساتھ ممکن نہیں تھا۔

کاسنی کے پتوں کو ایک محل پر "دواء ذوالخاصہ" کی مثال بتایا جاتا ہے اور صاف صاف کہا جاتا ہے کہ لہ خاصیۃ عظیمۃ فی تفتیح السدد لیکن کاسنی کے اسی فعل تفتیح کو مرکب القویٰ کی بحث میں کیفیت کا فعل قرار دیا جاتا ہے اور یہاں بھی کھل کر کہہ دیا جاتا ہے کہ فیہ جوھر لطیف قلیل ضبط علی سطحہ قل تصعد الیہ وانفرش علیہ وبہ یفتح السدد۔

اور یہ مسہلہ مبدا کے عمل کی وضاحت کے سلسلے میں اطباء کا جو اختلاف ہے وہ اس موقع کی دوسری اہم مثال ہے۔

طب کا کون سا طالب علم یہ نہیں جانتا ہوگا کہ وارادات بدن کا پورا گروہ تاثیری تنوع کے لحاظ سے تین گروپوں میں تقسیم کردیا گیا ہے

—— فانہ یفعل فعلاً بکیفیتہ فقط۔ وفعلاً بعنصرہ۔ وفعلاً بجملتہ جوہرہ —— اس اجماعی تقسیم کے بعد مسہل کے عمل پر توضیحی گفتگو میں اس اختلاف کی ادنیٰ گنجائش بھی تھی؟ آخر جب یہ طے کیا جا چکا کہ بدن پر وارد ہونے والی ہر چیز یا اپنی کیفیت سے مؤثر ہوتی ہے یا اپنی صورت نوعیہ سے اور یا اپنے مادے سے! تو اب ان تین صورتوں کے علاوہ عمل کی کسی اور صورت کا امکان کہاں رہا؟

بالخاصہ اثرات کے متعلق چند خیالات یہاں لکھتا ہوں۔

ایک خیال یہ ہے کہ وہ تریاقیت اور سمیت کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہیں! لیکن یہ غلط فہمی ہے جو ذوالخاصہ کی موافق اور مخالف کی تقسیم اور تریاق اور سم کی تمثیل سے پیدا ہوئی ہے۔ تریاقیت اور سمیت بالخاصہ اثرات کی صورتوں میں سے دو صورتیں ہیں۔

دوسرا خیال یہ ہے کہ صورت نوعیہ کے اعمال کا راز انکے عجیب اور نامعلوم ہونے میں مستور ہے۔ ذوالخاصہ کی نوعیت عمل غیر معلوم ہوتی ہے وہ فائدہ کرتی ہیں لیکن نہیں کہا جاسکتا کہ کیوں؟

"ادویہ مسہلہ کیونکر عمل[ع] کرتی ہیں؟ یہ علم طب کا ایک مشہور سوال ہے۔ جالینوس اور دیگر حکما سلف نے اس سوال کو مختلف طریق سے حل کرنے کی کوشش کی ہے۔" اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ متقدمین کے نزدیک یہ خیال صحیح نہیں تھا کہ جن ادویہ کی نوعیت عمل پردۂ خفا میں روپوش ہو وہی ذوالخاصہ ہوتی ہیں۔ بلکہ اس کے برعکس یہاں اپنے اپنے مذاق کے مطابق اطبار کی جماعتیں فعل اسہال کی توضیح کرتی نظر آتی ہیں اور بوعلی جیسا مقتدر شخص "ادویہ مسہلہ کیونکر عمل کرتی ہیں؟" کے جواب میں توضیح عمل کے لئے صورت نوعیہ کا نام لے کر خاموش ہوجاتا ہے۔ وہ اس جواب کو فعل اسہال کی کھلی ہوئی توجیہ سمجھتا ہے ورنہ اسے کہنا چاہیئے تھا کہ "اس کی حقیقی تعلیل ہمیں معلوم نہیں!"

بالخاصہ اثرات کے متعلق یہ خیال قدیم نہیں ہے بلکہ بعض اسباب کی بنا پر بعد کو پیدا ہوا ہے۔ جب بالخاصہ تاثیر کا مصداق صرف اسی اثر پر منحصر کر دیا گیا ہو جو نہ سمجھا جانے والا معمہ ہو اور نہ حل کی جانے والی گتھی ہو تو لا محالہ اس وقت یہی نظریہ صحیح ہوگا کہ "ذوالخاصیات کی نوعیات عمل پردۂ خفا میں روپوش ہیں"۔ ایک طرف ہم دیکھتے ہیں کہ زنجبیل کے عمل کی نوعیت تلطیف و تسخین ہے۔ گل نیلوفر کے عمل کی نوعیت تبرید و تسکین ہے حب الآس کے عمل کی نوعیت قبض و حبس ہے اور دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ باوجودیکہ تریاقیات سے سمی اثرات کا ازالہ ہوجاتا ہے۔ عود صلیب سے مرگی میں بعید نفع پہنچتا ہے۔ بچھناگ کا استعمال انسان پر موت طاری کر دیتا ہے۔ رسکپور سے آتشک میں بہت اطمینان بخش نتائج ظاہر ہوتے ہیں لیکن اول الذکر ادویہ کی طرح یہاں منافع کی لم ہمارے سامنے نہیں ہے۔ زنجبیل نیلوفر اور حب الآس جہاں جہاں مفید ہوں گے وہاں وہاں یہ بتایا جاسکے گا کہ ایسا کیوں ہوا؟ مگر مؤخر الذکر ادویہ سے بجز اس کے کہ تعجب انگیز طور پر مرض کا ازالہ ہوگیا ہے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا! مرض پر ان کے مؤثر ہونے کا طریقہ اور بدنی نظام میں ان سے پیدا ہونے والی تبدیلیاں معلوم نہیں ہوتیں۔ ایسے ہی ادویہ کو پیش نظر رکھ کر ذوالخاصہ کے متعلق یہ عام بات کہہ دی گئی ہے کہ "ذوالخاصہ کی نوعیت عمل پردۂ خفا میں روپوش ہے" لیکن یہ تصویر کا ایک رخ ہے۔ تصویر کا دوسرا رخ کیا ہے؟ اسکا جواب دو سطروں سے زیادہ کا نہیں ہے۔ مگر مسئلے کی نزاکت "جامع گفتگو" کے وزن کو برداشت نہیں کرسکتی!

ع مسہل کے بارے میں یہ اختلافی بحث، اس کی نوعیت عمل سے قطعاً غیر متعلق ہے۔ بحث کا مرکزی نقطہ مبدء عمل کی تحقیق و تعیین ہے اس لئے فی الواقع اس کا ذکر یہاں موزوں نہ تھا۔ مگر مصلحت کی مجبوریاں معذور کن تھیں!

بدن انسان پر ادویہ کا عمل، ان کی مطلق تاثیر کا نام ہے۔

اثر خواہ وہ کسی نوعیت کا ہو اس سے بدن میں کیسی ہی تبدیلیاں ہوں وہ بہرحال "ادویہ کا عمل" ہے۔ تلطیف حبس ادرار تفریح تقطیع ازلاق یہ سب اثرات یکساں "عمل" کے مصداق ہیں، سب پر لفظ عمل کا اطلاق درست ہے، سب کی تعبیر لفظ عمل سے کی جا سکتی ہے۔ لیکن اس عموم کے ساتھ ہر اثر میں ایک خصوص بھی ہوتا ہے جو اس کو ہر دوسرے اثر سے علیحدہ کرتا ہے۔ اس کی وجہ سے ہر اثر کی مستقل حیثیت بنتی ہے اور وہ کسی مخصوص اصطلاحی نام کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اثرات کے یہی خصائص ادویہ کے ایک ایک عمل کو "نوعیت عمل" بنا دیتے ہیں۔ "عمل" اثر کا مطلق درجہ ہے اور "نوعیت عمل" اس کا مقید درجہ ہے۔ نوعیت عمل عمل کی مخصوص قسم کا نام ہے یہ عمل کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں!

بدنی اعراض و امراض کی تسکین، صحت کا حصول، نفع اور نقصان کا احساس ادویہ کے اعمال نہیں ہوتے بلکہ نتیجہ اعمال ہوتے ہیں اور اکثر حالات میں انھیں نتائج کے واسطے سے اعمال کا علم حاصل ہوا کرتا ہے۔

ادویہ کے تمام اثرات کے تین مبادی بتائے گئے ہیں۔ صورت نوعیہ، مادہ اور کیفیت —— انھیں تینوں سے یہ سارے اعمال صادر ہوا کرتے ہیں۔

بدن انسان پر دوائیں کیوں عمل کرتی ہیں؟ کیا عمل کرتی ہیں؟ اور اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ یہ علم الادویہ کے تین مرکزی سوالات ہیں! اوپر کی سطور میں آپ ان کا جواب پڑھ چکے ہیں وہاں مبدء عمل، عمل اور نتیجہ عمل کی واضح تشریح کی جا چکی ہے۔

مضمون کے اس حصے کی اجنبیت بار خاطر ہو رہی ہوگی مگر آنے والی سطور اس اجنبیت کو قرابت میں تبدیل کر دیں گی۔

جہاں تک "مبدء عمل" کے سوال کا تعلق ہے ہمارے طبی نقطۂ نظر سے کوئی دوا ایسی نہیں ہو سکتی جس کا مبدء عمل مجہول ہو۔ میں آپ سے متقدمین کی وسعت نظر کے اعتراف کا مطالبہ نہیں کرتا مگر مبدء عمل کے بارے میں ان کا معلوم کیا ہوا جو اصول ہے وہ بہرحال ہے اپنی جگہ پر اس وقت تک قائم ہے جب تک اس کی تغلیط نہ کر دی جائے! اس اصول کی روشنی میں ساری ذوالخاصیات کا مبدء عمل ان کی نوعی صورتیں ہیں۔ ذوالخاصیات کے مبدء عمل کا یہی ایک جواب ہے۔ یہاں نوعیت عمل کے مجہول یا معلوم ہونے کا کوئی سوال نہیں! "نوعیت عمل" ایک علیحدہ سوال ہے ذوالخاصہ کی اصطلاح نوعیت عمل کے نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ مبدء عمل کے نقطۂ نظر سے وضع کی گئی ہے۔ ذوالخاصہ ان ادویہ کو کہتے ہیں جن کا مبدء عمل صورت نوعیہ ہو۔ ادویہ کی نوعیات عمل کا مجہول یا معلوم ہونا ذوالخاصہ کے مفہوم کا کوئی جز نہیں ہے۔ طب کے پورے لٹریچر میں اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔

نوعیت عمل کے معلوم یا مجہول ہونے کے نقطۂ نظر سے اگر ادویہ کا استقصا کیا جائے تو بے شک ایسی بہت سی دوائیں ملیں گی جن کی نوعیت عمل پردۂ خفا میں روپوش ہے مگر یہ کہنا کہ ذوالخاصہ ادویہ ایسی ہی ہوتی ہیں صحیح نہیں۔ یہ بات صحیح ہے کہ ذوالخاصیات ایسی بھی ہوتی ہیں۔ یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ایسی نوعیات عمل ہیں جن کا مبدا صورت نوعیہ ہے۔ مثال کے طور پر ادویہ مسہلہ ہی کو پیش کرتا ہوں۔ ان کا مبدء عمل صورت نوعیہ ہی تو ہے؟ مگر کیا ان کی نوعیت عمل پردۂ خفا میں روپوش ہے؟ اگر ایسا ہے تو آخر یہ "اسہال" کیا چیز ہے؟ یہی تو مسہل کے عمل کی نوعیت ہے! اسی نوعیت عمل کی مناسبت سے تو ایسی دواؤں کو "مسہل" کہا جاتا ہے! یہ تو بہت کھلی ہوئی محسوس اور مشہور نوعیت عمل ہے۔ جن ادویہ کی نوعیت عمل مجہول ہوتی ہے ان کا کوئی "تاثیری نام" نہیں ہو سکتا کیونکہ ہر تاثیری نام دوا کی نوعیت عمل سے ماخوذ ہوتا ہے۔ عود صلیب کو بجز اس کے کہ "دافع صرع" کہہ لیجئے آپ اور کوئی تاثیری نام وضع نہیں کر سکتے کیونکہ اس کے عمل کی نوعیت تو معلوم ہی نہیں مگر سنا، کو اس کے نتیجہ عمل کے لحاظ سے آپ دافع فالج، دافع لقوہ، دافع حمی بلغمی، دافع اوجاع مفاصل

دافع صرع وغیرہ کہنے کے ساتھ اس کی نوعیتِ عمل کے لحاظ سے "مسہل" بھی کہتے ہیں۔

اس سلسلے کی دوسری نوعیت عمل ادرار ہے۔ کیفیت اور مادّے سے اس کا تعلق نہیں ہوسکتا بالآخر صورت نوعیہ ہی اس کا مبدء قرار پاتی ہے۔ اس نوعیت عمل کے لحاظ سے خارخسک ذوالخاصہ ہے اور اس کی نوعیت عمل معلوم ہے۔ اسی مناسبت سے خارخسک کو "مدر" کہتے ہیں۔

تیسری نوعیتِ عمل "تفریح" ہے۔ کیفیت اور مادہ سے اس عمل کا صدور ناممکن ہے۔ لہذا صورتِ نوعیہ کے علاوہ اسکا مبدء عمل اور کیا ہوسکتا ہے؟ اس نوعیتِ عمل کے لحاظ سے گل گڑھل ذوالخاصہ ہے اور اس کی نوعیت عمل معلوم ہے۔

چوتھی نوعیت عمل انعاش ہے۔ ایسا عمل کیفیت اور مادّہ کا نہیں ہوتا۔ صورتِ نوعیہ سے اس کا تعلق ناگزیر ہے۔ اس نوعیتِ عمل کے لحاظ سے عنبر ذوالخاصہ ہے۔ اور اس کی نوعیت عمل بھی مجہول نہیں ہے۔

تریاقات اور سمیات کے عمل کا بدن انسان پر جو نتیجہ ظاہر ہوتا ہے اس کی وجہ بتائی نہیں جاسکتی لیکن برگ سنا، خارخسک، گل گڑھل اور عنبر کے جو نتائج عمل نمودار ہوتے ہیں ان کی تعلیل و توجیہ ٹھیک اسی طرح کی جاسکتی ہے جس طرح کسی معلوم النوعیت دوا کے نتیجہ عمل کی ممکن ہے۔ فرفیون زنجبیل اور دارفلفل سے خدر فالج اور تشنج کی حالت میں جو منافع حاصل ہوتے ہیں ان کی تعلیل میں ان ادویہ کی قوتِ تسخین تلطیف اور تفتیح کو بتایا جاسکتا ہے ٹھیک اسی طرح اوّل الذکر ادویہ کے نتائج عمل کی توجیہ ان کے اعمال، اسہال اور تفریح اور انعاش سے ہوجاتی ہے۔

اس طویل بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ ذوالخاصہ ادویہ کا مبدء عمل بھی معلوم ہوتا ہے اور ان کا نتیجہ عمل بھی معلوم ہوتا ہے مگر ان کی نوعیتِ عمل کہیں معلوم ہوتی ہے اور کہیں مجہول بالفاظ دیگر ذوالخاصیات ایسی بھی ہوتی ہیں جو بدن میں پوری خاموشی سے اپنا کام کرجاتی ہیں یہاں تک کہ ان کی آہٹ بھی معلوم نہیں ہوتی۔ اب اگر نوعیات عمل کے معلوم اور مجہول ہونے کے نقطۂ نظر سے ادویہ کی تقسیم کی جائے تو ذوالخاصیات کی بڑی تعداد معلوم النوعیت قسم کے تحت میں آجائے گی۔

ذوالخاصہ کے متعلق تیسرا خیال یہ ہے کہ "اس کے اثرات سب سے زیادہ نافع ہوتے ہیں ہر مرض کی مدافعت کیلئے اوّلین مقصد دوا ر بالخاصیت ہونی چاہیئے کیونکہ وہ اس کی قطعی اور شافی دوا ہوا کرتی ہے"۔

یہ خیال اسی تخیل پر مبنی ہے کہ ذوالخاصیات کے منافع اور فوائد کی توجیہ نہیں ہوسکتی بلکہ ان سے حیرت انگیز طور پر امراض کا ازالہ ہوجاتا ہے۔ معلوم النوعیت ادویہ کسی مرض کے ساتھ مختص نہیں ہوتیں بلکہ وہ ہر اس نسخہ میں لکھی جاتی ہیں جہاں اصول علاج کے نقطۂ نظر سے ان کی ضرورت ہو۔ برگِ سنا ذوالخاصہ ہونے کے باوجود کسی مرض کے ساتھ خاص نہیں ہے وہ سوءِ مزاج بلغمی کے ہر مرض میں مناسب موقع پر استعمال کی جاتی ہے مگر مجہول النوعیت ادویہ کے فوائد جس مرض میں محقق ہوچکے ہوں اس کے علاوہ کسی مرض میں —— خواہ وہ اس مرض سے ملتا ہوا ہو —— اس کا استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ ایسی ادویہ کی امراض سے یہی وہ خصوصیت ہے جس پر ذوالخاصہ کی قطعی شفا بخشی کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ کمزور بنیاد ہے کسی دوا کی نوعیتِ عمل کا معلوم نہ ہونا کسی مرض کے ساتھ اس کو خاص ضرور کردیتا ہے مگر اس لئے نہیں کہ یہ اس مرض کے لئے قطعی شفا بخش ہے بلکہ اس لئے کہ اس مرض کے علاوہ اس کا موقع استعمال متحقق نہیں ہے۔

ذوالخاصہ کے عمومی تخیل کے پیش نظر تو تقابل کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہر نوعیتِ عمل ایک اصول علاج ہے اور ایک اصول کی جگہ دوسرا اصول نہیں لے سکتا۔ ہر ذوالکیفیت ہر ذوالمادّہ اور ہر معلوم النوعیت ذوالخاصہ اپنی جگہ پر بے بدل ہے قطعی شفا بخش ہے۔ تریاق کی ضرورت استعمال کسی بالکیفیت دوا سے پوری نہیں ہوتی اور ادویۂ مطلقہ کے مقامات استعمال پر کسی تریاق کو استعمال نہیں کیا جاسکتا

ہر وہ دوا جس کی نوعیت عمل معلوم ہے اس کی نیابت کی اجازت کسی دوسری نوعیت عمل کی دوا کو نہیں دی جاسکتی۔

وہ ذوالخاصہ دوائیں جن کی نوعیات عمل کی لاعلمی نے ان کو ایک ایک مرض سے خاص کرکے رکھ دیا ہے ان کے اس "خصوصی تعلق" کا اعتراف تو کیا جاسکتا ہے مگر اس سے آگے بڑھ کر یہ کہنے کے لئے کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے کہ ہر مرض کی مدافعت کے لئے اوّلین مقصد دوار یا لخاصیت ہونی چاہیئے۔ ایسی دوائیں اُنگلیوں پر گِنی جانے سے زیادہ نہیں ہیں ہر مرض کے علاج کا مدار ان پر کیسے ہوسکتا ہے؟ اور اس بارے میں فیصلہ کن بات یہ ہے کہ ادویہ کے فوائد کی کمی بیشی کا سارا مدار تجربہ پر ہے لیکن یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ مجہول النوعیت ذوالخاصیات اپنے مواقع استعمال پر دوسری دواؤں سے زیادہ بکار آمد ہوتی ہوں!

ادویہ کے مبادیِ اعمال جن تین صورتوں میں محصور کئے جاچکے ہیں میرا مطالعہ اس میں اضافہ کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ اسلئے کہ نوعیاتِ عمل چند ایسی بھی پائی گئی ہیں جن کا مبدا ہر سہ مبادی میں سے کوئی بھی نہیں ہوسکتا۔ ازلاق تغریہ تسدید تملیس ادویہ کی ایسی نوعیات عمل ہیں جو خود ان کی مخصوص جسمیت سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ لعابیت، لزوجیت، کثافت اور دُھنیت نہ ادویہ کی کیفیت ہیں نہ مادّہ ہیں اور نہ انکی صورتِ نوعیہ ہیں۔

بالخاصہ اثرات کی شناخت کا جہاں تک تعلق ہے اس کی نشان وہی سے گذشتہ بحث خالی نہیں ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ اس چیز کو مستقل موضوع بنا کر چند سطور قلمبند کردوں۔

مضمون کے تمہیدی حصے میں متقدمین کی یہ تحقیق پیش کی جاچکی ہے کہ "تاثیرات اپنی ساری بوقلمونیوں اور نیرنگیوں کے باوجود صرف تین وجوہ سے وابستہ ہیں —— مادّہ کیفیت۔ صورتِ نوعیہ —— کسی وارد بدن سے پیدا ہونے والے ہر اثر کی وجہ انھیں تین وجوہ میں دائر ہوگی" —— مادّہ سے اثر کرنیوالی چیزیں غذا ہیں کیفیت سے اثر کرنے والی چیزیں دوا ہیں اور صورتِ نوعیہ سے اثر کرنے والی چیزیں ذوالخاصہ ہیں۔ اب ہمارے سامنے یہ سوال ہے کہ وارداتِ بدن کے بحرِ ناپیدا کنار میں اقسام ثلثہ کی تفریق و تعیین کا طریقہ کیا ہے۔ اس کا کوئی پیچیدہ اور فلسفیانہ طریقہ نہیں ہے بلکہ وہی ہمارا احساس جو "جمیع ماکول و مشروب" کی تاثیری تقسیم کا محرک ہوا تھا یہاں بھی ہماری رہنمائی کے لئے بس کرتا ہے۔

ہماری طب کی سب سے زیادہ پائدار اور مضبوط بنیاد انسانی احساس اور مشاہدہ ہی ہے جو انسان کا فطری ذریعہ علم ہے۔ اس کے پاس اس سے زیادہ اور کوئی قیمتی متاع نہیں ہے۔

کیفیت مادّہ اور صورتِ نوعیہ کے احساسات کا جس شخص کو صحیح اندازہ ہوگا اس کے ذہن میں کبھی یہ سوال پیدا نہ ہوگا کہ "ہم کیسے سمجھ سکیں گے کہ یہ کیفیت کا اثر ہے یہ مادّہ کا اثر ہے اور یہ صورتِ نوعیہ کا" ان کو سمجھنے کے لئے کسی زحمت کی ضرورت نہیں ان میں یہ طاقت ہے کہ وہ خود بخود پورے زور کے ساتھ اپنے آپ کو سمجھاتے ہیں۔ ان کا معلوم کرنا انسان کے ارادے اور شعور کا محتاج نہیں ہے عقل کے مقام سے جو شخص بالکل ہٹ نہ گیا ہو وہ اقسام ثلثہ کی تاثیرات کو ایسا ہی محسوس پائے گا جیسی کوئی چیز محسوس ہوسکتی ہے۔

قدیم لٹریچر میں اقسام ثلثہ کی شناخت کے قواعد کی جگہ خالی نظر آتی ہے۔ مگر یہ لٹریچر کا نقص نہیں ہے ایسی چیز جو آپ اپنی دلیل ہو اس کی شناخت کا طریقہ یہی ہوسکتا ہے کہ اس پر انگلی رکھ دی جائے۔ اس سے زیادہ کچھ کہنا غیر ضروری ہی نہیں بلکہ نقصان دہ ہے۔

کیفیت گرمی، سردی، خشکی اور تری کا نام ہے۔ اب ظاہر ہے کہ کسی کیفیت کی دوا بدن میں وہی اثر پیدا کرے گی جو اس کا ہونا چاہیئے۔ گرم چیز کے استعمال سے بدن میں گرمی پیدا ہوگی۔ مواد میں رقت پیدا ہوگی، بخاری کی تفتیح ہوگی، اخلاط میں احتراق ہوگا، جلد پر سوزش اور "داغ" کی صورت پیدا ہوگی۔

سرد چیز کے استعمال سے بدن میں ٹھنڈک پیدا ہوگی مواد میں غلظت پیدا ہوگی، مجاری میں سُدّے پڑیں گے اخلاط میں فجاجت پیدا ہوگی، گرم امراض کا زوال ہوگا —— مزید تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔ کیفیت کے اثرات کا یہ مختصر بیان صرف اس لئے عرض کیا گیا کہ کیفیت کا احساس خود اپنا ثبوت ہے۔ وہ کوئی ایسی مبہم چیز نہیں ہے جس کو معلوم کرنے کی ضرورت ہو۔

واردات بدن کے "مواد" کا عمل بدن میں مواد پیدا کرنا ہے۔ اس میں بھی کوئی ابہام نہیں ہے کہ مزید تشریح کی ضرورت ہو۔ ماکولات و مشروبات کے استعمال سے بدن میں مواد و رطوبات کی تولید کوئی غیر محسوس حقیقت نہیں ہے اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ مصداقات کے تعین میں اس احساس کے علاوہ کسی مضبوط ثبوت کی تفتیش کی جائے۔ ہر وہ چیز جو بدن میں باعث تولید اخلاط ہو بس وہی غذا ہے۔

اب رہا ذوالخاصہ کے اثرات کی تحقیق کا مسئلہ تو میرے نزدیک اس میں بھی کوئی پیچیدگی نہیں ہے۔ "جمیع ماکل و مشرب" کی تاثیرات کو تین قسموں میں بانٹ دینے کا جو کلیہ ہے اس کے پیش نظر یہ بات آپ سے آپ ثابت ہو جاتی ہے کہ کسی اثر کا بالکیفیت یا بالمادہ نہ ہونا ہی اس کا بالخاصہ ہونا ہے۔ ہمارا احساس ایسے اثرات کی موجودگی کا انکار نہیں کرتا جو کیفیت اور مادّے سے صادر ہوتے ہوئے تسلیم نہیں کئے جا سکتے! پھر اگر ان کو صورتِ نوعیہ کا اثر نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے؟ یہ اثرات تو نوعی صورت سے اپنے تعلق کے خود مقر ہیں۔ ان کی جداگانہ قسم ہی ان کی دلیل ہے۔ نہ کسی اثر سے یہ مشابہ ہیں اور نہ کوئی اثر ان سے مشابہ ہے۔ ان کی صورت مادی اور کیفی اثرات سے بالکل انوکھی ہے۔ پھر ایک ایسی چیز جو کسی جیسی نہ ہو اس کا جاننا اور پہچاننا بھی کوئی بات ہے؟

فعل اسہال کے مبدا کی تعیین کے بارے میں اطباء کا جو اختلاف ہے اس کی بنا یہی ہے کہ مادہ یا کیفیت کی طرف فعل اسہال کی نسبت قطعاً ناممکن ہے۔ لہذا جن لوگوں کے ذہن میں صورتِ نوعیہ کے اثرات کا تصور واضح نہیں تھا وہ اسکی توجیہ میں ایسی باتیں کہہ گزرے جو خود ان کے مسلّمہ اصول سے ٹکراتی تھیں لیکن خلفشار کی اس اندھیر نگری میں شیخ کی یہ خصوصیت نمایاں ہے کہ اس نے صراطِ مستقیم سے بال برابر جنبش نہ کی۔

اتنا کچھ لکھنے کے بعد یہ سوال پھر بھی میرے کانوں میں گونج رہا ہے کہ "واردات بدن کے اثرات کا علم احساس کے ذریعہ سے کیسے ہو جاتا ہے؟" میں حیران ہوں کہ اس کا جواب کیا دوں! عملی چیز صرف علمی طریقے سے بتائی نہیں جا سکتی۔ اس سوال کا جواب نظام تجربہ کے قیام میں پوشیدہ ہے۔ اثرات کے سلسلے کی ساری الجھنیں اپنی جگہ پر رہنے دیجئے۔ مزاج اور مدارج مزاج کا اختلاف دوا سمی اور سم مطلق کے نتیجہ عمل کا فرق اور اس سلسلے کی تمام "لغزشیں" مسلّم۔ لیکن عرض یہ ہے کہ یہ "لغزشیں" غافلانہ اور جاہلانہ نہیں ہیں۔ بلکہ ان ساری باتوں کی بنیاد ان کا "احساس" ہے۔ ہر شخص نے جو کچھ اور جیسا کچھ محسوس کیا وہ ٹھیک ٹھیک دُنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ اب اگر ہمیں ان لغزشوں کی حقیقت اور احساس کی کیفیت کا تماشا کرنا ہے تو اس کے لئے پھر ہمیں تجربہ گاہ کا میدان بنانا ہوگا۔ جن لوگوں نے اپنی جانوں کو جوکھوں میں ڈال کر ایسی بیش بہا چیز تیار کی ہے ان کے کاموں پر بیٹھے بیٹھے اعتراض کرتے رہنا مناسب نہیں ہے۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر ہمارا نظام تجربہ قائم ہوتا تو آج متقدمین کے بیانات کی بیشتر الجھنیں پیدا ہی نہ ہوئی ہوتیں۔ اس وقت ہم اچھی طرح سمجھ سکتے کہ اثرات کا علم احساس کے ذریعہ سے کیسا ہوتا ہے؟ تجربہ کا کیا طریقہ ہے؟ تجربہ کرنے والا کیسی کیسی دشوار گزار گھاٹیوں میں پھنسا کرتا ہے باطنی احساس کہاں کہاں کھل کر اثرات کی تعیین کر دیتا ہے اور کن مواقع پر زبان گُنگ کی طرح اشاروں ہی اشاروں میں بتانے کی کوشش کرتا ہے۔

اس گفتگو کا حرف آخر یہ ہے کہ متقدمین کے اصول و قواعد

اور بیانات بہرحال تعیین کی بنیاد پر ہیں - ان کا علم عمل کا ہم آہنگ تھا - انھوں نے کوئی بات بغیر جانے بوجھے نہیں کہہ دی ہے - ہمارے "گمان" خواہ وہ کتنے ہی دقیق ہوں

بہرحال "یقین" کے مقابلے پر تو نہیں آسکتے ؟ یقین کا مقابلہ کرنے کی قوت یقین ہی میں ہو سکتی ہے - اور عملی مسائل میں یقین کا طریقہ عمل ہے -

معجون مقوی باہ ۹۵ بیحد مقوی باہ ہے، مایوسین باہ کے لئے گویا آب حیات ہے، تھکے ہوئے اعضاء میں نئی روح زندگی پیدا کر کے مریض کی اُداسی، غم و فکر کو مسرت اور ولولے میں تبدیل کرتی ہے - عضو مخصوص کی اسفنجی ساخت کے ریشوں کو تقویت دے کر اسمیں نعوظ و صلابت پیدا کرتی ہے، تھکے اور ماندہ نظام عصبی کو طاقت بخشتی ہے، جوانی کی غلط کاریوں سے جو نقصانات پیدا ہوتے ہیں اُن کو دُور کر کے زندگی کی نئی لہر تمام جسم میں دَوڑا دیتی ہے - ایک تولہ معجون ہمراہ دودھ ۱۰ر و ۲ تولہ شہد خالص استعمال کریں - قیمت فی خوراک ایک روپیہ (عہ ر)

طلائے مقوی ۹۷
عضو مخصوص کی خرابیوں کو دُور کرتا ہے - مقوی باہ ہے - مجلوقین کیلئے اچھی چیز ہے - معجون ۹۵ کے ساتھ اس کا استعمال نہایت ہی مفید ثابت ہوا ہے - ترکیب استعمال ہمراہ طلاء روانہ کی جائے گی -
قیمت فی ماشہ تین روپے (سَعہ ر)

سفوف مقوی ۹۴
نہایت درجہ مقوی باہ و قوی ہے - منی کو غلیظ کرتا ہے اور نافع جریان ہے - جسم میں دَورانِ خون کی رفتار کو تیز کر کے اُمنگ اور ولولہ پیدا کرتا ہے - صبح کے وقت ۶ ماشہ یہ سفوف پھانک کر اوپر سے گائے کا دودھ پئیں
قیمت فی تولہ آٹھ آنے (۸ر)

مرہم ضماد ۱۰۱
مقوی باہ ہے - عضوی نقائص کو دُور کرتا ہے - بچپن کی غلط کاریوں کی وجہ سے جو اگ ناکارہ ہو چکے ہیں ان کے لئے یہ مرہم بیحد مفید ہے - شب کو سوتے وقت حسب ضرورت عضو مخصوص پر نیم گرم لیپ کرنا چاہیئے -
قیمت فی تولہ ایک روپیہ (عہ ر)

سفوف تکمید ۱۰۰ مرہم ضماد ۱۰۱ کے استعمال کے بعد اس کی سینک بہت مفید ثابت ہوئی ہے - اسفنجی ساخت اور اِردگرد کے اعصابی ریشوں کے جال میں حرارت پہنچا کر تحریک پیدا کرتا ہے - اور خصوصیات ادویہ سے ان میں قوت اور امساک کا اضافہ کرتا ہے - پٹھوں کو قوت دے کر ان میں بل پیدا کرتا ہے -
باریک کپڑے میں پوٹلی باندھ کر شراب میں بھگو کر عضو مخصوص اور اس کے اِردگرد گرم کر کے سینکیں -
قیمت فی ڈبہ دس تولہ دو روپے (عَا ر)

منیجر شفاخانہ تکمیل الطب - لکھنؤ

ڈاکٹر اٹل کی بدیسی باتیں

حکیم محبوب ضا خاں صاحب انچارج شفاخانہ تکمیل الطب لکھنؤ

(گذشتہ سے پیوستہ ——— سلسلہ نمبر ۲)

آگ پر کسی اوزار کو گرم کر کے سرخ کرنا آج سے صدیوں سال پہلے ہوتا تھا اور آج بھی جبکہ مغربی طب انتہائی ترقی کے زمانے سے گزر رہی ہے۔ روئی میں اسپرٹ بھگو کر یا صرف اسپرٹ اوزاروں میں ڈال کر آگ جلا دی جاتی ہے اور اسی طرح بعض سرجری کے برتن بھی جراثیم سے پاک وصاف کئے جاتے ہیں۔

سرجری میں چھوٹا سا سیدھا چاقو (اسکال پل) بسٹوریز۔ لین سٹ۔ اسکیری فیکیٹر۔ ساؤنڈ۔ بون فارسیپس۔ سیزر۔ ٹرو کار۔ نیڈل۔ بلنٹ ہکس۔ لوپس۔ پروب۔ کاسٹک ہولڈر۔ ڈائرکٹر۔ ساؤنڈ۔ اسکوپ فارسیپس۔ پالی پس فارسیپس۔ کیتھی ٹر۔ سرنج۔ رکٹل اسپیکولم۔ بوجی۔ بنڈج۔ اسپلنٹ وغیرہ ہمارے دیسی بھائی بھی استعمال کرتے تھے اور آج مغربی طب کے بھکاری بھی۔ ٹوٹی ہوئی ہڈی (جس کو عربی میں کسر کہتے ہیں) (فریکچر) کی پہچان علاوہ دوسری علامات کے کرکراہٹ سے پرانے زمانے میں بھی ہوتی تھی اور آج بھی۔ جوڑ اکھڑنے (خلع۔ ڈسلوکیشن) کی مختلف قسمیں اور پہچانیں بتائی گئی ہیں اور علاج بھی آج ہی کی طرح کاونٹر اکس ٹنشن یعنی شد مقابل سرکم ڈکشن حرکت بخر طیہ (سرکم گائی ریشن۔ حرکت دوریہ) اور دوسری ترکیبوں سے بتایا گیا ہے جو آج بھی مستعمل ہیں۔ زخموں کی قسمیں "جروح مشقوقہ" (انسائزڈ اونڈز) جروح منقوبہ (پنکچرڈ اونڈز) جروح ممزق۔ (لیسی ایٹڈ اونڈز) جروح رضیہ (کن ٹیوزڈ اونڈز) وغیرہ اسی پرانے وقت کی معلوم کی ہوئی ہیں اور آج بھی وہی قسمیں ہیں۔ جسم سے لوہے کے ذرے نکالنے کے لئے مقناطیس کا استعمال بھی اسی وقت کا ہے کھوپڑی اور چہرہ وغیرہ کے زخم اس وقت بھی سوئی سے سیلتے تھے اور آج بھی سوئی استعمال کی جاتی ہے۔ کچھ اور نہیں۔ ورموں کا علاج اس وقت بھی پچھنے اور ضمادات سے ہوتا تھا اور آج بھی کپنگ گلاس اور پلاسٹرس سے۔ پولٹس اور سینک اس وقت بھی رائج تھی اور آج بھی۔ تو پھر ڈاکٹر صاحب موصوف کی یہ سب بدیسی باتیں راج پاٹ والوں اور ناظرین کو کیسے بھلی اور سچی معلوم ہوں۔ اب رہا ڈاکٹر صاحب آپ کا یہ کہنا کہ دیسی طب مشاہدات اور تجربات نہیں رکھتی تو اس کے لئے ہمارے محترم جناب ڈاکٹر مکھر پادھیا صاحب کلکتوی کی کتاب پڑھئے جس سے آپ کی سوجھ بوجھ میں یہ سب ناواقفانہ باتیں یعنی دیسی علاج ومعالجہ، اس کی سائنس، اس کے مشاہدات وتجربات، اور اسکے اصول وغیرہ سب بدیسی طب سے بہتر معلوم ہوں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہماری دیسی دوا دارو کی کتابی تعلیم بیکار اور بالکل بیکار سمجھی جاتی تھی۔ جب تک عملی تجربات (پریکٹیکل اکسپیریمنٹس) اور دستی مشق نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ طلباء کو موم کے مجسموں اور دوسرے نرم پھلوں مثلاً کھیرا، تربوز، خربوزہ وغیرہ پر مشق کرائی جاتی تھی۔ چمڑے کے تھیلوں میں پانی بھر کے آپریشن کرنا سکھایا جاتا تھا۔ اسی طرح کنول کے پولے تنوں اور مرے ہوئے جانوروں کی رگوں پر مشق ہوتی تھی پٹیاں باندھنے کی مشق اور ترکیب مصنوعی مجسموں اور پتلوں پر کرائی جاتی تھی۔ سینے کی مشق کپڑے اور چمڑے پر کرائی جاتی تھی۔ ضائع شدہ ناک اور کان وغیرہ اور پیوند لگانے کی مشق مردہ جانوروں پر سکھائی جاتی تھی۔ نہ صرف

ہندوستان میں بلکہ یونان میں بھی سرجری کی کافی چھان بین کی گئی۔ یونان کے نہایت پُرانے اور مشہور شاعر "ہومر" کی ابتدائی نظموں میں یونانی سرجری کی ابتدا ملتی ہے۔ یونان کے رہنے والوں نے اپولو سے علم طب کی شروعات بتائی ہے۔ اپولو کے بعد اس کا بیٹا اسقلبیوس طبیب ہوا۔ یہ پبلک میں بہت زیادہ مشہور تھے چنانچہ ان کے مرنے کے بعد، ان کے متقدمین مریضوں نے ان کے مزار کی پوجا شروع کر دی۔ رات کو مزار پر ہی سوتے اور خواب میں اسقلبیوس کی بتائی ہوئی چیزیں استعمال کرتے اور مناسب احتیاطوں پر بھی عمل کرتے۔ مثلاً فاقہ کرنا، روزہ رکھنا، مناسب جڑی بوٹیوں کا استعمال کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح یہ سلسلہ برابر بڑھتا رہا اور لوگوں کو عقیدتاً فائدہ بھی ہو جاتا۔ چنانچہ مستقل مزار کے پجاری الہامی ہدایتوں اور مقدس علاج کے طریقوں کو مع مریض کے فوٹو کے مزار کی عمارت کے کھمبوں اور محرابوں پر کھود دیتے تھے۔ تاکہ آگے آنے والے لوگ اس سے فائدہ اُٹھائیں۔ اس طرح ادویات کے نام، ان کے افعال و خواص، یعنی علم الادویہ اور علم العلاج کی ابتدا ہوئی۔ اسقلیبوس کے دو لڑکے تھے ایک "ماخون" اور دوسرا "پودالیرس"۔ یہ دونوں ٹرائے کی لڑائی میں زخمیوں کی مرہم پٹی بحیثیت جنگی سرجن کرتے تھے۔ ماخون کے متعلق مشہور شاعر ہومر نے اپنی نظموں میں بہت تعریف لکھی ہے ماخون کو زخمیوں کے دل سے تیر نکالنے میں بہت مشق تھی، اور اسی طرح جلد ہی ان زخموں کو جڑی بوٹیوں اور شفا بخش مرہموں سے اچھا کر دینے میں مہارت تھی۔ اس لئے یونان کی لڑائیوں میں اس کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ فیثا غورث نے بھی نمایاں ترقی کی اور بقراط نے تو پوری چھ کتابیں صرف سرجری پر لکھی ہیں۔ جن میں سے دو کتابیں صرف ہڈی ٹوٹنے (فریکچر) اور جوڑ اُکھڑنے (ڈسلوکیشن) پر لکھی ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اتنی جامع ہیں کہ شاید ہی باوجود اتنی سُنہری ترقیوں کے آج بھی ان اصولوں میں کچھ ترمیم نہ ہو سکی ہو اور مروج ہوں چنانچہ شانہ کے جوڑ اکھڑنے کی چار قسموں میں سے بقراط نے صرف خلع عظم العضد (یعنی بازو کی ہڈی کا بالائی سرا اپنی اصلی حالت سے اکھڑ کر بغل کے نیچے آجاتا ہے) ہی کو ایک عام قسم بتایا ہے اور یہی آج ماہرین جراحت مانتے ہیں۔ صلب کے ٹیڑھا ہونے کے اسباب میں سے دق یعنی (ٹیوبرکل) کو ایک اہم سبب بتایا ہے۔ بقراط کا علم العلاج ہمارے دیس کے ہندو اطباء سے بہت زیادہ ملتا جلتا ہے۔ بقراط نے اپنی ایک کتاب میں صرف سر اور کھوپڑی کے سرجری کے کاموں کو مفصل بیان کیا ہے جسمیں کسر انخفاضی، اور کسر بہ ضرب مقابل یعنی کھوپڑی کی ہڈی کا ٹوٹ کر دب جانا اور سر کی ہڈی چوٹ سے دور ٹوٹنے کے متعلق بہت کچھ بیان کیا ہے۔ بقراط کے زمانے میں کھوپڑی کی ہڈیوں کو آری سے کاٹنے کا بہت بڑھیا چلن تھا۔ بواسیر، مقعد کے ناصور، سقوط المقعد کے جراحی علاج اچھی شان سے ہوتے تھے۔ سینہ سے پیپ نکالنے کے لئے پسلیوں کی درمیانی جگہ میں نشتر لگایا جاتا تھا اور پیپ نکالی جاتی تھی۔ بہرحال خود پُرانے مغربی مورخین بقراط اور یونانیوں کو ہی موجد بتاتے ہیں اور یہ سب کچھ مانتے ہیں۔ نئی چھان بین ہمارے دیس کے پرانے ہندؤں کو علم طب اور سرجری کا موجد بتاتی ہے، نہ صرف یہ بلکہ حضرت مسیح کے جنم لینے سے تقریباً تیس سَو سال پہلے کے دنوں میں اسکندریہ میں ایک بہت بڑا انسانی چیر پھاڑ کے لئے کالج اور چیر پھاڑ کا گھر (ڈیسکشن ہال) قائم کیا گیا۔ اس کالج میں ایک دو نہیں بلکہ ایروفیلوس، ایراسیسطراطوس، فی لوکی نوس، حبار جیاس، ہیرو اپولونی، اور دنیاوی شہرت حاصل کئے ہوئے پتھری نکالنے کے ماہر "امونیس" جیسے پڑھے لکھے طب اور سرجری کے خداؤں نے کام کئے ہیں۔ ان لوگوں نے ہی مرض کے پہچاننے کے اصول، نشتر لگانے کا عام چلن، علم العلاج کے مختلف شعبے، مخصوص بیماریوں کے مخصوص ماہر وغیرہ ایجاد کئے۔ ہر شعبہ میں خاص لوگوں کو کام کرنے کا موقع ملتا تھا اور پھر جب تک وہ چھان بین پوری نہیں کر لیتے تھے برابر "ریسرچ" کرتے رہتے تھے۔ اور کام پورا

ہونے کے بعد اُن کو اُس شعبہ یا بیماری کا اکسپرٹ مانا جاتا تھا ہر ماہر صرف اُسی بیماری کا علاج کرتا تھا جس میں اُس نے مہارت اور نام پیدا کر لیا ہو جیسا کہ آج کل بھی باوجود اتنی ترقیوں کے ہم دیکھتے ہیں اب ذرا ڈاکٹر صاحب موصوف فرمائیں کہ ہمارا دیسی علاج عطائی ہے یا مشاہدات اور تجربات سائنس اور پڑھیا اُصولوں پر ہی بنایا گیا ہے ایروفیلوس جگر، تلی اور پیٹ کے اندر کے تمام آپریشنوں کے اکسپرٹ تھے اُنھیں مثانہ سے بندشدہ پیشاب نکالنے میں بہت مہارت تھی اُنھوں نے ایک خاص قسم کا کیتھیٹر بھی بنایا تھا جس کو کامیابی سے استعمال کرتے تھے۔ یہ قاثاطیر بہت دنوں تک اُنھیں کے نام سے مشہور رہا پھر انھیں مثانہ میں سے پتھری توڑ کر اُس کو نکالنے کے لئے ایک خاص آلہ مفتت الحصاۃ (لیتھوٹرائٹ) بنا کے استعمال کرتے تھے۔

طبیب شاہ قاطو اعظم نے ۲۳۴ق م، سے ۱۴۹ق م تک مسلسل طب اور سرجری کی مشق کی چنانچہ روما کے رہنے والے یونانی سرجری کی بڑھوتری کو حسد سے دیکھنے لگے اسلئے طبیب شاہ قاطو اعظم کو اپنی حکومت میں اچھی طرح مشق کا موقع ملا۔ سب سے پہلے یونانی حکیم جو ۲۱۸ق م، روما میں جا کر بسے تھے حکیم ارکاغیطوس ہیں جو انگریزی کتابوں میں ارشاگے تھوس کے نام سے ملتے ہیں اُن کو سرجری اور کاویات کے استعمال کا بہت شوق تھا حکیم اسقلی بیدوس نے جو مشہور فلسفی سسرو کے دوست تھے یونانی طب اور سرجری میں انتہائی ترقی کی یہاں تک کہ آپریشن کے نئے نئے طریقے معلوم کئے چنانچہ یہ سب سے پہلے موجد ہیں جنھوں نے قطع الحنجرہ نرخرہ کا کاٹنا (لیرنگاٹومی) اور قطع القصبہ (ٹریکیاٹومی) جیسے مشکل آپریشن معلوم کئے اور کامیاب جرّاح ہوئے نہ صرف یہ بلکہ ان کو سرجری کا شوق اتنا زیادہ تھا کہ خود اپنے جسم کو چیر پھاڑ کے کام کے لئے دے رکھا تھا تاکہ طلباء اپنا دل لگا کے چھان بین کر سکیں۔ حکیم طمیان (تھے می سن) نے جونکوں کا چلن چلایا ایک اور حکیم جو شاہ اغطس (اگسٹس) کی راج گدی میں ہوئے ہیں اُن کا نام سلسوس ہے یہ زمانہ غالباً پہلی صدی مسیحی کی شروعات تھی انھوں نے طب کی تاریخ پر ایک مکمل کتاب بھی لکھی ہے جس میں صدیوں پہلے کی سرجری اُس کی تاریخ اور اُس کے طریقوں کو صاف صاف بتایا ہے اس کتاب کے ساتویں اور آٹھویں حصہ میں صرف چیر پھاڑ کی باتیں ہیں اور وہی باتیں ہیں جو ہمارے دیسی برہمی شاستروں نے بتائی ہیں تمام قاعدے اور اصول وغیرہ سب ایک ہی ہیں انھوں نے پیوند لگانے کے ذریعہ ناک کان اور ہونٹوں کے بنانے کی ترکیبیں صاف صاف لکھی ہیں۔ فتق کا علاج آپریشن کے علاوہ رد الفتق (ٹیکسی) سے بھی بتایا ہے اور صاف ترکیب لکھی ہے یہ بھی لکھا ہے کہ فتق کو لوٹا کے اندر کرنے کے بعد مجری ارُبی (انگوئنل کینال) کو کی بالنار سے داغ دینا چاہیے۔

سلسوس نے دیوار سینہ کے ناصور کا علاج پسلی کے ٹکڑے کاٹ کے نکال ڈالنا بتایا ہے۔ کھوپڑی اور سر کے کاموں میں ثقب مشاری کو اسی طرح اہم بتایا ہے۔ جس طرح یونانی جراحی میں تھا۔ ہاتھ اور پیروں کو کاٹ ڈالنے کا جو طریقہ سلسوس نے بتایا ہے۔ وہ آج بھی بعض حالات میں رائج ہے صرف سلسوس ہی نہیں بلکہ طیسالوس نے جو طریقے زخموں کے علاج کے لکھے ہیں وہ آج بھی ہزاروں سال کے بعد اِس ترقی کئے ہوئے زمانے سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ پاگل کتے کے کاٹے ہوئے اور زہریلے جانوروں کے ڈنسے ہوئے مریضوں کے علاج کے ماہر حکیم ڈیسقوریدیس تھے سب سے پہلے تیلنی مکھی ذراریح (کنتھرائڈین) کے ذریعہ چھالا پیدا کرنے والے حکیم اریطیوس تھے جو پہلی صدی عیسوی میں گذرے ہیں۔ جریان خون (ہیموریج) کو دباؤ اور بند سے بند کرنے کے طریقے ارکی جینیس اور روفس دونوں نے سب سے پہلے معلوم کئے اور رگوں کے چاروں طرف گول بند لگانا ارکی جینیس کی ہی معلوم کی ہوئی اور استعمال کی ہوئی ترکیب ہے۔ کسر فریکچر ہڈیوں کے ٹوٹنے کی قسمیں اور تشخیص کی نشانیاں بتانے والے سرنوس ہیں۔ انھوں نے امراض النساء (عورتوں کی بیماریوں) پر ایک کتاب بھی لکھی ہے آلہ منظار الفرج کے یہی موجد ہیں۔ (باقی آئندہ)

بیسویں صدی کا طبی شاہکار

دریکتا جلد سوم کو ہندو پاکستان کے جلیل القدر اطبائے کرام نے متفقہ طور پر "بیسویں صدی کا طبی شاہکار" قرار دیا ہے - یہ کتاب ہندوپاکستان کے باکمال حکماء و ڈاکٹر صاحبان - یوگی - سنیاسی - اور سیاحین حضرات کے معجز اثر ہتھیلی پر سرسوں جلانے والے سہل الحصول مجربات (نسخہ جات) پر مشتمل ہے - اور ہر ایک نسخہ صاحبان نسخہ کا سرمایہ زندگی ہے - کہ جن پر ان کی شہرت اور یکتائی کا دارومدار ہے - دریکتا جلد سوم پانچ سال کی پیہم جستجو تحقیقات و تجربات کے بعد عالم ظہور میں آرہی ہے - سر سے لیکر پاؤں تک ہر ایک بیماری کا نسخہ کئی کئی تجربات کے بعد سو فیصدی اور جادو اثر ثابت ہونے کے بعد زینت کتاب ہوا ہے - نیز طبی صنعتی مجربات اور عجائبات کا بھی کافی ذخیرہ موجود ہے - مثلاً پارہ کا اکسیر جریان کو ہفتہ بھر کے دور کرنے کے عجائبات از سر نو زندگی اور شباب لانے کے سہل الحصول کشتہ جات فولاد - قلعی - چاندی - ایلی شفاخانہ لاہور کا کشتہ طلاء (سونا) جو آثار پیری کو دور کر کے جوانی کی کیفیات پیدا کرتا ہے یہاں تک کہ بال از سر نو سیاہ اگنے لگتے ہیں - ایک اور نسخہ بال سیاہ تیل کا جسے عام تیلوں کی طرح بالوں پر ملنے سے سفید بالوں کو سیاہ کر کے تین ہفتہ سیاہ ہی قائم رکھتا ہے - ہزاروں روپے کا یہی ایک ہی نسخہ ہے - علاوہ ازیں ہندو پاکستان کی دیسی پیٹنٹ ادویہ مثلاً دیسی دواخانہ منٹگمری لاہور کی اعجاز نسواں بنڈی بہاؤالدین کا آب حیات زنانہ دواخانہ دہلی کا شربت اکسیر نسواں - مستورین - ٹوہانہ کا شربت فولاد تلوار مارکہ - دہلی کا شربت روح افزا یا کلوریم لاہور حال دہلی - میٹھا پھل - امرت انجن - امرت دھارا کا اصلی نسخہ جس کی تلاش میں حکماء ہمیشہ ناکام رہے - دلروز - کھانسوال انگبورین جو مروسمہ جمنی - ملتان کی مرہم کلیان کارانی - نورانی قطرہ - جوانی - نازنین - موتیا بند و دیگر امراض چشم کا مشہور سرمہ روشن چراغ کا اصلی نسخہ جو بہاول پور سے پاکستان و ہندوستان میں برآمد کیا جاتا ہے - غرضیکہ آپ کو ان اکثر ادویہ کے صحیح و محقق نسخے اس کتاب میں ملیں گے - کہ جن کے اشتہارات آجکل اخباروں میں نکل رہے ہیں - نیز آخری صفحات صنعتی تجربات اور آزمودہ کار روزگار پر مشتمل ہیں - جن کی مدد سے آپ اپنے غیر طبیب احباب کو ایک ہی دن میں برسر روزگار کر کے ثواب دارین حاصل کر سکتے ہیں - قیمت صرف تین روپے (سے) محصول ڈاک و پیکنگ دس آنے (۱۰/)

دریکتا کی اشاعت نے ہندو پاکستان کے فنی حلقوں میں ہلچل مچا دی اور طبی اداروں نے خصوصیت سے ہر سہ جلد دریکتا سے دلچسپی لی چنانچہ جنوبی ہند کی سب سے بڑی طبی انجمن "حکیم الیوسی الیشن (جمعیۃ الاطباء) کھڈک بمبئی نمبر ۹" کی جانب سے فاضل مصنف کو رئیس التحریر کا خطاب سنہری تمغہ اور مبلغ یکصد روپیہ انعام مل چکا ہے اور اسی طرح "پنجاب پراونشل ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس امرتسر (حال منتقل شدہ پرانی انارکلی لاہور) کی جانب سے بھی آپکو ملک الاطباء کا خطاب مع مبلغ دوصد روپیہ تفویض ہو چکا ہے اور یہ ایسے اعزاز ہیں کہ شاید ہی کسی فنی مصنف کو نصیب ہوئے ہوں -

ذیل میں پاکستان اور انڈیا کے مشاہیر اطبائے کرام کہ (جنکی ہستی علمی و فنی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں ہے) کی رائوں میں سے ایک ایک یا دو دو جملے لکھے جاتے ہیں ملاحظہ فرمائیں کہ عاملان فن کے نزدیک دریکتا کی افادی حیثیت کس قدر اعلیٰ و ارفع ہے -

جناب لقمان الملک ثانی حکیم خسرو شاہ صاحب نظامی شاہی حکیم حیدر آباد دکن - ہم بالعموم مردہ پرست ہو گئے ہیں آپ کی محنت و تحقیق کی کما حقہٗ داد آئندہ نسلیں دینگی -

جناب سراج الاطباء حکیم اکبر حسین صاحب اکبر دواخانہ الہ آباد (یو - پی) میں تو بلا مبالغہ یہ کہنے پر تیار ہوں کہ دریکتا کی بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن کو انسان قبر میں لیجانا پسند کریگا لیکن ان کا اظہار گوارہ نہ کریگا -

جناب محسن فن شمس الحکماء و حکیم و ڈاکٹر پروفیسر عبدالشکور صاحب مٹیا برج کلکتہ - میری رائے ہے کہ جہاں دریکتا کا مطالعہ اطبائے کرام کے لئے بے بہا علمی و فنی معلومات کے اضافہ کا باعث ہو سکتا ہے وہاں نیم حکیم بھی اس کے مطالعہ سے طبیب کامل بن سکتے ہیں -

جناب زبدۃ الاطباء حکیم رفیق احمد خاں صاحب سابق طبیب شاہی (جہانگیر نال) شاہی مطب بلاک نمبر ۱۸ سرگودھا (پاکستان) بندہ چھ ہزار طبی کتب اپنی لائبریری میں چھوڑ کر آیا ہے مگر دریکتا کی ثانی کتاب بندہ کی نظر سے ابھی تک نہیں گذری محقق وقت جناب سید الحکماء حکیم سید محمد عشرت صاحب حیدر آباد سندھ (پاکستان) میں نے بھی سینکڑوں گنج جواہرات دیکھے ہیں مگر دریکتا کے مجربات کے کیا کہنے آپ نے واقعی بہترین خدمت کی ہے -

جناب حکیم و ڈاکٹر اے - ایچ چودھری سنیاسی (سیاح ہند) مجید بلڈنگ مین روڈ سیونی (سی - پی) انڈیا گو مجربات پر دہلی - لاہور - لکھنؤ سے کئی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں لیکن دعویٰ سے یہ کہتا ہوں کہ دریکتا کے توسط سے حکماء کرام نے پہلی مرتبہ ہی بخل شکنی سے کام لیا ہے -

جناب حکیم رشید احمد صاحب رشیدیہ دواخانہ نہسور ضلع فیض آباد (یو - پی) میرے دواخانہ کی ترقی کا راز تینوں جلد دریکتا میں مضمر ہے ان کو جان سے سوا عزیز رکھتا ہوں -

جناب مولنا مولوی حکیم محمد فضل اللہ شریف صاحب وحدی یونانی دار الشفاء براڈوے روڈ بنگلور ہم نے ہر نسخہ کا بغور مطالعہ کیا اور اکثر تجربہ بھی کیا - مریض بکثرت آرہے ہیں ہم ان پر دریکتا کے نسخے ہی استعمال کر رہے ہیں کامیابی ہوئی اور ہو رہی ہے - دلی دعا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو علم الابدان کی خدمت کے لئے دیر تک تندرست اور زندہ رکھے (رسالہ کا حوالہ ضرور دیں)

نوٹ :- دریکتا جلد اول معدوم عنقریب دوبارہ چھپ رہی ہے نمبرداری کے لئے نام بھیجدیں -

المشتہر دواخانہ آفتاب زندگی بغداد الجدید بہاولپور سٹی (پاکستان)

تذکرۂ اطبائے لکھنؤ

مولوی سید نواب علی صاحب
ایم، اے

سلسلہ نمبر ۱۰

گذشتہ سے پیوستہ

شفاء الملک حکیم محمد عبدالمعید صاحب

حکیم محمد اسمٰعیل صاحب کے چھوٹے بیٹے حکیم عبدالوحید صاحب کو خدا نے ۱۲ جمادی الاول ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۸۸۵ء میں ایک خلف اکبر عطا فرمایا جس کا نام عبدالمعید رکھا گیا۔ جد امجد اس وقت بستر مرگ پر پڑے ہوئے تھے۔ پوتے کی خوشخبری سُن کر شکر خدا بجا لائے اور دوسرے ہی دن سفر آخرت اختیار کیا۔

حکیم عبدالوحید صاحب اپنے فرزند دلبند کو بڑے ناز و نعمت سے پال کر تعلیم و تربیت دینے میں مصروف ہوئے اور اس وقت کے مشہور اساتذۂ شہر مولوی حفیظ اللہ باجوڑی، مولوی حفیظ اللہ صاحب مُدرّس اعلیٰ دارالعلوم ندوۃ۔ مولانا محمد فاروق صاحب چڑیاکوٹی اور مفتی عبداللطیف صاحب سے کتب درسیہ ختم کرا کر اپنے آبائی فن کی تعلیم (طب) خود دینے لگے۔ اور مطب میں بٹھا کر نسخہ نویسی سکھانے لگے۔ مگر عمر نے وفا نہ کی اپنے فرزند عزیز کو ۱۷ سال کی عمر میں یتیم چھوڑ کر عالم جاودانی کی راہ لی تب حکیم الحاج مولوی عبدالعزیز صاحب نے اپنے بھتیجے کو نہایت شفقت سے اپنی سرپرستی میں لے کر بقیہ کتب درسیہ و طبیہ مختلف اساتذہ سے ختم کرا کر اپنے مطب میں ۴ - ۵ سال تک متواتر نسخہ نویسی کے نکات خاص اور تشخیص کے اصول خاندانی جو سینہ بہ سینہ چلے آتے تھے ذہن نشین کرائے پھر خاندانی رشتۂ مودّت مضبوط کرنے کے لئے اپنی دامادی کا شرف عطا فرمایا اور اپنے فرزند حکیم عبدالحمید کے ساتھ اپنی بھتیجی کا عقد ۱۹۰۸ء میں کر دیا۔ پھر اسی سال حکیم عبدالمعید سے فرمایا کہ اب تم اپنے والد کی جگہ پر بیٹھ کر مستقل مطب شروع کر دو۔ حکیم عبدالمعید صاحب نے ارشاد کی تعمیل کی اور بہت جلد آپ کا مطب مرجع خاص و عام بن گیا۔ ۱۹۱۱ء میں عم بزرگوار کا سایۂ شفقت بھی سر سے اُٹھ گیا۔ مگر آپ نے ان حوادثات کو صبر و استقلال سے برداشت کیا اور دوسرے سال ایک یونانی دواخانہ اپنی ذاتی عمارت واقع جھوائی ٹولہ میں کھول دیا اور درس کا سلسلہ بھی جاری کر دیا۔ درس و تدریس کے شوق میں چند سال کے بعد صحافت کا رنگ جھلک اُٹھا۔ ۱۹۱۹ء میں آپ نے اپنی ایڈیٹری میں ایک طبی ماہواری رسالہ خادم الاطباء کے نام سے جھوائی ٹولہ سے بہ کمال آب و تاب نکالنا شروع کیا اس وقت تک ملک میں طب کے متعلق کوئی دقیع اور فاضلانہ رسالہ شائع نہیں ہوا تھا پہلا پرچہ ۹ مئی ۱۹۱۹ء میں نکلا۔ اس میں حکیم صاحب نے بڑی دقیقہ سنجی اور قابلیت سے اپنے نصب العین کا اظہار کیا ہے۔

۱۹۱۹ء میں رسالہ جاری کرتے وقت ملک میں جنگ اول یورپ کے اثر سے ایک سیاسی ہیجان خاص کر مسلمانوں میں ترکی طاقت کی شکست کے باعث پیدا ہو گیا تھا اور حکام مشتبہ نظروں سے اہل وطن کو دیکھتے تھے لیکن حکیم صاحب کے حُسن عمل، تدبّر اور قابلیت کا حکام پر ایسا اثر تھا کہ ڈپٹی کمشنر لکھنؤ مسٹر جاپلنگ نے رسالہ کو ضمانت سے مستثنیٰ کر کے اپنے اعتماد اور علم دوستی کا ثبوت دیا پھر چھ ماہ بعد جب رسالہ کا ذاتی طبی پریس قائم ہو گیا تو اس کو بھی ضمانت سے مستثنیٰ رکھا۔

خادم الاطباء کے دو ہی نمبر نکلے تھے کہ اس کے اعلیٰ مضامین کے

متعلق انکشافات علم طب نے جو لکھنؤ کی شستہ زبان سے ادبی خوبیوں کے آئینہ دار تھے مشاہیر ملک خصوصاً اطبا اور علما کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ جولائی نمبر میں حاذق الملک حکیم اجمل خاں صاحب کا یہ خط شائع ہوا:۔

"مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ لکھنؤ سے پہلا طبی رسالہ اچھی قابلیت کے ساتھ نکالا گیا اس کے مضامین قابل مضمون نگاروں کی ذہانت اور سلامتی طبع پر دلالت کرتے ہیں۔ میں جناب حکیم صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کی سعی سے خادم الاطبا طبی لٹریچر میں ایک قیمتی اضافہ ثابت ہوگا اور اس کی اس کامیابی پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔"

ایک دوسرا خط زبدۃ العلما مولانا محمد فضل حق صاحب پرنسپل مدرسہ عالیہ رام پور کا بھی اسی نمبر میں یوں شائع ہوا:۔

"یہ رسالہ اپنی حسن ترتیب و مفید مقاصد کے لحاظ سے انشاء اللہ تعالیٰ احیاء طب کا کام دے گا۔ ملک اور قوم سے آپ کو محی الطب کا لقب دلائے گا۔ عنان کی دنیا کے عنوان سے جو مضمون آپ نے لکھا اور جس خوبی اور لیاقت سے اس کی تشریح کی ہے وہ آپ کی علمی قابلیت اور جودت طبع کا شاہد عدل ہے اور غیر محتاط اشخاص کے لئے اس میں بہت بڑی تنبیہ اور عبرت ہے۔"

سنہ ۱۹۲۰ء میں شفاء الملک حکیم عبدالرشید صاحب کا انتقال ہوگیا ان کی جگہ پر ان کے برادر خورد حکیم عبدالحمید صاحب تکمیل الطب کے آنریری سکریٹری ہوئے۔ حکیم عبدالمعید صاحب کی مصروفیتوں میں اب اضافہ ہوگیا اس لئے خادم الاطبا کی اشاعت کا کام حکیم عبدالحمید صاحب کے برادر خورد حکیم عبدالحکیم صاحب کے سپرد کر دیا۔ لیکن حکیم عبدالحکیم صاحب کا عین جوانی میں انتقال ہوگیا اور خادم الاطبا بھی بند ہوگیا۔ حکیم عبدالمعید صاحب سنہ ۱۹۳۰ء میں تکمیل الطب کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ اور شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب کے ارشاد کے مطابق جوائنٹ آنریری سکریٹری ادارہ تکمیل الطب کی حیثیت سے بھی کام کرنے لگے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب گورنمنٹ نے انڈین میڈیکل بورڈ قائم کیا تھا اور طب کا ایک اسٹیٹ ایڈڈ اسکول بھی کھول دیا تھا۔ تکمیل الطب کالج میں تعداد طلبہ کم ہو چلی تھی اور گورنمنٹ سے کوئی امداد بھی نہ تھی۔ لیکن حکیم عبدالمعید صاحب کے پرنسپل مقرر ہو جانے سے طلبہ خود بخود کھنچ کر آنے لگے اور تکمیل الطب کالج کی سابقہ رونق عود کر آئی۔ معاونین چندہ بھی دینے لگے اور شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب نے جنرل وارڈ کی تعمیر کی طرف بھی توجہ کی لیکن سنہ ۱۹۳۶ء میں موصوف عازم حرمین شریفین ہوئے اور اپنی جگہ پر حکیم عبدالمعید صاحب کو آنریری سکریٹری مقرر کر دیا۔ حکیم صاحب نے کوشش کرکے کافی چندہ فراہم کیا اور آخر جنرل وارڈ کی تکمیل تعمیر ہوگئی۔ رسم افتتاح گورنر صوبہ سر مارس ہیلٹ صاحب نے سنہ ۱۹۴۰ء میں ادا کی اسی سال شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب کا انتقال ہوگیا تکمیل الطب کو اس وقت تک گورنمنٹ نے رکگنائز نہیں کیا تھا۔ حکیم عبدالمعید صاحب نے حکام اعلیٰ سے مل کر تکمیل الطب کو کالج کی حیثیت سے رکگنائز کرایا اور سرکاری امداد بھی جو اب تک بہت کم تھی زیادہ ملنے لگی۔ سنہ ۱۹۴۰ء میں گورنمنٹ نے حکیم عبدالمعید صاحب کو شفاء الملک کا خطاب دیا۔ اور بورڈ آف انڈین مڈیسن یو۔پی کے ممبر تو آپ اس سے قبل ہی سے برابر رہے۔ آپ طبیہ کالج علیگڈھ اور دیگر صوبوں کے طبیہ کالجوں کے ممتحن اور ممبر بھی مقرر ہوا کرتے تھے اور ہوتے ہیں مسلم یونیورسٹی کورٹ کے ممبر بھی ہیں۔ آپ نے شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب (مرحوم) کے دو بیٹوں کو جو آپ کے بھانجے ہیں اب تعلیم سے فارغ کرا دیا ہے۔ بڑے بیٹے حکیم عبدالحسیب صاحب ایم۔ ایس سی۔ ڈی۔ آئی۔ ایم۔ ایس کو اپنی جگہ پر پرنسپل تکمیل الطب کالج مقرر کیا اور جوائنٹ آنریری سکریٹری بھی۔ اور چھوٹے بیٹے حکیم عبدالجلیل صاحب ڈی۔ آئی۔ ایم۔ ایس سے اپنی نگرانی میں مطب کا کام لیتے ہیں۔ اور خود بھی اپنے بزرگوں کی طرح خدمت خلق میں شبانہ روز مصروف رہتے ہیں۔ اور

تکمیل الطب کالج کے جنرل آنریری سکریٹری کے فرائض ادا کرتے ہیں۔ گذشتہ دو سال سے جب سے ملک میں یہ ہولناک واقعات پیش آرہے ہیں اور سفر خطرناک ہوگیا ہے حکیم صاحب کو بیرونجات سے جب معالجہ کے لئے طلب کیا گیا تو آپ نے ان کو محروم رکھنا گوارا نہ کیا اور حافظ حقیقی پر بھروسہ کرکے پٹنہ۔ کلکتہ۔ علیگڈھ وغیرہ جگہوں کا سفر بھی کیا اور مریضوں کو بفضلہ تعالےٰ افاقہ ہوا۔ بیرونجات سے مریضوں کی آمد کا سلسلہ بھی برابر جاری ہے اور حکیم صاحب توجہ اور دلجوئی سے اُن کا علاج کرتے ہیں۔

ابتداءِ عمر سے حکیم صاحب علماءِ دین اور صوفیہ کرام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتے رہتے ہیں اور اُن سے کسب فیض کیا ہے۔ مشہور آفاق مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی کے ایک شاگرد رشید مولانا عین القضاۃ صاحب تھے جو فرنگی محل کی باہر والی مسجد کے ایک حجرے میں مقیم رہتے تھے[1]۔ نورانی چہرہ عالم باعمل متقی پرہیزگار زاہد عزلت نشین تھے لکھنؤ کے مشہور مدرسہ فرقانیہ جس سے ہزاروں حفاظ اور قاری نکل کر ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں اس کے بانی آپ ہی ہیں اور وہیں آپ کا مزار شریف بھی ہے اور حکیم صاحب اکثر مولانا عین القضاۃ صاحب کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور وہ آپ کے واسطے دعائے خیر فرمایا کرتے تھے۔

ایک دوسرے بزرگ صوفی عظیم شاہ صاحب تھے جن کا زیادہ حصۂ عمر سیر و سیاحت میں گزرتا تھا اُن سے بھی حکیم صاحب کی ارادت تھی اور فیض حاصل کیا تھا۔

خلقی افتاد طبیعت اور اُن صحبتوں کے اثر سے حکیم صاحب ابتدا ہی سے صوم و صلوٰۃ میں اور اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہیں۔ آپ بڑے بامروت، خلیق اور عالی حوصلہ ہیں مریضوں کے نہایت مہربان ہیں ان کی دعاؤں کو فیس پر ترجیح دیتے ہیں اور حاجتمندوں کی امداد فرماتے ہیں۔ اپنے خاندان والوں ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں اور ایثار سے ہی کام لیتے ہیں۔ خوشی سے تکلیف برداشت کرتے ہیں مگر عزیزوں کی تکلیف دیکھ نہیں سکتے۔ واقعی آپ میں وہ صفت ہے جس کی تعریف حق تعالیٰ نے کلام پاک میں یوں فرمائی ہے:۔ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (سورۃ الحشر)

اپنے آبائی مابہ الامتیاز خصوصیت یعنی فن تشخیص اور نسخہ کی ترتیب میں حکیم صاحب اس وقت بے مثل ہیں اور آپ سے مورث اعلیٰ حکیم محمد یعقوب صاحب کے صفات کی صاف جھلک نظر آتی ہے۔ آپ کے چند معرکۃ الآرا علاجوں کی تفصیل ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

(اوّل) لکھنؤ کے اڈیشنل کمشنر مسٹر چارلس جو بعد پنشن اب بھی یہاں ہیں حکیم صاحب کے کرم فرماؤں میں سے ہیں ان کا بیٹا ڈاکٹر ہے اس کی موجودگی میں ایک دن حکیم صاحب کو انھوں نے بلوایا اور اپنا ایکسرے فوٹو دکھایا۔ گردوں میں کبوتر کے انڈے کے برابر پتھری (حصاۃ الکلیہ) نظر آرہی تھی۔ کہنے لگے حکیم صاحب سب ڈاکٹر بالاتفاق کہہ رہے ہیں کہ بغیر آپریشن اب میں جانبر نہیں ہوسکتا اور میری حالت یہ ہے کہ درد سے کسی پہلو چین نہیں، غذا ترک ہوئی جاتی ہے، نیند آتی نہیں۔ آپریشن اب ایک ماہ کے بعد ہوگا۔ آپ سے سابقہ تعلقات ہیں۔ کچھ ایسی تجویز کیجئے کہ مجھے کچھ تو آرام ملے۔ حکیم صاحب نے فرمایا۔ میں نسخہ لکھتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ تکلیفیں دور ہوجائیں گی اور آپریشن کی بھی نوبت نہ آئے گی مسٹر چارلس کے بیٹے نے حیرت سے حکیم صاحب کی طرف دیکھ کر کہا، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بغیر آپریشن یہ پتھری نکل جائے مگر مسٹر چارلس کہنے لگے پتھری نکل جانے کا حال تو بعد کو معلوم ہوگا لیکن میری فوری تکلیفوں میں اگر کچھ کمی ہوجائے۔ تو حکیم صاحب بڑی مہربانی ہوگی غرضیکہ حکیم صاحب نے نسخہ دیا۔ ایک ہفتہ کے بعد مسٹر چارلس

[1] راقم الحروف کو مولانا کی زیارت اس وقت حاصل ہوئی تھی۔ نصف صدی گذری ہے آج بھی وہ نورانی چہرہ یاد ہے۔ گجرات اور کاٹھیاوار میں آپ کے بہت سے مرید ہیں جو بڑے مالدار ہیں۔

حکیم صاحب کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ میں مشکور ہوں کہ میری تکلیفوں میں بہت کمی ہے۔ حکیم صاحب نے نسخہ میں چند اجزاء کا اور اضافہ کرکے فرمایا اب آپ مسلسل یہ دوا استعمال کریں۔ ایک ماہ کے بعد مسٹر چارلس اپنے بیٹے کے ساتھ دوسرا فوٹو لئے ہوئے خوش خوش آئے اور کہنے لگے۔ حکیم صاحب آپنے کمال کردیا بغیر آپریشن پتھری غائب فوٹو میں کہیں پتہ نہیں اور مجھے بڑا آرام ہے حکیم صاحب نے یہ واقعہ مجھ سے بیان کیا تو میں نے کہا ہمارے اطبا حضرت مسیحؑ کو بھی پیغمبر برحق مانتے ہیں اور دم عیسیٰ کی مسیحائی کے قائل ہیں۔ جناب مسیحؑ آپریشن کب کرتے تھے واقعی حافظ نے سچ کہا ہے ؎

فیض روح القدس از باز مدد فرماید

دیگراں ہم بکنند آں چہ مسیحا می کرد

(دوم) حکیم صاحب کے محلے کے قریب ایک تاجر عبدالمجید رہتا ہے وہ مرض اپنڈے سیائی ٹس (مرض ورم اعور) میں مبتلا ہوگیا اور اسپتال گیا درد شدید، بخار ۱۰۵ ڈگری ڈاکٹر نگم صاحب نے آپریشن تجویز کیا۔ اس کے والد حکیم صاحب کے پاس آئے حکیم صاحب نے فرمایا وہ اب ہسپتال میں ہے میں اس کو وہاں دیکھ نہیں سکتا۔ وہ ہسپتال گئے اور نگم صاحب سے واقعہ کہا ڈاکٹر صاحب بہت معقول آدمی تھے۔ فوراً حکیم صاحب کو فون کیا کہ آپ کچھ خیال نہ فرمائیں اور مریض کو آکر دیکھ لیں۔ حکیم صاحب تشریف لے گئے اور مریض کو دیکھ کر فرمایا کہ اس کی حالت ایسی ہے کہ اگر آپریشن ہوا تو بجائے فائدے کے اور نقصان پیدا ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ ہم تو مریض کی صحت چاہتے ہیں آپ کی تشخیص میں اگر آپ کی دوا سے اس کو فائدہ ہوسکتا ہے تو آپ اس کو لے جاسکتے ہیں مگر میں پھر اس کا ذمہ دار نہیں غرضیکہ مریض کو حکیم صاحب کے یہاں لے آئے آپ نے اس کو پرائیویٹ وارڈ میں رکھا اور علاج شروع کیا چار دن میں اس کو سکون ہوگیا اور ابتک اچھا ہے۔

(سوئم) دو سال ہوئے جب محمود آباد کے موجودہ والیٔ ریاست راجہ امیر احمد صاحب کے ولیعہد جس کی عمر اسوقت قریب تین سال کے تھی۔ اسہال میں مبتلا ہوگیا پھر حبس بول بھی ہوگیا جس سے سخت تکلیف تھی اور راجہ صاحب نہایت پریشان تھے ۳۶ گھنٹے سے پیشاب نہیں ہوا تھا۔ بخار ۱۰۳-۱۰۴ ڈگری تک تھا۔ سول سرجن اور شہر کے اور مشہور ڈاکٹر معالج تھے کسی کی رائے میں فالج کا اثر تھا اور کوئی خون لے کر ٹسٹ کرانا چاہتا تھا۔ راجہ صاحب نے شہر کے مشہور اطبائے یونانی کو بھی بلوایا۔ آخر طے پایا کہ اب یونانی علاج ہو اور جس طبیب کے نام پر استخارہ آئے وہ علاج کرے۔ استخارہ حکیم عبدالمعید صاحب کے نام پر آیا۔ رانی صاحبہ نے کہلا بھیجا حکیم صاحب یہ بچہ آپ کے سپرد ہے میں آپ کو گھر نہ جانے دوں گی اس وقت حکیم صاحب نے اطبا صاحبان سے کہا کہ میری رائے میں حبس بول حدت حمّی کے باعث ہے جس سے مائیت جذب ہو رہی ہے اور اخراج رطوبات اسہال سے ہو رہے ہیں۔ بعض اطباء نے اختلاف کیا لیکن استخارہ حکیم صاحب کے نام پر نکل چکا تھا علاج شروع ہوا۔ ماء الشعیر اور شربت بزوری بارد دو دو چمچے ہر گھنٹہ بعد دیئے جانے لگے۔ چھ گھنٹے کے بعد قریب شام کے پیشاب ہوا اور بخار میں بھی کمی ہوئی۔ پھر حکیم صاحب کا مستقل علاج شروع ہوگیا۔ جب بچے کو کچھ طاقت آگئی تو راجہ صاحب سب کو لے کر دہرہ دون تشریف لے گئے اور حکیم صاحب کو بھی ہمراہ لیا وہاں بفضلہ پورے طور پر افاقہ ہوگیا۔

مذکورۂ بالا تینؔ واقعات مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ واقعی حکیم صاحب اس وقت فن تشخیص اور نسخہ کی ترتیب میں یگانۂ روزگار ہیں۔ حکیم صاحب نے مجھ سے ذکر کیا کہ والد مرحوم جب مجھے طب کی تعلیم دیتے تھے تو ایک رسالہ قانون وحید فی افادۃ المعید کے نام سے بھی قلمبند فرماتے جاتے تھے مگر افسوس والد مرحوم جلد بہشت بریں کو سدھارے اور رسالہ ناتمام رہا۔

تمت بالخیر

تبصرہ

مسیح الملک خاص نمبر
زنانہ امراض کا علاج

دہلی کو طب کے لئے جو مرکزیت حاصل ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے پچھلے ناخوشگوار ایام میں جب قرول باغ کا علاقہ فتنہ وفساد کی زد میں آیا تو طبی تصانیف و تالیفات کو بھی ناقابل تلافی نقصان پہنچا اور بہت سے مصنفین بھی گردش میں آکر اِدھر اُدھر ہوگئے لیکن دلی جس تیزی سے تاراج ہوئی تھی اپنے زندہ دل باشندوں کی بدولت اُسی تیزی کے ساتھ پھر سنبھلنا شروع ہوگئی اور بہت سے باہمت حضرات نے ایک نئی ہمت اور نئے جذبے کے ماتحت پھر اپنے قوائے عمل کو حرکت دے دی حکیم محمد مظہر الدین اجملی بھی اسی قسم کے باہمت انسان ہیں جنھوں نے نہ صرف رسالہ مسیح الملک کی ماہانہ اشاعت سے دہلی میں طبی سرگرمیوں کا ثبوت مہیا کر رکھا ہے بلکہ وقتاً فوقتاً مخصوص اشاعتوں کے ذریعہ مفید تصانیف بھی پیش کر رہے ہیں زیر نظر اشاعت بظاہر ایک خصوصی نمبر ہے لیکن حقیقتاً ایک مستقل کتاب ہے جو نسوانی امراض کے تمام شعبوں سے بحث کرتی ہے حکیم صاحب موصوف نے کتاب کو بڑی حد تک مکمل کر کے پیش کیا ہے جس میں علمی طور پر امراض اسباب اور علامات سے بحث کے علاوہ اصولی علاج اور دہلی کے مطبوں کے مجربات بھی پیش کئے ہیں جگہ جگہ تصویری خاکے بھی ہیں۔ کاغذ اخباری ہے۔ اور کتابت وطباعت معمولی جو اگرچہ اس دشوار زمانے میں غنیمت ہے لیکن بہتر ہوتا کہ اِس کو زیادہ بہتر کاغذ اور طباعت کے ساتھ شائع کیا جاتا۔ امید ہے کہ اہلِ فن اِسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

پتہ :۔ دفتر مسیح الملک پوسٹ بکس ۵۹ دہلی

شفاء الملک

لائل پور پاکستان سے حکیم سید مظفر الدین زیدی صاحب کی ادارت میں شائع ہونا شروع ہوا ہے ماہ نومبر ۱۹۴۸ء کا پرچہ اس وقت زیر نظر ہے۔ اداریہ میں فاضل مدیر نے رسالہ کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے اُسے خالص طبی مباحث ومعلومات کے لئے وقف کر دیا ہے اور جدید دریافتوں بالخصوص حیاتینی بحثوں اور نئی دواؤں وغیرہ سے اظہار بیزاری کیا ہے۔ حالانکہ اسی رسالہ میں اس قسم کے بہت سے نسخے درج ہیں جن میں انگریزی ادویہ غیر ضروری طور پر درج ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خواہ مخواہ دوسروں کی بات کی گرویدگی اور ہر نئی چیز پر بے جانے بوجھے ایمان و اعتقاد احساس کمتری اور فنی بے مائگی کا ثبوت ہے لیکن آگے بڑھتی ہوئی سائنس کی ہر دریافت کو تعصبانہ انداز سے گردن زدنی قرار دینا بھی علمی حلقوں میں روا و درست نہیں۔ رسالے اگر صرف نصابی کتابوں کا ترجمہ ہو کر رہ جائیں تو اُن کی ضرورت اور منفعت دونوں محل بحث ہیں۔ جرائد اور رسالے تو ایک حرکت کرتے رہنے والا شعبۂ تالیف وتصنیف ہے جو پُرانی چیزوں کو بھی نئے زاویوں سے پیش کیا کرتے ہیں اور تمام جدید معلومات بھی اپنے ناظرین کو فراہم کرتے رہتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ حکیم صاحب موصوف اس حقیقت کو محسوس کر کے فن طب کو جامد بنانے پر مصر نہ ہوں گے۔ رسالہ کتابی سائز پر اوسط کتابت وطباعت کے ساتھ شائع ہوتا ہے اور قابل مطالعہ ہے۔

پتہ

دفتر رسالہ شفاء الملک - امین پور بازار - لائل پور (پاکستان)

Regd. No. A-182. Phone

TAKMIL-UT-TIB,

LUCKNOW.

PRESS COMMUNIQUE.

The U. P. Government have framed the following rules for registration of Vaidyas and Hakims under para 4 of the Schedule annexed to the U. P. Indian Medicine Act, 1939, which are published for general information.

By Order.
L. N. CHAUBE.
Registrar.

Only such Vaidyas and Hakims as do not possess any qualification registerable under the preceding paragraphs, but who have nevertheless made name for their skill in the profession shall be eligible for registration under this paragraph.

The Vaidyas or Hakims should have put in at least 10 years of practice in the profession and should be at least 30 years of age on the date of application.

The registration of Vaidyas and Hakims under this para shall be sanctioned by the Board on the recommendation of the local registration committee (of the district in which they reside) constituted as under, in each district of the province.

1. The Civil Surgeon of the District. Chairman.
2. The District Medical Officer of Health-Secretary.
3. A prominent citizen of the district to be nominated by the Government on the recommendation of the District Magistrate.
4. A Senior Deputy Collector of the district to be nominated by Government on the recommendation of the District Magistrate.
5. Two representatives of the District Committee of the United Provinces Vaidya Sammelan.
6. One representative of the District Committee of the U. P Anjuman Tibbia and if there is no such committee then a Hakim to be nominated by Government on the recommendations of the Chairman, Board of Indian Medicine, United Provinces.

Such applications for registration shall be submitted to the Secretary of the above committee who shall forward it to the Board with the recommendations of the Committee. On receipt of information from the Secretary, that his application has been recommended to the Board of Indian Medicine, the applicant shall send the prescribed fee to the Board.

The final authority to sanction registration under this para shall rest with the Board and if the committee rejects an application, the applicants shall be entitled to appeal to the Board within fifteen days of the communication of the order of rejection by the Committee

PRINTED & PUBLISHED BY HAKIM ABDUL HASIB, M. SC., D. I. M. S.

NAMI PRESS, LUCKNOW.